

تفسیر نور الثقلین

مفسر

محدث حلیل العلّامة النخبیر الشیخ عبد علی الحوزی

مترجم

شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی

فطرہ شانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

— ناشر —

الامام محمد باقر الصالحین لا یموت

جناح ٹاؤن شوگر نیاز بیک لاہور۔ فون: 35425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

تفسیر نور الثقلین

نام کتاب	:	تفسیر نور الثقلین
مفسر	:	محدث طیل علامۃ الخیر الشیخ عبد علی الحویزی
مترجم	:	شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی
فطرشانی	:	حجۃ الاسلام علامہ یاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	شیر محمد عابد مولائی، چودھری محمد عمران حیدر جعفری
فنی معاونت	:	معصومہ بتول جعفری، زہراء بتول جعفری
ترکین	:	محمد شہ بتول جعفری
اشاعت	:	فروری 2012ء
صفحات	:	528
ہدیہ	:	روپے

ملنے کا پتا

احلامیہ بیج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ، دکان نمبر 20، فرسٹ فلور، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور۔ فون: 37225252



تفسیر نوز الشقلین

فہرست

سورۃ فتح کے فضائل

- 20 * ثواب تلاوت
- 21 * سورۃ الفتح کے مرکزی موضوعات
- 24 * صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان
- 29 * معاہدہ صلح
- 32 * فتح یمن
- 34 * پاؤں کے درد کی عزیمت
- 35 * امام سجاد علیہ السلام کی عبادت
- 35 * رسولؐ کے ذمہ کیا گناہ تھا؟
- 46 * عن کیا ہے؟
- 47 * مقام
- 51 * صلح حدیبیہ کی شرائط
- 59 * خبیر کا سچا خواب
- 60 * خبیر کے فتح کی نوید
- 60 * محمدؐ رسول اللہ اور ان کے اصحاب کافروں پر سخت ہیں
- 61 * جنت کے دروازے پر لکھا ہے علیؑ رسول اللہ کے بھائی ہیں
- 61 * مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں
- 62 * امام علیؑ دلوئے محمدؐ

سورۃ حجرات کے فضائل

- 64 * ثواب تلاوت کی فضیلت
- 64 * سورۃ حجرات کے مضامین

- 67 * قبل اوس و خراج کی اہمیت
- 67 * بارگاہِ پغیر اکرم ﷺ کے آداب
- 68 * پغیر اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آواز بلند نہیں کرنی چاہیے
- 69 * قاسقوں کی خبر پر عمل نہ کرو
- 70 * اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو قابلِ نفرت قرار دیا ہے
- 71 * اسلامی بھائی چارے کی اہمیت
- 74 * مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے
- 75 * صلح کرنا عظیم کام ہے
- 79 * استہزاء اور بدگمانی سے بچ
- 80 * تجسس مت کرو
- 81 * غیبت کرنا فعلِ حرام ہے
- 81 * غیبت کا کفارہ
- 82 * تقویٰ بہترین انسانی صفت
- 84 * شمر کے وہ الفاظ جو اس نے حضرت امام حسین ﷺ کے تعارف میں کہے
- 84 * کلامِ امام حسین ﷺ
- 86 * اسلام اور ایمان میں فرق
- 88 * ایمان کی علامات
- 88 * اپنے اسلام لانے کا احسان مت جلاؤ

سورہ ق کے مطالب و مضامین

- 91 * سورہ ق کی تلاوت کے فضائل
- 94 * ق، والقرآن المجید؟
- 96 * اللہ تعالیٰ پر عاجز نہیں ہے
- 97 * اللہ اپنے بندے کے بہت زیادہ قریب ہے
- 97 * انسان پر نگران فرشتے
- 102 * علیٰ رحیم النار والنجی
- 107 * آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان موجودات کی تخلیق

- 109 * زمین کا چھنا اور چلانا
110 * حصول رزق کی بہترین ساعت
110 * قیامت کے دن کی چیخ و پکار سے سب زندہ ہو جائیں گے
110 * جس دن زمین پھٹ پڑے گی

سورہ ذاریات کے مطالب

- 114 * حلاوت کے فضائل
115 * ہواؤں، بادلوں، کشتیوں اور فرشتوں کی قسم
119 * سحر خیزوں کا اجر
121 * رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے
123 * جناب ابراہیمؑ کے مہمان
125 * گزشتہ اقوام کی تاریخ میں یہ سب عبرت کے درس ہیں
126 * قوم لوط کی ہلاکت کے اسباب
129 * ہم ہمیشہ آسمان کو وسیع کرتے رہتے ہیں
131 * امن و امان کی جگہ کی طرف رخ کرو
132 * خداوند تعالیٰ کی ذات غنی مطلق ہے

سورہ طور کے مطالب

- 135 * سورہ طور کی حلاوت کا ثواب
137 * طور
137 * والبیئ المعمور
139 * صرف تمہارے اعمال میں تمہاری جڑا ہے
141 * ہر شخص اپنے اعمال کے عوض میں گروی ہے
143 * ہم ان دنوں خوف زدہ تھے اور آج امن و امان میں ہیں
145 * اللہ کے ہاں بیٹیاں اور تمہارے ہاں بیٹے؟
146 * اللہ کی تسبیح و تقدیس

سورۂ نجم کے مطالب و مضامین

- 149 سورۂ نجم کی تلاوت کے فضائل
- 158 وہ آسمانوں میں محمود ہیں
- 159 سورۂ النعتی کے ایک پتے کے نیچے ایک پوری امت آسکتی ہے
- 159 جلال ربی
- 160 ساتویں آسمان پر دیکھا
- 160 حضرت امام علی علیہ السلام کا نام چار مقامات پر
- 161 جنت ماویٰ کیا ہے؟
- 161 جنت اور آل محمد علیہم السلام
- 164 رب کی عظیم نشانیاں
- 164 حضرت امام علی علیہ السلام سات مقامات پر
- 165 علیؑ اللہ کی بڑی آیت
- 165 علیؑ محبوب رسولؐ
- 166 گناہان کبیرہ
- 167 قتل عمد گناہان کبیرہ میں سے ہے
- 168 باعفت عورتوں پر الزام لگانا
- 168 مال یتیم کا کھانا ظلم ہے
- 168 میدان جنگ سے فرار کرنا
- 168 سود خوری گناہان کبیرہ میں سے ہے
- 169 جادو گناہان کبیرہ میں سے ہے
- 169 زنا گناہ کبیرہ ہے
- 169 مہوئی قسم گناہ کبیرہ میں سے ہے
- 170 چوری اور خیانت گناہان کبیرہ میں سے ہے
- 170 زکوٰۃ مفروضہ سے انکار
- 170 مہوئی شہادت اور شہادت کو چھپانا دونوں گناہان کبیرہ میں سے ہیں
- 170 شراب خوری گناہ کبیرہ ہے

- 171 * حمد کا توڑنا بھی گناہان کبیرہ میں سے ہے۔ قطع رحمی کرنا گناہان کبیرہ میں سے ہے
- 171 * خود ستائی سے پرہیز کرو وہ تجھیں خوب جانتا ہے
- 174 * ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے
- 177 * تمام امور کی انتہا اسی تک ہے
- 179 * ستارہ شمرئی

سورہ قمر کے مضامین

- 182 * سورہ قمر کی تلاوت کا ثواب
- 185 * چاند شق ہو گیا
- 186 * وہ دن جس دن سب قبروں سے باہر نکلیں گے
- 187 * اے میرے رب میری مدد فرما
- 187 * طوفان نور
- 191 * قوم عاد کی سرگزشت
- 193 * اکثر قوموں نے الٰہی رہبروں کا انکار کیا
- 194 * انھوں نے اپنے ایک ساتھی کو پکڑا
- 194 * قوم لوط کا عذاب سخت ترین تھا
- 194 * تمام دنیوں کی تھکدیب کی گئی
- 197 * فرقہ قدریہ کا انجام
- 197 * مقام صدق ذی القدر بادشاہ کی بارگاہ میں

سورہ رحمن کے مضامین

- 199 * تلاوت کی فضیلت
- 202 * تفسیر
- 204 * وہ سات عظیم ہستیاں
- 204 * اسلام میں رہبانیت نہیں
- 205 * اللہ کی عظیم ائشان نعمتوں میں سے جناب رسول اکرمؐ اور جناب امام علیؑ سب سے عظیم ہیں
- 206 * مشرق و مغرب کا رب اللہ ہے

- 207 * لولا والرحمان
- 207 * ہر چیز کو فنا ہے
- 208 * ہم ہی اللہ کی محبت ہیں
- 208 * بدیع بھی اللہ ہے اور معبود بھی اللہ ہے
- 208 * وہ ہر وقت ایک نئی شان میں ہے
- 209 * دو ہماری چیزیں
- 209 * خطبہ غدیر سے اقتباس
- 209 * الہی مرغ اور اس کی اذان
- 210 * وجہ تخلیق جن و انس
- 211 * تفسیر آیات
- 212 * گناہ گار اپنی بی شانوں سے بچانے جائیں گے
- 213 * جنت اور جہنم اللہ کی مخلوق میں
- 214 * دو جہتیں خائفین کے انتظار میں
- 214 * دو آمن اور دو خوف اکٹھے نہیں ہو سکتے
- 216 * دو اور حیران کن جہتیں
- 217 * نیکی کا بدلہ نیکی
- 217 * چار باتوں سے بہت جلد سزا ملتی ہے
- 219 * پھل بھی اللہ کی عظیم نعمت ہیں
- 219 * پانچ جنت کے میوے
- 219 * جنت کی بیویوں کا دوبارہ تذکرہ

سورۃ واقعہ کے مضامین

- 222 * سورۃ واقعہ کی تلاوت کی فضیلت
- 223 * پھوڑے پھنسیوں کا مجرب عمل
- 226 * عظیم ترین واقعہ
- 226 * تین کردہ
- 227 * سب سے آگے بڑھ جانے والے

- 228 * جب منادی عمارے گا
- 228 * نہاں غصہ
- 229 * اڑھین میں سے عین
- 230 * جاودانی نور جہانان
- 231 * اہل جنت کے لیے پرندوں کے گوشت ہوں گے
- 231 * جنت میں صرف پسندیدہ باتیں ہوں گی
- 231 * اصحاب الیمین کون ہیں؟
- 233 * امام علی رضی اللہ عنہ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟
- 233 * وہ نعمات جو اصحاب یمن کو حاصل ہوں گی
- 233 * لیے سائے
- 235 * جنت کے پھل نہ ختم ہوں گے اور نہ ممنوع ہوں گے
- 235 * اہل جنت کی ازواج گراں قدر اور ہمسر ہوں گی
- 237 * حوروں کا ترانہ
- 239 * اصحاب شمال کون ہیں؟
- 241 * بحرین مسلسل عذاب میں ہوں گے
- 242 * ان دانوں کو زمین سے اگانے والا خدا ہے
- 242 * زراعت کا اسلامی طریقہ
- 244 * یہ پانی اور آگ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں
- 245 * رؤس

سورہ حدید کے مضامین و مطالب

- 248 * سورہ حدید کی تلاوت کی فضیلت
- 254 * گہری فکر رکھنے والے
- 254 * ہر چیز اس کی تصحیح کرتی ہے
- 256 * قدرت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے
- 256 * حق مکہ سے قبل اسلام لانے والے عظیم درجات رکھتے ہیں
- 257 * ایمان اور اخلاق، انسانی خوش بختی کے دو عظیم سرمائے

- 258 اللہ کے راستے میں انفاق کی شرائط
- 259 مومنین کے اوصاف
- 259 مومنین کی سات خوبیاں
- 265 اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے
- 265 صدیقین و شہداء
- 266 نباء عظیم اور صدیق اکبر میں ہوں
- 266 علی ہسیم النار والیوم
- 267 جنت کی وسعت
- 269 رُہد
- 270 عزت اور امت میں فرق
- 271 رہبانیت

سورہ مجادلہ کے مضامین

- 275 تلاوت کی فضیلت
- 280 زمانہ جاہلیت کا ایک قبیح ترین عمل
- 283 خداوند تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے
- 285 آپ ہم سے سرگوشی نہیں کرتے
- 286 خدائی سلام
- 288 اسلامی مجالس کے آداب
- 292 شانِ نزول
- 292 آیتِ نمونی اور صدقہ پر عمل کرنے والی فضیلت
- 294 حزبِ شیطان
- 295 اللہ کا کردہ کامیاب ہے
- 295 حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جنت نامہ

سورہ حشر کے مضامین

- 300 تلاوت کی فضیلت
- 306 شانِ نزول

- 309 * صاحبانِ بصیرت
- 310 * محمد مجور
- 310 * جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان میں ہے، وہ رسول اللہ کا ہے
- 311 * حضرت اور امت میں فرق
- 311 * فدک کی حدود
- 313 * یہ عظیم مال ہمارے دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہ جائے
- 314 * رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو
- 315 * پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت سلیمانؑ
- 315 * ہمارے نبی کی شان
- 315 * میری سانسِ زک مگی
- 318 * رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہیں سات چاہیں میں
- 318 * امام علیؑ کے فرزند کا ولیمہ
- 319 * آلِ محمد پر ظلم کرنے سے بچو
- 319 * ایمان کا بھی گھر ہے اور کفر کا بھی گھر ہے
- 320 * دین اسلام سراپا محبت ہے
- 320 * اپنا روضہ
- 322 * کون سا صدقہ افضل ہے؟
- 323 * مومن کا حق ہے، دنیا سے قائمہ اٹھائے
- 323 * مال سے اللہ کی پناہ
- 324 * رخ کیا ہے؟
- 324 * اے میرے اللہ اچھے رخ سے بچا
- 328 * آنے والے کل کے لیے کچھ پیچھے
- 329 * کہیں آپ کو اللہ فراموش نہ کر دے
- 329 * اصحابِ ثار اور اصحابِ جنت برابر نہیں ہیں
- 330 * اگر اس قرآن کو ہم پہاڑ پر نازل کرتے!
- 330 * ہم اعظم

- 331 * کان کا علاج
- 331 * بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر
- 332 * صحیفہ سجادہ میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دعا
- 334 * اسماء الحسلی

سورہ محمد کے مضامین

- 337 * سورہ محمد کی تلاوت کا ثواب
- 340 * شان نزول
- 342 * قیامت کے دن نہ رشتہ داری قائمہ دے گی اور نہ اولاد
- 343 * حب فی اللہ، کف فی اللہ
- 346 * تفسیر آیات
- 348 * شان نزول
- 348 * اسلام میں داخل ہونے والی عورتوں کا احسان
- 349 * عورتوں کی بیعت کی شرائط

سورہ صف کے مضامین

- 352 * سورہ صف کی تلاوت کے فضائل
- 355 * تفسیر آیات
- 356 * اللہ کے محبوب
- 357 * میں احمد کے ظہور کی بشارت دیتا ہوں
- 358 * دو اسموں والے مجھے نبی
- 358 * مامون عباسی کے دربار میں مختلف ادیان کے علماء سے حضرت امام رضا علیہ السلام کا مباحثہ
- 364 * وہ اللہ کے نور کو اپنی پہلوگوں سے بھانا چاہتے ہیں
- 365 * زمین حبیب خدا سے خالی نہیں رہتی
- 365 * جب قائم آل محمد کا ظہور ہوگا
- 365 * مفید ترین قہارت
- 366 * جنت عدن

366

*..... ہمارے حواری ہمارے پیروکار ہیں

سورہ جمعہ کے مضامین

369

*..... سورہ جمعہ کی تلاوت کی فضیلت

372

*..... تفسیر آیات

373

*..... بشتہ بخیر

373

*..... بخیر اسلام کو نبی امی کیوں کہا گیا؟

374

*..... یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے دے

375

*..... ایسا چہ پایا جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں

375

*..... یہ موت تم سے ملاقات کر کے رہے گی

377

*..... ہفتہ وار عظیم ترین عبادی سیاسی مجلس

378

*..... جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟

378

*..... نماز جمعہ کے فرائض

379

*..... ایام سے دشمنی نہ رکھو

سورہ منافقون کے مضامین

383

*..... سورہ منافقون کی تلاوت کے فضائل

385

*..... تفسیر آیات

386

*..... شان نزول

390

*..... تفسیر آیات

391

*..... مومن کی عین فضیلتیں

سورہ نکاح کے مطالب

394

*..... سورہ نکاح کی تلاوت کے فضائل

398

*..... تفسیر آیات

399

*..... لوگوں کی چھ اقسام ہیں

400

*..... انسان اللہ کی قدرت کا شاہکار

400

*..... آلوار الہی

- 401 * یوم النہان
 403 * جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے
 403 * تمہاری کچھ ازواج اور اولاد تمہاری دشمن ہیں
 403 * شان نزول
 404 * تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں

سورہ طلاق کے مطالب

- 407 * سورہ طلاق کی تلاوت کی فضیلت
 410 * احکام طلاق
 411 * طلاق کا مفہوم اور اس کی اقسام
 412 * طلاق کی شرائط
 414 * اللہ کے لیے شہادت کو قائم کرو
 415 * اللہ کے خوف میں نجات ہے
 415 * اللہ وہاں سے روزی دیتا ہے، جہاں گمان بھی نہیں ہوتا
 415 * دعا اور رزق کے لیے سنی لازم و ملزوم ہیں
 416 * استغفار ہر مصیبت کا علاج
 417 * جو خدا پر توکل کرتا ہے تو خدا اس کی کفایت کرتا ہے
 418 * مطلقہ عورتوں کے احکام
 422 * تفسیر آیات

سورہ تحریم کے مطالب

- 425 * سورہ تحریم کی تلاوت کی فضیلت
 428 * شان نزول
 428 * عرض مترجم
 429 * صالح المؤمنین
 430 * اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ
 431 * جہنم کی ایک ہزار لگائیں
 431 * طاغوت مصوم ہیں

- 434 * تفسیر آیات
- 434 * خالص توبہ
- 434 * اللہ کتابوں پر پڑے ڈال دیتا ہے
- 435 * جس دن اللہ اپنے نبی کو رسوا نہیں کرے گا
- 435 * اے نبی! کافروں اور منافقین سے جہاد کرو
- 436 * مومن اور کافر عورتوں کی مثالیں
- 437 * چار کامل و اکمل خواتین
- 437 * تین شخصیات جن کی زندگی وحی کے تابع رہی

سورہ ملک کے مضامین

- 439 * سورہ ملک کی تلاوت کا ثواب
- 443 * موت اور حیات کا خالق اللہ ہے
- 445 * تکلیف طاعت و معاصات
- 445 * کارخانہ قدرت ہر نقص و عیب سے پاک ہے
- 446 * عقل کے اعتبار سے الحامات کی سچہ بندی
- 447 * عقل عظیم الشان تحفہ خداوندی
- 451 * سیدھا راستہ
- 451 * قلب تین ہیں

سورہ قلم کے مضامین

- 455 * سورہ قلم کی تلاوت کی فضیلت
- 457 * رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی
- 458 * اے نبی! تیرے اخلاق عالمین پر بھاری ہیں
- 460 * حسن خلق کا حدود و اربعہ
- 460 * خوش خلقی اور بد خلقی کی بنیاد
- 460 * حسن اخلاق کے حصول کا ایک راز
- 461 * ایک عورت کے یکے بعد دیگرے دو شوہر ہوں

489	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
486	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
485	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
485	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
484	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
482	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
480	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
480	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
479	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
478	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
475	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
473	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
473	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
470	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
469	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
467	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
465	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
464	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
462	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
462	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
461	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا
461	تہذیب کی تاریخ اور اس کی ابتدا

سورۃ فتح کے فضائل

سورۃ

ثواب تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اسوال، محروقات، غلاموں اور اپنی کنیزوں کو کھانسی سے محفوظ رکھنے کے لیے سورۃ الفتح کی تلاوت کرو، جو شخص اس سورۃ کو ہمیشہ پڑھے گا تو قیامت کے دن ایک مٹادی بلند آواز سے ندا دے گا جسے تمام اہل عرشیں گے۔ مٹادی خدا کی طرف سے یہ اعلان کرے گا:

”تو میرے قطب بندوں میں سے ہے۔ اسے میرے نیک بندوں میں شامل کرو اور اسے جنت البقیع میں داخل کرو اور اسے سربستہ شراب طہور پلاؤ جس میں کافور کی آمیزش ہو۔“

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے سورۃ الفتح کی تلاوت کی تو وہ یہ سمجھے کہ وہ میرے ساتھ موجود تھا۔“

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: سورۃ الفتح کی تلاوت کرنے والا گویا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت رضوان میں بیعت کرنے والوں میں شامل تھا۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم حدیبیہ سے مدینہ آرہے تھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ”آج رات مجھ پر ایک ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپؐ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا کی تلاوت کی۔“ مندرجہ بالا روایت صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

لہذا نے اس سے روایت کی کہ جب ہم حدیبیہ سے عہد کیے بغیر واپس آئے تو ہم سب پر غم و اندوہ کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ اس سفر کے دوران خدا نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا کی آیات نازل فرمائیں۔ رسول خدا ﷺ کو ان آیات سے بے حد خوشی ہوئی۔

- 461 * میزان میں سب سے بھاری چیز
- 461 * فرضِ حبیبِ نبویؐ
- 462 * تین فضیلتِ جنت میں داخل نہیں ہوں گے
- 462 * اشرار کون ہیں؟
- 464 * تفسیر آیات
- 465 * گناہ سے رزق منقطع ہو جاتا ہے
- 467 * تفسیر آیات
- 469 * تفسیر آیات
- 470 * مبراہتِ حق سے کام لیجیے
- 473 * اللہ کی حج
- 473 * تعویذ
- * سورۃ حاقہ کے مضامین
- 475 * سورۃ الحاقہ کی تلاوت کا ثواب
- 478 * تفسیر آیات
- 479 * امیر المومنین امام علی بن ابی طالبؑ کے فضائل
- 480 * روزِ قیامت
- 480 * عرشِ پروردگار
- 482 * اے محشر والو! میرا نامہ اعمال پڑھو
- 484 * جنت کا پاسپورٹ
- 485 * جنت میں اہل جنت کی اولین پذیرائی
- 485 * اہل جنت کی طاقت
- 486 * مشرکین کا انجام
- 486 * جہنمی زنجیر
- * سورۃ معارج کے مطالب
- 489 * سورۃ معارج کی تلاوت کی فضیلت

491	* شان نزول
492	* پچاس ہزار سال کے برابر کا طویل ترین دن
494	* تفسیر آیات
498	* تفسیر آیات
	سورہ نوح کے مطالب اور تعارف
500	* وجہ تسمیہ
500	* سورہ نوح کی تلاوت کا ثواب
503	* تفسیر آیات
504	* جناب نوح علیہ السلام اور دعوت و ارشاد الہی
507	* دعائے طلبہ اولاد
508	* وکیفہ برائے مال و اولاد
509	* استغفار کیا ہے؟
511	* تفسیر آیات
	سورہ جن کے مضامین
515	* تلاوت کی فضیلت
517	* شان نزول
519	* مناقب رسول ﷺ
521	* تفسیر آیات
524	* تفسیر آیات
524	* ولایت امام علی علیہ السلام
525	* عالم الغیب خدا ہے

سُورَةُ الْفَتْحِ

سورة فتح مدینہ آیاتھا ۲۹ و رکوعاۃھا ۴
 ”سورة فتح مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹیس آیات اور چار رکوع ہیں۔“

سورۃ فتح کے فضائل

ثواب تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اموال، عورتوں، غلاموں اور اپنی کینروں کو تلفی سے محفوظ رکھنے کے لیے سورۃ الفتح کی تلاوت کرو، جو شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھے گا تو قیامت کے دن ایک منادی بلند آواز سے عداۓ کا جسے تمام اہل محشر سنیں گے۔ منادی خدا کی طرف سے یہ اعلان کرے گا:

”تو میرے ظلم بندوں میں سے ہے۔ اے میرے نیک بندوں میں شامل کرو اور اسے جنت النہیم میں داخل کرو اور اسے سربستہ شراب ملھور پلاؤ جس میں کافور کی آمیزش ہو۔“

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے سورۃ الفتح کی تلاوت کی تو وہ یہ سمجھے کہ وہ میرے ساتھ موجود تھا۔“

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: سورۃ الفتح کی تلاوت کرنے والا گویا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت رضوان میں بیعت کرنے والوں میں شامل تھا۔

حضرت عمر کا بن ہے کہ ہم حدیبیہ سے مدینہ آرہے تھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ”آج رات مجھ پر ایک ایسی سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپؐ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا کی تلاوت کی۔“ مندرجہ بالا روایت صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

قنادہ نے انس سے روایت کی کہ جب ہم حدیبیہ سے عمرہ کیے بغیر واپس آئے تو ہم سب پر غم و اندوہ کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ اس سفر کے دوران خدا نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا کی آیات نازل فرمائیں۔ رسول خدا ﷺ کو ان آیات سے بے حد خوشی ہوئی۔

تفسیر عیاشی میں منصور بن حازم سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
 ”۳؎ حضرت علیہ السلام ہمیشہ اِیَّ اَحَالَیْ اِنْ عَصِیْتَ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ (یونس: ۱۵) کے کلمات کو کثرت
 کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ جب سورۃ الفتح نازل ہوئی تو آپؐ نے ان کلمات کو پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔“

سورۃ الفتح کے مرکزی موضوعات

اس سورۃ مبارکہ کے مرکزی موضوعات حسب ذیل ہیں:
 اس سورہ میں فتح منہن اور فتح قریب کی بشارت دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس فتح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
 لگائے جانے والے تمام الزامات ختم ہو جائیں گے۔ اہل ایمان کو جنت اور غیر مومنین کو غضب پروردگار اور عذاب دوزخ کی
 خبر دی گئی ہے۔

اس سورہ میں آپؐ کو شاہدہ ہشتر اور نذیر کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔
 اس سورہ میں بیعت رضوان اور منافقین کی روش بیان کی گئی ہے اور اس سورہ میں فتح خیبر کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔
 اہل مکہ کے ساتھ جہاد نہ کرنے کی حکمت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عطف اصحاب کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ① لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
 مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
 صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ② وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيمًا ③ هُوَ
 الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا
 إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ④ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ⑤
 وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ⑥ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ
 وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
 فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ⑦ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قَوْلًا
 عَظِيمًا ⑧ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَتِ وَالْمُشْرِكِينَ
 وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ⑨ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ
 السَّوْءِ ⑩ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ⑪
 وَسَاءَتْ مَصِيرًا ⑫ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ⑬

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا شَاهِدًا
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ
وَتُوَقِّرُوهُ ۝ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ
يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۝ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۝
فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ ۝ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ
عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

”یقیناً ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کی ہے تاکہ خدا آپ پر لگائے گئے اگلے پچھلے الزامات کو
ڈھانپ دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے اور آپ کو سیدھے راستے پر ثابت قدم
رکھے اور آپ کی زبردست مدد کرے۔ وہ وہی خدا ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں
تسکین نازل کی، تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ مزید ایمان کا اضافہ کریں اور آسمانوں اور
زمین کے تمام لشکر خدا کے ہیں۔ اللہ ہر چیز کے جاننے والا اور حکمت والا ہے، تاکہ وہ مومن
مردوں اور مومنہ عورتوں کو ایسے باغات میں داخل کرے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی بُرائیاں ان سے دُور کرے اور اللہ کے ہاں یہ بہت
بڑی کامیابی ہے۔

اور ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے، جو اللہ کے
معلق بُرا گمان رکھتے ہیں۔ ان پر بُرائی کی گردش ہے۔ ان پر اللہ غضب ناک ہوا اور

خدا نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے دوزخ تیار کی، جو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر خدا کے ہیں اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یقیناً ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور عذاب خداوندی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ اور اس کا ساتھ دو اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے رہو۔

یقیناً جو لوگ آپ ﷺ کی بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے، اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس عہد شکنی کا وبال خود اُس کی ذات پر ہی ہوگا اور جو خدائی عہد کو پورا کرے گا تو اللہ عنقریب اس کو اجر عظیم عطا کرے گا۔“

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان

مجمع البیان، جوامع الجامع، اصول کافی، مجمع بخاری کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے: صلح حدیبیہ کا واقعہ جسے مؤرخین ”غزوہ حدیبیہ“ کے نام سے یاد کرتے ہیں جو ماہ ذی قعدہ ۶ ہجری میں پیش آیا۔

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے اور اسی کے نام سے وہ مقام منسوب ہو گیا، جہاں کنواں واقع ہے۔ اس کے اور مکہ کے درمیان ایک منزل کا فاصلہ ہے اور اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان نو منزلوں کا فاصلہ ہے۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ ”حل“ اور کچھ حصہ ”حرم“ میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس سفر کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ بحالہ اس اپنے سروں کو منڈواتے اور کترواتے ہوئے بیت اللہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں۔

اس بنا پر آپ ﷺ ماہ ذی قعدہ ۶ ہجری میں عمرہ کے قصد سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا، بلکہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ کے قیام کو چھ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصہ میں آپ نے مکہ کی زیارت کی تھی اور نہ ہی حج و عمرہ کیا تھا۔ چنانچہ اس خواب کے بعد آپ نے عمرہ کا ارادہ کیا اور آپ نے مدینہ اور گرد و نواح

میں اعلان کر دیا کہ جو بھی عمرہ کا خواہش مند ہو، وہ ہمارے ساتھ چلے۔

بہت سے اعراب نے جنگی خطرے کے پیش نظر ساتھ جانا پسند کیا اور یہ کہتے رہے کہ اب کی بار مسلمان واپس مدینہ نہیں آ سکیں گے۔

آنحضرت ﷺ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار اور دوسرے عربوں کو لے کر چلے جو آپ سے آٹے تھے۔ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ کے میقات ذی الحلیہ کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور عمرہ کا احرام باندھا۔ آپ کے ساتھ قربانی کے جانور بھی تھے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

مشہور روایت کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد چودہ سوا افراد پر مشتمل تھی۔ آپ صرف مسافرانہ حفاظتی ہتھیار لے کر روانہ ہوئے۔ جب آپ مقام حصفان پر پہنچے تو بشر بن سفیان کہی آپ سے آکر ملے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! قریش آپ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر دودھ اور پھل والی اونٹنیوں کو ساتھ لے کر آپ کی طرف چلے ہیں اور وہ چیتے کی کھالیں پہنے ہوئے ذی طوی وادی میں خیمہ زن ہیں اور انھوں نے حلف اٹھایا ہے کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور خالد بن ولید اپنے سوار دستے کو لے کر کراع النعم تک آ پہنچا ہے۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: قریش پر افسوس ہے جنگ سے ان کی عقلیں ختم ہو گئی ہیں۔ ان کا کیا حرج ہے اگر وہ مجھے اور دوسرے عربوں کو آزاد چھوڑ دیں۔ اگر عربوں نے مجھے قتل کر دیا تو قریش کی دلی غنا پوری ہو جائے گی۔ اگر خدا نے مجھے قتلہ دیا تو پھر وہ اسلام میں بکثرت داخل ہو جائیں گے۔ اگر وہ کسی بات کو منظور نہیں کرتے تو پھر وہ جنگ کر لیں۔ خدا کی قسم! میں تو خدا کے پیچھے ہوئے دین کے لیے جہاد کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ خدا اس دین کو غالب فرمادے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

کوئی ہے جو اس راستے کے علاوہ ہمیں دوسری راہ پر لے چلے؟

قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے عرض کیا: نہیں لے چکا ہوں، چنانچہ وہ آپ ﷺ کو دربان راستے سے لے کر چلا۔ اس کا نام حمزہ بن عمرو اسلمی تھا۔ چنانچہ مسلمان درمیانی دشوار گزار راستے کو ختم کر کے وادی کے اختتام پر ہوا راستے پر پہنچ گئے۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ مکہ کے نچلے حصہ میں حدیبیہ کی ڈھلوان پر وادی حبیہ المراد کو جانے والے راستہ پر مقام حمص کے سامنے کی طرف دائیں جانب چلو۔ چنانچہ اسلامی لشکر اس راستے پر چل پڑا۔

جب آپ ﷺ چلتے چلتے مقام حجة المرار پر پہنچے تو آپ کی اونٹنی ”قصواء“ وہاں بیٹھ گئی۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ یہاں بے سبب ٹھہر گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں خود نہیں ٹھہرا اور نہ ہی میری اونٹنی اپنی طبیعت سے ٹھہری ہے، بلکہ اس ذات نے اُسے یہاں روکا ہے، جس نے مکہ سے اصحابِ ثعلیٰ کو روک دیا تھا۔ آج قریش اس زمین پر مجھ سے صلہ رحمی کی خواہش کریں گے تو میں ضرور ان کی استدعا قبول کروں گا۔

پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: یہاں پڑاؤ ڈال لو۔
لوگوں نے کہا: اس وادی میں پانی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے قبیلے سے ایک حیر نکالا اور ایک صحابی کو دیا، جس نے وہاں کے ایک گڑھے میں جا کر اُسے نصب کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا، یہاں تک کہ اہلِ لشکر اور اُن کے اونٹ سب سیراب ہو گئے۔ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک خشک کنوئیں پر بیٹھے اور پانی کا برتن منگوا لیا۔ آپ نے دعا کی۔ اس پانی سے ٹھہ کر کے وہ پانی کنوئیں میں پھینک دیا اور فرمایا: کچھ دیر صبر کرو۔ اس کے بعد اس میں اتنا پانی بھر آیا کہ اہلِ لشکر خود بھی سیراب ہوئے اور اپنی سوار یوں کو بھی سیراب کیا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کیا۔

مجمع البیان میں بخاری اور مسلم کے حوالے سے مرقوم ہے: حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس محسوس ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی جس سے آپ ﷺ وضو کیا کرتے تھے، لوگ اس کی طرف لپکے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟

عرض کیا: ہمارے پاس پینے اور وضو کے لیے پانی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے چھاگل کے منہ پر دستِ مبارک رکھ دیا۔ چنانچہ آپ کی انگلیوں سے پانی اس طرح اُبل اُبل کر آنے لگا، جس طرح چشمہ اُبلتا ہے۔ سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔

جب آنحضرت ﷺ اہمیتان سے ٹھہر گئے تو بدیل بن ورقہ خزاعی قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں کو ہمراہ لے کر آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے آپ کی آمد کا مقصد پوچھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا، میں تو صرف بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں۔ بدیل بن ورقہ قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا: تم لوگ محمد (ﷺ) سے مزاحمت نہ کرو، وہ صرف بیت اللہ کی

زیارت کے لیے آئے ہیں۔

قریش نے ان کی آواز پر کان نہ دھرے، اٹا ان پر مسلمانوں کی ہمدردی کے الزامات عائد کیے۔ بعد ازاں قریش نے سفارت کاری کے لیے کرز بن حفص کو بھیجا، لیکن کوئی بات طے نہ ہوئی۔ اس کے بعد حلیم بن علقمہ کو آپ کے پاس بھیجا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم میری قربانی کا جانور اس کے سامنے لاؤ، تاکہ اس یقین آجائے کہ ہم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے۔

اسے قربانی کے جانوروں کے پاس لے جایا گیا تو اس نے دیکھا کہ جانوروں کا ایک سیلاب ہے، جن کی گروہوں میں قلاوے پڑے ہوئے ہیں اور قلاوہوں کی وجہ سے جانوروں کی گروہوں کے بال اڑ گئے ہیں۔ یہ مہر دیکھ کر وہ قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا: تم محمد (ﷺ) کو زیارت سے مت روکو۔

قریش نے کہا: تمہیں کیا معلوم تم تو ایک دہقان قسم کے انسان ہو۔ حلیم نے کہا: گردو قریش! ہمارا تمہارا معاہدہ بیت اللہ سے روکنے پر نہیں ہوا تھا۔ مجھے اس کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تمہیں محمد (ﷺ) کو آنے کی اجازت دینی ہوگی، ورنہ میں اپنے قبیلہ جوش کے تمام لشکر کو تم سے علیحدہ کر لوں گا۔

قریش نے کہا: آپ ہمیں ذرا مہلت دیں، تاکہ ہم اپنے لیے کوئی اچھا سالانہ عمل تیار کر سکیں۔ بعد ازاں قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا چاہا تو اس نے کہا: مجھ سے پہلے جو افراد گئے تھے تم نے ان سے بدگامی کی ہے، میں اسے سن چکا ہوں۔

قریش نے کہا: تم ہماری نظروں میں امین ہو اور ہمیں تم پر پورا اعتماد ہے۔ چنانچہ عروہ رسول خدا ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) آپ علف قبائل کو جمع کر کے اپنے قبیلہ کو برباد کرنے کے لیے لائے ہیں، لیکن قریش قسم کھا چکے ہیں کہ وہ آپ کو مکہ میں زبردستی داخل نہ ہونے دیں گے۔ مجھے یہ نظر آتا ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو آپ کے ساتھی آپ کو تنہا چھوڑ کر چل دیں گے۔

اس وقت حضرت ابوبکر آنحضرت ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عروہ کو گالی دے کر کہا: تولات کے غلیظ جیتڑے کو جا کر چوس۔ کیا ہم آنحضرت ﷺ کو چھوڑ دیں گے؟

عروہ نے کہا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا: یہ ابو بکر ہیں۔

عروہ نے کہا: مجھ پر حیران کیا؟ لہذا میں اس گالی کو برداشت کرتا ہوں۔

رسول خدا ﷺ نے عروہ سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ عروہ آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے غیر معمولی احترام کو بھی غور سے دیکھا تھا۔

اس نے قریش سے کہا: اے قوم! میں بادشاہوں کے دربار میں کئی بار وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں پیش ہوا ہوں، لیکن میں نے کسی بھی بادشاہ کا اتنا احترام نہیں دیکھا جتنا کہ محمد (ﷺ) کے صحابہ ان کا کرتے ہیں۔ وہ ان کے لحاظ دہن کو بھی زمین پر نہیں کرنے دیتے۔ اگر محمد (ﷺ) تھوکتے ہیں تو ان کے صحابہ اُسے اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے منہ اور جسم پر غل لیتے ہیں اور وہ ادب کی وجہ سے آکھ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے۔ محمد (ﷺ) نے ہمارے سامنے ایک بہتر بات رکھی ہے، اسی کو ماننے میں تمہاری بہتری ہے۔ تم لوگ جنگ کے ارادہ سے باز آ جاؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان پر غلبہ حاصل نہ کر سکو گے۔

قریش نے عروہ بن مسعود کی بات نہ مانی۔ وہ دل برداشتہ ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت طائف واپس چلا گیا۔

رسول خدا ﷺ نے حضرت عمر سے کہا: تم مکہ جاؤ اور ہماری آمد کا مقصد بیان کرو۔

حضرت عمر نے کہا: آپ ﷺ جانتے ہیں کہ مکہ میں میرے قبیلہ کا ایک بھی فرد ایسا نہیں ہے، جو میرا دفاع کر سکے؟ آپ عثمان بن عفان کو بھیجیں، ان کے وہاں رشتہ دار ہیں۔ وہ ان کی حفاظت کریں گے۔

چنانچہ رسول خدا ﷺ نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کے پاس بھیجا۔ انھیں مکہ میں ابان بن سعید بن حاس نے پناہ دی اور انھوں نے رسول خدا ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ پھر انھوں نے ابوسفیان اور دیگر قریش سے آنحضرت ﷺ کے آنے کا سبب بیان کیا۔

حضرت عثمان تین دن تک مکہ میں ٹھہر گئے اور مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انھیں قریش نے قتل کر دیا۔

اب جنگ کا احتمال بڑھ گیا۔ رسول خدا ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا: تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ لڑائی کی صورت میں پشت نہ دکھاؤ گے۔

چنانچہ چودہ سو افراد نے درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ آج وہ جنگ کی صورت میں وہ بھی پشت نہ دکھائیں گے۔ وہ یا تو فتح حاصل کریں گے یا شہادت کو گلے لائیں گے۔ ”جد بن قیس“ کے علاوہ باقی تمام

افراد نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہی بیعت تاریخ میں ”بیعت رضوان“ کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

معادہ صلح

قریش نے ہوامار بن لوی کے ایک فرد اسمیل بن عمرو کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اور کہا: تم محمد (ﷺ) سے صلح کی گفتگو کرو اور صلح اس بات پر ہو کہ آپ اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں۔ جب وہ آ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے اسی شخص کو صلح کے ارادہ سے بھیجا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ اور اسمیل کے درمیان کافی طویل مذاکرات ہوئے۔ صرف معادہ کی تحریر باقی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان شرائط پر اعتراض کیا اور رسول خدا ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ (ﷺ) اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ فرمایا: ضرور ہوں۔

عرض کیا: کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟

فرمایا: ضرور تم مسلمان ہو۔

عرض کیا: کیا قریش مشرک نہیں ہیں؟

فرمایا: جی ہاں، وہ مشرک ہیں۔

عرض کیا: پھر ہم ذات آمیز شرائط کو کیوں قبول کر رہے ہیں؟

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، میں خدا کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا، خدا مجھے ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: بعد میں میں اپنی اس بے باکانہ گفتگو پر انہوس کرتا رہا اور میں نے اس کی تلافی کے لیے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مرقوم ہیں:

ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ

”جس دن سے میں نے اسلام قبول کیا، اس دن کے علاوہ میں نے کبھی شک نہیں کیا تھا۔“

معادہ کی تحریر کے لیے آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا: لکھو۔

اللہم

صحابہ نے پھر کیا: اور ہاں کٹوانے والوں پر بھی اللہ رحم فرمائے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: اللہ سرمٹوانے والوں پر رحم فرمائے۔

صحابہ نے پھر عرض کیا: اللہ ہاں کٹوانے والوں پر بھی رحم فرمائے۔

آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ہاں کٹوانے والوں پر بھی رحم فرمائے۔

صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے سرمٹوانے والوں کو ہاں کٹوانے والوں پر ترجیح کیوں دی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ انھوں نے سرمٹانے میں ذرہ برابر بھی تردد نہیں کیا۔ الغرض حدیبیہ ہی میں

ستر جانوروں کی قربانی کی گئی۔ اُن کا گوشت آپ ﷺ نے مقامی خیرا میں تقسیم کیا۔

الغرض آنحضرت ﷺ نے میں دن تک حدیبیہ میں قیام کیا تھا۔ بعد ازاں آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو

آپ ﷺ پر سورۃ فتح نازل ہوئی:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ

عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۚ وَيُخَصِّرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ۝

”یہیہا ہم نے آپ ﷺ کو واضح فتح عطا کی ہے تاکہ خدا آپ ﷺ پر لگائے گئے اگلے پچھلے

الزامات کو ڈھانپ دے اور آپ ﷺ پر اپنی نعمت پوری کرے اور آپ ﷺ کو سیدھے راستے پر ثابت قدم

رکھے اور آپ ﷺ کی زبردست مدد کرے۔“

فتح مبین

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ”فتح مبین“ کے حلق تین اقوال متحول ہیں:

① انس، قتادہ اور مفسرین کی ایک جماعت ہے کہ جن کے نزدیک اس سے فتح کہ مراد ہے، جس کا وعدہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت کیا گیا تھا۔

② کچھ مفسرین کہتے ہیں: اس سے فتح خیر مراد ہے۔

③ کچھ مفسرین بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو ہی فتح مبین کا نام دیا تھا۔ یہ اس لیے فتح تھی کہ مسلمان

مشرکین مکہ کے شر سے آزاد ہو گئے۔ پھر اہل مکہ مدینہ کا باہمی میل جول شروع ہوا۔ اہل مکہ نے قرآن سنا تو

مالک بتایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں تو نیک چلن والوں کی بھی کیا خوب (کمری) حدودی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

پاؤں کے درد کی عزیمت

کتاب طب اللہ میں جاہر بھی سے مقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن میں اپنے والد ماجد علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ بنی امیہ سے تعلق رکھنے والا ہمارا ایک محب آیا اور اس نے کہا: اے فرزندِ رسول! آپ کے پاس آنے کو جی چاہتا ہے، لیکن پاؤں کا درد چلنے نہیں دیتا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: کیا تجھے حسین بن علیؑ کے تعویذ کا علم نہیں ہے؟

اُس نے کہا: فرزندِ رسول! آپ ﷺ خود ہی رہنمائی فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: سورۃ فتح کی ابتدائی سات آیات تلاوت کر کے پاؤں پر دم کرو، ان شاء اللہ تمہاری یہ شکایت دور ہو جائے گی۔

چنانچہ اس شخص نے اس پر عمل کیا اور خدا کے حکم سے اُس کی تکلیف زائل ہو گئی۔

تفسیر فی اور مجمع البیان میں عمر بن یزید بیاض السامری اور مفضل بن عمر کی زبانی مقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے جو یہ فرمایا ہے: لِيَسْغُفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ تو اس سے آنحضرت ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کے جبر و شیعہ مراد ہیں۔ خدا نے ان کے گناہ معاف کیے ہیں۔

احتجاج طبری میں مرقوم ہے کہ شام کے ایک یہودی عالم نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تھی، اللہ نے اس کی توبہ قبول کی تھی، تو کیا تمہارے رسولؐ کو بھی ایسا شرف ملا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اپنے حبیبؐ کو اس سے بڑا رتبہ دیا اور ان کے لیے فرمایا: لِيَسْغُفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔

آنحضرت ﷺ پر گناہوں کا کوئی بوجھ نہیں تھا، مگر اس کے باوجود آپ ہمیشہ خوفِ خدا میں گریہ کرتے رہتے تھے اور بعض اوقات گریہ کرتے کرتے آپ بے ہوش ہو جاتے تھے۔

لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو اتنا گریہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، جب کہ آپ کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اَفَلَا اَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا ”کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟“

امام سجاد علیہ السلام کی عبادت

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ فاطمہ دختر امیر المومنین علیہ السلام جابر بن عبد اللہ انصاری کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے فرمایا: آپ صحابی رسول ہیں اور ہمارے آپ پر کچھ حقوق ہیں۔ اگر آپ ہم میں سے کسی کو دیکھیں کہ وہ کثرت عبادت کی وجہ سے ہلاک ہو رہا ہے تو آپ کا فرض ہے کہ اُسے منع کریں۔

آپ علی بن الحسین علیہ السلام کو آ کر دیکھیں، سجدوں کی وجہ سے ان کا ناک زخمی ہے اور ان کی پیشانی زخمی ہے، ان کا پورا وجود عبادت میں گم ہو چکا ہے۔ آپ ان کے پاس جائیں اور انھیں کثرت عبادت سے منع کریں۔

چنانچہ حضرت جابر آئے اور انھوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا: فرزند رسول! کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ نے اپنی جنت آپ حضرات اور آپ کے چاہنے والوں کے لیے بنائی ہے اور دوزخ آپ کے دشمنوں کے لیے بنائی ہے؟ پھر آپ اتنی زیادہ عبادت کا تکلف کیوں کر رہے ہیں؟

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: صحابی رسول! کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ نے اپنے حبیب کی اگلی پچھلی کمزوریوں کو ڈھانپ دیا تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ سخت عبادت کرتے تھے۔ آپ اتنی عبادت کرتے تھے کہ پاؤں پر دھرم آ جاتا تھا۔

کسی نے رسول خدا ﷺ سے عرض کیا تھا کہ آپ کو اتنی جدوجہد کی کیا ضرورت ہے؟

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: یہ تو جہ ہے لیکن کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟

رسول کے ذمہ کیا گناہ تھا؟

لَيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

اس آیت مجیدہ کا عام طور پر یہ ترجمہ کیا جاتا ہے: ”تاکہ خدا آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔“

سید ابن طاووس اپنی کتاب ”سعد السعود“ میں لکھتے ہیں کہ خاندانِ صمت کے ذریعہ سے ہم تک اس آیت کا جو

مفہوم آیا ہے وہ یہ ہے:

”کہ کے مشرک آنحضرت ﷺ کو بہت بڑا گناہ گار سمجھتے تھے کیونکہ آپ ان کے سینکڑوں خداؤں کے منکر تھے۔ آپ کی تبلیغ سے بہت سے لوگوں نے بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ پھر ہر واحد کی جنگیں ہوئیں، جن میں بہت سے مشرک مارے گئے تھے۔ اس لیے وہ آپ کو مجرم اور گناہ گار سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سورۃ حج کی اس آیت میں رفعِ مکہ کی بشارت دی اور یہ فرمایا: اس حج کی وجہ سے مشرکین آپ کو جن گناہوں کا مرکب سمجھتے ہیں وہ تمام حرموں کا گناہ و محل جائیں گے۔

چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کا حانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ آپ کی وجہ سے سخت خوفزدہ ہوئے۔ پھر جب آپ نے عام معافی دے دی تو انہیں دل میں یقین ہو گیا کہ محمد مصطفیٰ (ﷺ) مجرم نہیں تھے۔ اس کے برعکس ہم خود ہی مجرم ہیں۔ چنانچہ تَبْتَغُوا لَكَ اللَّهُ..... کا وعدہ پورا ہوا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا وَ أَهْلُونَا
فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِالسِّنْتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ
فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ
نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۱۱ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ
يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَ زُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي
قُلُوبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنًّا سَوْءًا ۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝۱۲ وَ مَنْ لَمْ
يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝۱۳ وَ لِلَّهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ۚ يَعْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ
يَشَاءُ ۚ وَ كَانَ اللَّهُ عَفُوًّا رَحِيمًا ۝۱۴ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا
انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لِّتَأْخُذُوا هَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيدُونَ أَنْ

يَبْدِلُوا كَلِمَ اللَّهِ ۖ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۚ
 فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۖ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝
 قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدْعَةٌ إِلَىٰ قَوْمِ أُولَىٰ بِأَيِّ
 شَيْءٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا
 حَسَنًا ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
 أَلِيمًا ۝ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا
 عَلَى الْمَرْيُومِ حَرَجٌ ۖ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا
 أَلِيمًا ۝ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ
 الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ
 فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا
 حَكِيمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ
 هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلَتَكُونُنَّ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ
 وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

”مصرائین جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بہت جلد آپ ﷺ سے کہیں گے ہمیں ہمارے
 اموال اور اہل و عیال نے مصروف رکھا لہذا ہمارے لیے بخشش طلب کیجیے۔ یہ اپنی زبانوں

ہے وہ بات کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ کہہ دیجیے اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا فائدہ دینا چاہے تو کون ہے جو اُس کے سامنے تمہارے لیے کچھ اختیار رکھتا ہو بلکہ اللہ تو تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔ بلکہ تم یہ گمان کیا کرتے تھے کہ پیغمبر اور مومنین اپنے اہل و عیال میں کبھی بھی لوٹ کر واپس نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے قلوب میں خوب صورت بنا دی گئی اور تم نے میرا گمان کر رکھا تھا اور تم ہلاک ہونے والی قوم ہو۔

اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لائے ہم نے ایسے کافروں کے لیے دیکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ آسمانوں اور زمین کی حکومت صرف اللہ کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا مہربان ہے۔ جب تم قیمت کے اموال لینے چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اٹھیں گے ہمیں بھی اجازت دیجیے کہ آپ کے ساتھ چلیں وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں۔ آپ پہلے کہہ دیجیے اللہ نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے۔ پھر وہ کہیں گے: ہمیں بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ اصل میں یہ لوگ بہت ہی کم فہم رکھنے والے ہیں۔

آپ ﷺ پیچھے رہ جانے والے ان بادیہ نشینوں سے کہہ دیجیے تم عنقریب ایک جنگ جو قوم کے مقابلے کے لیے بلائے جاؤ گے۔ تم یا تو ان سے جنگ کرو گے یا وہ اسلام قبول کریں گے۔ پس اگر تم نے فرمانبرداری کی تو اللہ تمہیں بہترین اجر سے نوازے گا۔ اگر تم نے اعراض کیا جیسا کہ تم نے پہلے اعراض کیا تھا تو وہ تمہیں شدید اور دردناک عذاب دے گا۔

(جہاد میں شرکت نہ کرنے میں) تابیغیہ پر کوئی حرج نہیں اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ ہی مریض پر۔ جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اللہ اُسے ایسی ہی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو اعراض کرے گا اللہ

اُسے دردناک عذاب دے گا۔

اور اللہ ان مومنین پر راضی ہو گیا جو حجر کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ پس جو ان کے قلوب میں تھا وہ اللہ کو معلوم ہو گیا لہذا اللہ نے ان پر سکون نازل فرمایا اور انھیں قریب ترین فتح عنایت فرمائی۔ اور وہ بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کریں گے اور اللہ غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم نے حاصل کرنا ہے۔ پس یہ (فتح) تو اللہ نے تمہیں فوری عطا فرمائی ہے۔ اُس نے لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تاکہ یہ اہل ایمان کے لیے ایک نشانی ہو اور تمہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دے۔ عیون اخبار الرضا میں بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کم و بیش یہی مفہوم منقول ہے۔

کتاب انصاف میں اعمش سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی اور اُس کے دھیوں کے گناہ نہیں ہوتے، کیونکہ وہ مصوم ہوتے ہیں اور پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جس نے اپنی زندگی کے چالیس سال اسلام پر گزارے (ایک اور روایت میں آپؐ نے تیس سال کی بات کی) تو اللہ تعالیٰ اُس کے گزشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب انسان نوے سال (اسلام) کی عمر میں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے گزشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان نوے سال کی عمر میں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو زمین میں اللہ کے قیدی کا نام دے دیا جاتا ہے اور وہ اپنے گمراہوں کی شفاعت کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مروی ہے کہ آپؐ نے اپنے آباء سے نقل کی، یہ حدیث ایک طویل حدیث ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کی جگہوں کا تذکرہ ہے۔ آپؐ نے ان جگہوں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو اپنایا، جو

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَأَعِزَّهُ جُنْدَهُ، وَغَلَبَ

الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَهُ الْمُلْكُ وَإِلَهُ الْحَمْدُ يَحْيَى وَيَمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

پھر آپ ﷺ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہر فریضہ نماز کے بعد یہ تکبیر اور یہ قول نہ پڑھو۔ ہاں اگر جس نے سلام کے بعد یہ قول پڑھا تو اُس نے اللہ کی طرف سے جو اس پر دین کی اور فکری نصرت کے شکر کا حق تھا، ادا کر دیا۔

اصول کافی میں ابو حمزہ، محمد بن مسلم اور ہشام بن سالم کی روایات موجود ہیں۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان فُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سکینہ سے مراد ”ایمان“ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِيُذَكِّرُوا إِيمَانًا نَقَّحَ إِيمَانُهُمْ ”تاکہ ان کے ایمان میں حریہ ایمان کا اضافہ ہو“۔

اصول کافی میں ہے: علی بن ابیہم نے اپنے والد سے، اُس نے بکر بن صالح سے، اُس نے قاسم بن برید سے، اُس نے کہا: ہمیں مروزیہری نے بیان کیا، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ وہ کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: اے عالم! مجھے یہ بتائیے اللہ کی بارگاہ میں کون سے اعمال افضل ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اعمال افضل ہیں کہ اللہ اُن کے بغیر کسی چیز کو قبول نہ کرے۔

میں نے عرض کیا: وہ کون سے اعمال ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور وہ ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ اس کا درجہ تمام اعمال سے بڑھ کر ہے۔

میں نے عرض کیا: آپ مجھے ایمان کے بارے میں خبر دیں کہ ایمان کیا ہے؟ کیا وہ صرف ایک قول ہے، عمل ہے یا

صرف قول ہے اور عمل نہیں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان تمام کا تمام عمل ہے، جہاں تک قول کی بات ہے وہ قول عمل کا حصہ ہے جو اللہ کی طرف

سے فرض ہے اور کتاب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کا نور واضح ہے، اس کی حجت ثابت ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں اس کی تعریف کریں، تاکہ میں اس کو سمجھ لوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے حالات و درجات و طبقات اور منازل ہیں۔ ان میں سے کچھ مکمل ہیں جو مکمل ہوتے

رہتے ہیں اور کچھ ناقص ہیں جن کا قصان واضح ہے اور ان میں سے کچھ رائج ہیں، جن کا رجحان زائد ہے وہ بڑھتا رہتا ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا ایمان مکمل بھی ہوتا ہے، کم بھی ہوتا ہے اور بڑھتا بھی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں!

میں نے عرض کیا: وہ کیسے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایمان کو انسان کے اعضاء و جوارح پر فرض کیا ہے اور اس پر اس کی تقسیم کی ہے۔ اعضاء و جوارح میں سے کوئی ایسا عضو نہیں ہے کہ ایمان جس کے حوالے نہ کیا گیا ہو۔ اس کا ایمان اس کے غیر عضو کے علاوہ ہوتا ہے۔

پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس صورت میں ملاقات کی کہ اس نے اپنے تمام اعضاء و جوارح کی حفاظت کی تھی اور اللہ نے جو کچھ اس اعضاء پر فرض کیا تھا، اس نے فرض کو ادا کیا تھا تو ایسا شخص کامل ایمان کے ساتھ اللہ کے ساتھ ملاقات کرے گا اور ایسا آدمی اہل جنت میں سے ہے اور جس نے ان اعضاء کے ایمان میں خیانت کی یا اللہ کے اوامر میں تعدی کی تو جب یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو وہ ناقص الایمان ہوگا۔

اس وقت میں نے امام علیؑ کے حضور عرض کیا: مجھے اس بات کی سمجھ تو آگئی ہے۔ ایمان کس طرح کم ہوتا ہے یا مکمل ہوتا ہے آپؑ یہ بتائیں ایمان میں اضافہ کیسے ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ "جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ (ازرا و تسفر) کہتے ہیں: اس سورہ نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس ایمان والوں کے ایمان میں تو اضافہ کیا ہے" اور هَذِهِ آيَاتُنَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَزَادَتْهُمْ إِيْنَانَا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ اور جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ (ازرا و تسفر) کہتے ہیں: اس سورہ نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے۔ پس ایمان والوں کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا ہے اور وہ خوش حال ہیں۔ اور البتہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، ان کی نجاست پر اس نے حرہ نجاست کا اضافہ کیا ہے اور وہ مرتے دم تک کفر پر ڈلے رہے۔ (سورہ توبہ: ۱۲۳-۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: وَخُنْ نَفْسٌ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْنَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدَتْهُمْ هُدًى ۚ (الکہف: ۱۸) "ہم آپ کو ان کا حقیقی واقعہ سناتے ہیں۔ وہ کئی جہان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے انہیں حرہ ہدایت دی۔"

اگر ایمان کی صرف ایک صورت ہوتی تو وہ نہ بڑھتا اور نہ کم ہوتا اور کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہ ہوتی اور نہ انعامات میں فرق ہوتا اور نہ لوگوں میں فرق ہوتا اور فضیلت کا نظام باطل ہو جاتا۔ کمال ایمان کے ساتھ مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور ایمان کی زیادتی کے ساتھ مومنین اللہ کی بارگاہ میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہوں گے۔ ایمان کی کمی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

عیون اخبار میں باب توحید میں آیا ہے۔ استاد کے ساتھ عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت ہے۔ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا: اے فرزند رسول! آپ اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ مومنین کہتے ہیں کہ جنت میں اہل ایمان اپنی منازل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوصلت! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد علیہ السلام کو اپنی مخلوق میں تمام انبیاء اور ملائکہ پر فضیلت بخش دی اور اُن کی اطاعت کو اپنی اطاعت ٹھہرایا اور اس کی بیعت کو اپنی بیعت ٹھہرایا اور آپ کی دنیا و آخرت میں زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من يعظم الرسول فقد اطاع الله

”جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْأَوَّلِينَ بَيِّعُواكَ إِتْمَانًا يَبْكَوْنَ اللَّهُ يُبْدِ اللَّهُ قُوَىٰ أَيْدِيهِمْ

”بے شک جن لوگوں نے میری بیعت کی تو انھوں نے اللہ کی بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔“

رسول اللہ علیہ السلام کا فرمان ہے:

من نهارني في حيواتي او بعد موتي فقد نهار الله

”جس نے میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے اللہ کی زیارت کی۔“

نبی اکرم علیہ السلام کا جنت میں جو درجہ ہے وہ سب سے اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

ومن نهاره في درجته في الجنة من منزله فقد نهار الله تبارك و تعالیٰ

”اور جس نے جنت میں آپ ﷺ کے مقام کی زیارت کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔

ارشاد مفید میں حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا واقعہ موجود ہے جو کافی طویل ہے۔ مامون اپنے مقام پر بیٹھا تو اُس نے دو بہت بڑے گدے منگوائے جو اس کی مجلس کے برابر ہو گئے اور ان پر حضرت امام رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔ اس وقت آپ کے سراقس پر عمامہ تھا اور کوار آپ نے حائل کر رکھی تھی۔ مامون نے اپنے بیٹے عباس کو آپ کی بیعت کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے پہلے بیعت کرے۔ پس امام رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اس کی پشت اپنے چہرے کے سامنے اور پتیلی لوگوں کے چہروں کے سامنے رکھی تو مامون نے کہا: اپنا ہاتھ بیعت کے لیے بڑھائیے۔

اس وقت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس طرح بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان سے اس طرح بیعت لی، جبکہ آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔

اجتاج طبری میں ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے خطبہ غدیر میں فرمایا:

ومن بايع فانما يبايع الله ، يدا الله فوق ايديهم معاشر الناس فاتقوا الله وبايعوا علياً امير المؤمنين والحسن والحسين والائمة كلمة طيبة باقية يهلك الله بها من غدر، ويرحم بها من وفى ومن نكث فانما ينكث..... الآية

”جس کسی نے بیعت کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو، حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور باقی تمام اماموں کی بیعت کرو۔ یہ کلمہ طیبہ ہیں جو باقی رہنے والا ہے جس نے ان سے غداری کی اللہ انہیں ہلاک کرے گا اور جس نے عہد کی وفا کی تو اللہ اس پر رحم فرمائے گا اور جس کسی نے بیعت کو توڑا تو اُس آیت کا مصداق ہوگا: ومن نكث فانما ينكث..... الخ“۔

اصول کافی میں ہے: ہاشم بن ابی عمار لکھنی اپنے استاد کے ساتھ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ سے سنا،

آپ نے فرمایا:

انا عين الله ، وانا يد الله ، وانا جنب الله ، وانا باب الله

”میں عین اللہ ہوں، میں ید اللہ ہوں، میں جنب اللہ ہوں اور میں ہی باب اللہ ہوں“۔

کتاب طل الشرائع میں ہے: یحییٰ بن ابی الطاہر الرازی نے استاد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حدیث

نقل کی۔ جب آپؐ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا: ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴿۱﴾ آپؐ نے فرمایا: ”ن“ سے مراد جنت میں ایک نہر ہے جو برف سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تو سیاہی بن جا تو وہ سیاہی بن گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک درخت لیا جس کو اپنے ہاتھ سے ٹو دیا، پھر فرمایا: تفسیر علی بن ابیہاشم میں ہے: بیعت رضوان میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَقَدْ رَافَعِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

”البتہ معنی اللہ ان مؤمنین پر راضی ہے جنہوں نے درخت کے نیچے آپؐ کی بیعت کی۔“

اس آیت کے نزول کے بعد یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ اس بیعت کے بعد رسول اللہ ﷺ جو کچھ کریں گے اور کہیں انہیں اس سے انکار کا حق نہیں ہوگا اور آپؐ جو حکم دیں گے وہ اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت رضوان کے نزول کے بعد فرمایا: والید القوۃ۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظٍ ﴿۱﴾ إِنَّ اللَّهَ فَوقَ أَعْيُنِهِمْ ﴿۲﴾ كَمَنْ لَّكُنَّا يَسْتَكْبِرُ

نَفْسِهِ ﴿۳﴾ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَاهِدٍ عَلَيْهِ اللَّهُ فَنَسِيَهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۴﴾

”جو لوگ آپؐ کی بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے ہیں، ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس کی عہد شکنی کا وبال خود اس کی ذات پر ہوگا اور جو خدا کی عہد کو پورا کرے گا تو اللہ عنقریب اس کو اجر عظیم عطا کرے گا۔“

اللہ تعالیٰ ان پر اس شرط کے ساتھ راضی ہوا کہ جب وہ اس کے بعد اللہ کے عہد و حقائق سے وفا کریں گے اور اپنے عہد و حقائق کو نہیں توڑیں گے۔ اس معاہدہ کی پاسداری سے اللہ ان پر راضی ہوا۔ اس لیے پہلے بیعت رضوان والی آیت نازل ہوئی۔ پھر آیت شرط نازل ہوئی۔

حضرت امام علیؑ نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے ساتھیوں کی طرف لکھا جس میں حضرت عائشہ کے ہمراہ کی طرف خروج کا ذکر کیا تھا اور طلحہ و زبیر کی خطا کو ایک بہت بڑی خطا ٹھہرایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا: یہ خطا کس قدر ایک بہت بڑی خطا تھی کہ وہ دونوں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کو اس کے گھر سے باہر نکالا اور اس کے حجاب کو کشف کیا حالانکہ اللہ نے اُسے اس کے گھر میں مستور رکھا ہوا تھا۔

کتاب معانی الاخبار میں جناب ابن عباسؓ سے ایک طولانی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس کی عہد شکنی کا وبال خود اس کی ذات پر ہوگا اور جو خدا کی عہد کو پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا کرے گا۔“

وطن کیا ہے؟

أصول کافی میں ایک روایت ہے جس کے راوی احمد بن عمر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے حضور حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: احسنوا الظن باللہ ”اللہ کے بارے میں حسن عن رکھو“۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

مِنْ حَسَنِ ظَنِّهِ بِاللَّهِ كَانَ اللَّهُ عِنْدَ ظَنِّهِ بِهِ

”جس کسی نے اللہ کے بارے میں محسن عن رکھا تو اللہ نے بھی اُس سے محسن عن فرمایا۔“

یہ حدیث طولانی ہے بس ہم نے اپنی ضرورت کے مطابق اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔

مغایم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انشَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَائِمٍ لِّتَأْخُذُوا..... ⑤

”جب تم آہدہ چل کر مالِ قیمت حاصل کرنے کے لیے روانہ ہو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے.....“

کتاب خصال میں ابوامامہ ابن عباسؓ اور جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مجھے وہ پانچ چیزیں عطا کی گئیں جو اس سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ میرے لیے زمین کو مسجد قرار دیا گیا اور اُسے پاک و پاکیزہ بنایا گیا۔ رُعب کے ذریعے میری نصرت کی گئی اور خاتمِ میرے لیے حلال کیے گئے۔

کتاب احتجاج طبری میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے جو آپؑ نے اپنے آباء و اجداد سے قبل کی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ایک یہودی جو اہل شام میں سے تھا وہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو من و سلویٰ عطا کیا۔ کیا حضرت محمد ﷺ کو کچھ اس طرح کی چیز عطا کی گئی ہے؟ تو امام علیہ السلام نے اُسے فرمایا: جی ہاں! جو کچھ رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوا وہ من و سلویٰ سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اور اُن کی اُمت کے لیے خاتم کو حلال کیا حالانکہ اس سے قبل کسی اُمت کے لیے خاتم حلال نہ تھے اور یہ من و سلویٰ سے افضل ہیں.....

لَقَدْ رَفَعِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ⑥

”خدا ان مؤمنین سے جنھوں نے درخت کے نیچے آپؐ کی بیعت کی ان پر راضی اور خوش ہوا اور اللہ اس (سپاہی اور ایمان) کو جو اُن کے قلوب میں پنہاں تھا، جاتا تھا لہذا اُس نے اُن کے قلوب پر سکون و اطمینان نازل کیا اور اجر کے اعتبار سے ایک نزدیکی فتح انھیں نصیب فرمائی۔“

علی بن ابیہم کی تفسیر میں ہے کہ مجھے حسین بن عبد اللہ سکینی نے بتایا اور انھوں نے ابو سعید جبلی سے، انھوں نے عبد الملک بن ہارون سے، انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے معاویہ کی طرف ایک خط میں لکھا:

انا اول من بايع رسول الله تحت الشجرة

”میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے درخت کے نیچے سب سے پہلے رسول اللہ کی بیعت کی۔“

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِطَبْعٍ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ

”وہ وہی تو ہے جس نے ان کا ہاتھ تم سے اور تمھارا ہاتھ ان سے مکہ میں روک دیا۔ بعد ازیں تمہیں

ان پر فتح دے دی۔“

اس میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ ایسا دشمن جس نے کئی بار مدینہ پر حملہ کیا تھا اب وہ کچھ اس طرح مرعوب ہو چکا ہے کہ

اُس نے تم سے صلح کی پیش کش کی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا ہوگی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صلح کی طعت کی خبر

دی اور فرمایا:

هُمَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا وَكُمَ عَنِ السَّجْدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْلُومًا أَنْ يَبْلُغَكُمْ مَجْلَهُ ۖ وَلَوْلَا

بِرَجَالٍ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ فَيُضَيِّبُكُمْ وَتَهُمُ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

”وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر ہو گئے ہیں اور آپ کو مسجد الحرام کی (زیارت) سے روک دیا ہے اور

تمھاری قربانیوں کے قربان گاہ تک پہنچنے سے مانع ہوئے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ صاحب ایمان

مرد اور عورتیں تمھاری بے خبری میں تمھارے پاؤں تلے روندے جائیں گے اور اس طرح سے ایک

عادر و صیب تمہیں لاشعوری طور پر لگ جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بات کی خبر دی کہ صلح کی طعت یہ ہے کہ وہ مؤمنین اور مومنات جو مکہ میں تھے اگر صلح نہ

ہوتی اور جنگ ہوتی تو جنگ کی صورت میں بے خبری میں وہ مارے جائیں گے۔ جب صلح ہوئی تو باقی لوگ ایمان لے آئے

اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔ تو اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ ایک عظیم ترین فتح تھی۔

اصول کافی میں ہے کہ علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے سنا، اُس نے ابن ابی عمیر سے، اُس نے معاویہ بن عمار سے

سنا، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حدیبیہ کے لیے خروج فرمایا تو یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ آپؐ نے آخری مقام پر

احرام باندھا اور اپنا اسلحہ بھی زیب تن کیا۔ جب اس واقعہ کی خبر مشرکین کو ملی تو انھوں نے آپؐ کی طرف خالد بن ولید کو بھیجا

تاکہ وہ آپؐ کو واپس کر دے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: کوئی ایسا آدمی لے آؤ جو ہمیں انجینی راستے سے لے جائے۔ ایک

آدی قبیلہ مزینہ یا چھپہ کا لایا گیا۔ جب اُس سے کسی دوسرے راستے کا پوچھا گیا تو وہ نہیں جانتا تھا۔ ایک اور آدی کو لایا گیا وہ بھی مزینہ قبیلہ کا فرد تھا۔ وہ آپ کو ایک دشوار گزار راستے سے لے آیا۔ جب آپ مشکل راستے سے نکل کر وادی کے انعام پر ہموار اور نرم زمین پر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اللہ سے اس طرح معافی مانگو جس طرح بنو اسرائیل نے مانگی تھی۔

آپ نے فرمایا: اس دروازے میں، مسجد کے کی حالت میں داخل ہو جاؤ اور کہو: ہم اپنی خطاؤں کی تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں۔

راوی کہتا ہے: انصار سواروں نے جلدی کی۔ کہا گیا ہے کہ اُن کی تعداد ایک ہزار آٹھ صد تھی۔ جب حدیبیہ میں پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کا لشکر اُترا تو وہاں ایک عورت اور اس کا بیٹا ایک پرانے کنوئیں پر موجود تھے۔ اس کے بیٹے نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔ جب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ عورت چینی اور چلائی کہ یہ سب صائبین ہیں، ان سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پس رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور اُسے پانی لانے کے لیے کہا تو وہ پانی لائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس سے پانی لیا اور پیا اور اُس سے چہرہ انور کو دھویا۔ اُس عورت نے بچا ہوا پانی واپس کنوئیں میں ڈال دیا۔

تھوڑی دیر بعد مشرکین نے ابان بن سعید کو رسول خدا ﷺ کے پاس بھیجا۔ پھر انھوں نے عیسیٰ کو آپ کی طرف بھیجا۔ اُس نے کثرت کے ساتھ قربانیوں کو دیکھا اور یہ دیکھ کر واپس چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آیا۔ واپس جا کر ابوسفیان سے کہا کہ میں نے وہاں قربانی کے جانوروں کو کثیر تعداد میں دیکھا ہے لہذا ان کو ان کے مقام تک پہنچنے سے روک دینا مناسب نہیں ہے۔ اس نے اُس سے کہا: خاموش ہو جاؤ، تم اعرابی ہو تمہیں کیا خبر۔ ہم محمد کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ پھر انھوں نے عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ جب وہ آیا تو اُس نے وہاں مغیرہ کو پایا۔ اس کا مغیرہ کے ساتھ ایک واقعہ ہو چکا تھا۔ وہ یہ کہ حاجب کفر میں یہ بعض لوگوں کے ساتھ تھے۔ موقع پا کر انھوں نے ان سب کو قتل کر دیا تھا اور ان کے تمام مال پر قبضہ کر لیا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام لے آئے اور وہ مال بھی پیش کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے اسلام کو قبول کرتے ہیں لیکن اس مال کو نہیں۔ یہ مال حرام ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ عروہ کو رسول اللہ کے پاس لایا گیا اور آپ کے حضور کہا گیا کہ یہ عروہ بن مسعود ہیں۔ وہ آپ کے پاس آیا ہے اور اتنی کثیر قربانیوں کو دیکھ کر حیرانی ہے۔ وہ جب آپ کے سامنے آیا تو کہا: اے محمد! آپ یہاں کس لیے آئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ بیت اللہ کا طواف کروں اور صفا و مروہ کے درمیان سنی کروں اور اڈھوں کو نحر کروں اور پھر واپس چلا جاؤں۔ مروہ نے آپؐ کی گفتگو سن کر کہا: نہیں، لات و عزلی کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ قوم نے اللہ کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ آپؐ ان کے ملک پر ان کی اجازت کے بغیر چڑھ دوڑے ہیں۔ آپؐ نے ان کے ساتھ قطع رحمی کی ہے۔ آپؐ نے ان کے دشمن کو ان پر مسلط کیا ہے۔ رسول اللہؐ نے اُس کے جواب میں فرمایا: میں ایسا کرنے نہیں آیا۔

راوی کہتا ہے: جس وقت مروہ رسول اللہؐ سے گفتگو کر رہا تھا تو دوران گفتگو وہ آپؐ کی ریش مقدس کو پکڑ لیتا۔ مغیرہ اس وقت آپؐ کے پاس کھڑا تھا۔ وہ مروہ کے ہاتھ کو جھک دیتا۔ اس وقت اُس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تیرے بھائی کا بیٹا مغیرہ ہے تو اُس وقت اُس نے کہا: اے غدار! میری یہ تنگ و دو تیری ہی غداری کی وجہ سے ہے۔

بعد ازیں وہ واپس اپنی قوم کے پاس چلا آیا اور انہیں یہ رپورٹ دی۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کی اینٹوں میں وہ عزت نہیں دیکھی جو مجھ کے ساتھی محمدؐ کی کرتے ہیں۔

شرکین نے آپؐ کی طرف اسیل ابن عمرو اور حوطلب بن عبدالعزیٰ کو بھیجا۔ جب رسول اللہؐ نے ان کو آتے دیکھا تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ انہیں قربانی کے جانور دکھاؤ۔ انہوں نے آپؐ سے آنے کا مقصد پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: میں یہاں اس لیے آیا ہوں تاکہ بیت اللہ کا طواف کروں اور صفا و مروہ کے درمیان سنی کروں۔ قربانی کروں اور واپس چلا جاؤں۔ ان دونوں نے کہا: قوم نے اللہ کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ آپؐ ان کے ملک اُن کی اجازت کے بغیر داخل ہوئے ہیں۔ آپؐ نے قطع رحمی کی ہے اور ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیا ہے۔

راوی کہتا ہے: رسول اکرمؐ نے اُن کی ان باتوں سے انکار کیا کہ ایسی بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ اُس وقت رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کو ان کی طرف بھیجا چاہا تو انہوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! وہاں میرا قبیلہ مختصر ہے۔ وہاں میری جان کو خطرہ ہے۔ اس بات کو آپؐ خوب جانتے ہیں اس امر کے لیے میں حضرت عثمان بن عفان کا نام پیش کرتا ہوں۔ اُس وقت آپؐ نے اُن کی طرف حضرت عثمان کو بھیجا اور فرمایا: اپنی اس قوم کے موئین کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پروردگار کے فتح مکہ کے وعدہ کی خوشخبری سناؤ۔ جب حضرت عثمان ان لوگوں کے پاس گئے تو سب سے پہلے اُن کی ملاقات ابان ابن سعید سے ہوئی۔ وہ اُس کے تعاون سے مکر گئے اور وہاں جا کر انہیں بخیر اکرمؐ کا پیغام سنایا تو انہوں نے وہاں انہیں اپنے ہاں نظر بند کر لیا۔ لیکن عام طور پر یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جب یہ

خبر رسول اکرم ﷺ کو ملی تو آپؐ نے فرمایا: عثمان کے خون کا قصاص فرض ہے۔ پھر آپؐ نے وہاں اپنے صحابہ سے بیعت لی۔ تمام صحابہ نے آپؐ کی بیعت کی اور سب نے دلولہ انگیز جوش کے ساتھ جاثاری کا وعدہ کیا۔ اس وقت مسلمانوں نے کہا: حضرت عثمان خوش قسمت ہیں کہ اُس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی کی اور پھر محل بھی ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ جس وقت حضرت عثمان واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے طواف کیا تھا؟ تو اُس نے کہا: نہیں، جب رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کر سکے تو میں کیسے کرتا۔ پھر اپنی ساری داستان سائی۔ پھر آپؐ نے حضرت امام علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

صلح حدیبیہ کا معاہدہ تحریر کرو۔ لکھو، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اس وقت سُہیل نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رُحْن کیا ہے؟ اور رَحْم کیا ہے؟ تم وہی لکھو جو ہم لکھا کرتے ہیں: بِاسْمِکَ اللہم۔ رسول اللہ نے فرمایا: اے علی! لکھو یہ معاہدہ رسول اللہ اور اسمیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے۔

سُہیل نے کہا: اگر ہم آپؐ کو پیغمبری تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کس بات کا تھا؟ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھئے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، لکھو۔ یہ وہ چیز ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے سُہیل بن عمرو سے صلح کی۔

صلح حدیبیہ کی شرائط

① دس سال تک دونوں کی طرف سے جنگ متروک رہے گی۔

② جو شخص قریش میں سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے پاس آئے اور مسلمان ہو جائے اُسے واپس کر دیں

اور جو شخص ان افراد میں سے جو محمدؐ کے پاس ہیں قریش کی طرف پلٹ آئے تو اُس کا واپس لوٹنا نا ضروری نہیں ہے۔

③ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں۔

④ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

⑤ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہوں۔

اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو سُہیل کے بیٹے ابو جہل جو اسلام لاپکے تھے اور مکہ میں کافروں

نے انھیں قید کر رکھا تھا، کسی طرح بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور سب کے سامنے گر پڑے۔ اُس وقت

سُہیل نے کہا: صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ابھی معاہدہ قلم بند نہیں ہوا۔ اس وقت سہیل نے کہا: ہم کو یہ صلح منظور نہیں۔ آپؐ نے چند دفعہ اصرار کیا لیکن سہیل نہ مانا۔ مجبوراً آپؐ کو تسلیم کرنا پڑا تو اسی وقت ابو جہل بول پڑا: یا رسول اللہ! آپؐ مجھے ان کافروں کے حوالے کریں گے؟ آپؐ نے اس کے حق میں دعا دی:

اللہم اجعل لابی جندل مخرجاً

”اے اللہ! تو ابو جہل کے لیے اچھائی کا راستہ نکال۔“

علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے، اُس نے ابن ابی عمیر اور محمد بن اسماعیل سے، اُس نے مفضل بن شاذان سے، اُس نے ابن ابی عمیر اور صفوان سے، اُس نے معاویہ سے اور اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے محصور اور مصدود کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: محصور اور ہوتا ہے مصدود اور ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کوئی مرض آڑے آجائے تو وہ محصور ہوتا ہے۔ مصدود وہ ہوتا ہے جس کا راستہ مشرکین روک دیں۔ جس طرح رسول اللہ اور ان کے اصحاب کے ساتھ مشرکین نے کیا تھا۔ جو مصدود ہو جائے تو اس پر اس کی عورت حلال ہوتی ہے۔ جو محصور ہو تو اس پر اس کی بیوی حلال نہیں ہوتی۔

میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا جب وہ حدیبیہ سے واپس لوٹے تھے حالانکہ انھوں نے طوافِ نساء نہیں کیا تھا اور ان پر ان کی عورتیں حلال ہو گئی تھیں؟ یہ دونوں حکم ایک جیسے نہیں ہیں۔ رسول اللہ مصدود تھے اور امام حسین علیہ السلام محصور تھے۔

محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد سے، اُس نے فضل بن یونس سے، اُس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا، وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا: جو حج کا ارادہ رکھتا تھا کہ بادشاہ نے عرفہ کے دن اُسے گرفتار کر لیا۔ ابھی وہ عرفات میں نہیں گیا تھا۔ اُسے مکہ بھیج دیا اور بند کر دیا۔ نحر کے دن اُسے چھوڑ دیا۔ اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ لوگوں سے طہق ہو جائے، مزدلفہ میں وقوف کرے پھر منیٰ میں آئے اور ری کرے، قربانی کرے، سرمٹہ وائے۔ اس کے علاوہ اس پر اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: اگر اس آدمی کو بادشاہ اس دن چھوڑے جس دن لوگ منیٰ سے واپس جا رہے ہوں تو اس صورت میں کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: ایسا آدمی حج سے مصدود ہے۔ اگر وہ مکہ میں داخل ہو تو حج کے لیے عمرہ جمع کرے، پھر کعبہ کا طواف کرے، پھر سعی کرے اور سرمٹہ وائے اور قربانی کرے۔ اگر اس کا حج افراد ہو تو پھر وہ قربانی نہ کرے۔

کتاب کمال الدین و تمام العتمہ میں چند ایک روایات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہیں جن کا ماحصل یہ

ہے کہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فلاں، فلاں، فلاں کو قتل کیوں نہ کیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں قتل نہ کیا۔

لَوْ تَزَيَّنُوا لَعَذَبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝
”اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کرتے۔“

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: ان کے تراویل سے کیا مراد ہے؟
آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کچھ ایمان والی امانتیں کفار اور منافقین کے اصحاب میں تھیں۔ امام علی علیہ السلام ان کے آباء کو قتل نہیں کرتے تھے جب تک یہ امانتیں ظاہر نہ ہوئیں اور اس طرح ہم اہل بیتؑ کے قائم ظاہر نہیں ہوں گے جب تک یہ امانتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔

علی بن ابراہیم نے اس آیت اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَبِيَّةَ الْحَبِيَّةَ (الْبَاهِلِيَّةِ) (اس وقت کو یاد کرو جب کافر اپنے دلوں میں جاہلیت کا حصہ اور نخوت رکھتے تھے) کی تفسیر میں لکھا ہے:

جس وقت قریش اور سہیل بن عمرو نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم رخصت اور رجم کو نہیں جانتے اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا: اگر ہم آپؐ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر آپؐ سے جنگ و جدال کیوں کرتے۔ معاہدہ میں ”محمد بن عبد اللہ“ لکھو۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: رسول اللہ ﷺ ہر دن مجھے چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے:

① شک ② شرک ③ حسیت ④ غضب ⑤ بغاوت اور ⑥ حسد۔

اصول کافی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے چھ کو مجھے سے معذب کیا ہے: ① عربوں کو مصیبت سے، ② دہقانوں کو کبر و فرور سے، ③ امراء کو ظلم و جور سے، ④ فقہاء کو حسد سے، ⑤ تاجروں کو خیانت سے۔
اصول کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جس کسی کے دل میں رائی برابر مصیبت ہوئی اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن جاہل عربوں کے ساتھ محشور کرے گا۔

ایک حدیث میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے بیان ہوا ہے کہ جب آپؑ سے کسی نے مصیبت کے بارے میں

سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

العصبية التي ياثم عليها صاحبها ان يرى الرجل شرار قومه خيراً من خيار قومه
اخرين وليس من العصبية ان يحب الرجل قومه ولكن من العصبية ان يعين

قومه علی الظلم

”وہ تعصب جو گناہ کا موجب ہے یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اپنی قوم کے بُرے افراد کو دوسری قوم کے نیک اور اچھے افراد سے برتر سمجھے لیکن اپنی قوم سے محبت کرنا اور انھیں دوست رکھنا تعصب نہیں ہے۔ تعصب یہ ہے کہ ظلم و ستم میں اُن کی مدد کرے۔“

نہج البلاغہ میں آیا ہے:

فاطفنوا ما کمن فی قلوبکم منی نیران العصبیة اعتقاد الجاهلیة وانما تلك الحیة یکون فی المسلم من خطرات الشیطان ونحواته ونزعاته ولفشاته
”تعصب کے وہ شرارے اور جاہلیت کے وہ کینے جو تمہارے دلوں میں ہیں، انھیں بھجوادو، کیونکہ یہ نفرت و محبت اور ناروا تعصب مسلمانوں میں شیطانی نفرت اور دوسروں میں سے ہے۔“

اصول کافی میں ہے کہ علی بن ابراہیم نے محمد بن عیسیٰ بن عید سے پوچھا: اُس نے یس سے اور اُس نے جمل سے، اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے اس قول **وَالْزَمَهُمْ کَلِمَةَ التَّقْوَىٰ** سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: **هُوَ الْإِيمَانُ** ”وہ ایمان ہے۔“

امالی شیخ صدوق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله عز وجل عهد النبی فی علی بن ابی طالب عهداً قلت: یا رب بینہ لی قال اسمع: قلت: قد سمعت، قال ان علیاً رایة الهدی وامام اولیائی ونور من اطاعنی وهو الکلمة التي الزمتها المستقین من احبه احببنی ومن اطاعه اطاعنی

”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے علیؑ کے بارے میں عہد لیا۔ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار وہ عہد کیا ہے؟ وہ میرے لیے بیان فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سنو! میں نے عرض کیا: سن رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک علیؑ ہدایت کا پرچم ہے، میرے ولیوں کا امام ہے، میرے اطاعت گزاروں کا نور ہے، وہ کلمہ ہے جس کو متقین نے اپنے اوپر لازم کیا ہوا ہے۔ جس نے اُس سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس کی اطاعت کی تو اُس نے میری اطاعت کی۔“

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ٢١ وَلَوْ قُتِلْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ لَا الْأُذُبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ٢٢ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ٢٣ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ٢٤ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّهُ ۖ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوُّهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ لَوْ تَزَيَّيْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ٢٥ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَبِيَّةَ حَبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ٢٦ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّعْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ۖ

مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ ۚ لَا تَخَافُونَ ۚ فَعَلِمَ مَا لَمْ
تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۳۷﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿۳۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۚ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ
السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۖ
كَزُرٍّ أَخْرَجَ شَطْطَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ
يُعِجِبُ الزُّرَّاءَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۹﴾

”اور دوسری (قیمتیں بھی دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے (اور) خدایٰ ان پر حاوی
تھا اور خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر کافر (سرزمینِ حدیبیہ میں) آپؐ سے جگ کرتے تو
بہت جلد بھاگ جاتے اور وہ پھر کوئی اپنا ولی اور یار و مددگار نہ پاتے۔ یہ سنتِ الہی ہے جو
اس سے قبل بھی یہی تھی اور آپؐ کبھی بھی سنتِ الہی میں تبدیلی نہ پائیے گا۔

وہ وہی تو ہے جس نے ان کا ہاتھ آپؐ سے اور آپؐ کا ہاتھ اُن سے مکہ میں روک لیا۔
بعد ازیں آپؐ کو ان پر فتح عنایت کردی اور جو کچھ آپؐ انجام دیتے ہیں خدا اُسے دیکھ

رہا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے آپ کو مسجد الحرام کی (زیارت) سے روکا ہے اور آپ کی قربانیوں کے قربان گاہ تک پہنچنے سے مانع ہوئے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ صاحب ایمان مرد اور عورتیں آپ کی بے خبری میں آپ کے پاؤں تلے روندے جائیں گے اور اس طرح سے ایک عار لاشعوری طور پر لگ جائے گا (تو خدا ہرگز اس جنگ سے مانع نہ ہوتا)۔ مقصد یہ تھا کہ خدا جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اگر مومنین اور کفار (مکہ میں) ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب سے معذب کرتے۔

اس وقت کو یاد کرو (اور اس کے مقابلے میں) خدا نے اپنے رسول اور مومنین پر سیکندہ نازل کیا اور ان کے لیے تقویٰ کو لازم کیا، کیونکہ یہ لوگ زیادہ شائستہ، لائق اور اس کے حق دار اور اہل حق تھے اور خداوند تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول کو خواب میں دکھایا وہ سچ تھا۔ اگر اللہ نے چاہا تو تم سب کے سب قطعی طور پر انتہائی امن و امان کے ساتھ اس حالت میں کہ تم اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے ہوں گے یا اپنے ناخنوں کو کٹوائے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور کسی شخص سے تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا لیکن خدا کچھ ایسی چیزوں کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے (اور اس تاخیر میں بہتری تھی) اور اس سے قبل اس نے تمہارے لیے ایک قریب کی فتح قرار دی۔ وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام دینوں پر غلبہ اور کامیابی دے اور اس بات کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے۔

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ انہیں ہمیشہ رکوع اور سجدے میں دیکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کی طلب کرتے ہیں اُن کی علامت اُن کے چہرے پر سجدہ کے اثر سے

نمایاں ہے۔ یہ تعریف تو ان کی تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسی زراعت کی طرح ہیں، جس نے اپنی کوٹلیں نکالی ہیں۔ پھر وہ طاقت حاصل کر کے مضبوط اور محکم ہو گئی ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی اور اس قدر پھلی پھولی کہ زراعت کرنے والوں کو حیران کر دیا۔ یہ اس بنا پر ہے کہ کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان میں سے ایسے لوگوں سے جو ایمان اور عمل صالح بجالائے، بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

کتاب خصال میں احادیث بیان ہوئی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نحن كلمة التقوى وسبيل الهدى ”ہم کلمہ تقویٰ ہیں اور ہم ہی ہدایت کا راستہ ہیں۔“

کتاب توحید میں ہے: جناب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: انا عبودة الله الوثقى وكلمة التقوى ”میں ہی عروۃ الوثقی ہوں اور کلمہ تقویٰ ہوں۔“

کتاب طل الشرائع میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کی تفسیر میں فرمایا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کی تفسیر میں فرمایا: لا الہ الا اللہ کلمہ وحدانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر اعمال قبول نہیں فرمائے گا اور یہی کلمہ تقویٰ ہے۔ اس کے ذریعے قیامت کے دن اعمال کے وزن کو بھاری کر دے گا۔

کتاب طل الشرائع میں ہے کہ سلیمان بن ہرآن نے اپنے استاد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ وہ شخص کہ جس کا پہلا ج ہو اس کے لیے خانہ کعبہ میں داخل ہونا کیوں مستحب ہے جو دوسرے حاجیوں کے لیے نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ وہ اللہ کی دعوت پر گیا ہے، اس پر یہ پہلا ج فرض ہے، لہذا اس کے لیے واجب ہے کہ جس نے اس کو بلایا ہے اس کے پاس پہنچے اور اس کے گھر میں اس کا اکرام ہو۔ پھر میں نے عرض کیا: جس کا پہلا ج ہے، اس پر سرمنڈوانا کیوں واجب ہے؟ حالانکہ دوسرے حاجی کے لیے واجب نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تاکہ مومنین کی طاعت اس پر لگ جائے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا: لَتَذْكُرَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ أَوْفَيْنَ الْمُحَقِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمَقُودِيْنِ لَا تَخَافُوْنَ ”تم لوگ ان شاء اللہ سرمنڈوا کر اور تھوڑے سے ہال ترشوا کر اس واطمینان کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے، ڈرو نہیں۔“

پھر میں نے عرض کیا: پھر جو شخص پہلا جگہ کر رہا ہے اس پر مشعر الحرام میں پیدل چلتا کیوں ضروری ہے؟
آپؐ نے فرمایا: تاکہ وہ جنت میں چھل قدمی کا حق دار بن جائے۔

اسول کافی ہے: جناب ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: میں آپؐ پر قربان جاؤں، کیا جمولے اور تچے خوابوں کا مخرج ایک ہوتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جو خواب تچے یا جمولے ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ جب انسان رات کے پہلے حصہ میں خواب میں دیکھے تو وہ اکثر جموٹا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی اچھائی نہیں ہوتی وہ خواب سچا ہوتا ہے جو دو تہائی رات کے گزر جانے کے بعد دکھائی دے کیونکہ اس وقت ملائکہ زمین پر نازل ہوتے ہیں اور یہ سحری سے قبل ہوتا ہے۔ ایسا خواب سچا ہوتا ہے ان شاء اللہ، مگر صاحب خواب کا جنبی ہونا اور طہارت کے بغیر سویا ہو تو جموٹا ہو سکتا ہے۔

پیغمبرؐ کا سچا خواب

کتاب احتجاج طبری میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ شام کے ایک یہودی نے حضرت امیر المومنینؑ کے حضور کہا: یہ جناب یوسفؑ تھے جو مسافرت میں رہے، قید میں ڈالے گئے تاکہ معصیت سے بچ جائیں، اکیلے کنوئیں میں ڈالے گئے!

امامؑ نے یہ سن کر فرمایا: جی ہاں! جس طرح جناب یوسفؑ عالم غربت میں رہے، اس طرح رسول اللہؐ بھی غربت میں رہے۔ اپنے اہل و عیال سے، اپنے اللہ کے رم۔ ہجرت فرمائی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں محزون دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جناب یوسفؑ کی طرح خواب دکھایا۔ اس کی تعبیر اس طرح ظاہر ہوئی جس طرح جناب یوسفؑ کے خواب کی تعبیر ظاہر ہوئی تھی۔ تمام عالمین نے اس حقیقت کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُولَ بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنِ شَاءَ اللَّهُ أَوْفَيْنَّ
مُحَمَّدًا وَرِجَالَهُ مِثْلَ الْقُرُونِ لَا تَخْلُونَ

”اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو خواب میں دکھایا اُسے سچ کر کے دکھا دیا، اگر اللہ نے چاہا تو تم سب کے سب قطعی طور پر اچھائی امن و امان کے ساتھ اس حالت میں کہ تم اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے ہوں گے یا اپنے ناخنوں کو کٹوائے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور کسی شخص سے تمہیں کوئی

خوف نہیں ہوگا۔“

کتاب انصال میں ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: عورتوں پر اذان نہیں ہے۔ پھر آگے فرمایا: ان پر طلق بھی نہیں۔ ان کے لیے قصیر ہے کہ وہ تھوڑے سے سر کے بال کنوائیں۔

خیر کے فتح کی نوید

فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ مَثَقَاتِ نَبِيٍّ كِي تَفْسِيرِ مِثْلِ عَلِي بْنِ اِبْرَاهِيمَ لَكْتِي هِي: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے لوٹے اور آپ کو خیر کے فتح کی نوید سنائی گئی:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِمْ ”وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے ادیانِ عالم پر غلبہ عطا کرے۔“

اس سے مراد وہ امام ہے جس کو اللہ تعالیٰ تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے گا تو وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

محمد رسول اللہ اور اُن کے اصحاب کافروں پر سخت ہیں

اصول کافی میں ہے، ایک طولانی حدیث ہے جس میں حضرت رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ مُرَّاتٍ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي السُّورَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ انہیں ہمیشہ رکوع اور سجدے میں دیکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اللہ کے فضل اور اُس کی رضا کی طلب کرتے ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے واضح ہے۔ یہ تعریف تو ان کی تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے۔“

ایک اور دوسرے مقام پر ان کے بارے میں فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
(سورہ تحریم: ۸)

”اُس دن اللہ اپنے نبی کو رسوا نہیں کرے گا اور نہ ہی ان لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ اُن کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔“

جنت کے دروازے پر لکھا ہے علیؑ رسول اللہ کے بھائی ہیں

کتاب خصال میں ہے: جناب جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دروازے پر لکھا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيُّ أَخُو الرَّسُولِ۔ ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور امام علیؑ رسول اللہ کے بھائی ہیں۔“ یہ کلمات اس کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھے گئے۔

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے حدیث مروی ہے، آپؑ فرماتے ہیں: تَوَاصَلُوا وَتَبَاهَرُوا وَتَرَاحَمُوا وَكُونُوا إِخْوَةً بَرَرَةً كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ”ایک دوسرے سے صلہ رحمی کرو، نکلی اپناؤ اور ایک دوسرے پر رحم کرو۔ آپس میں نیک بھائی بن جاؤ کہ جس طرح قصص اللہ نے حکم دیا ہے۔“

ایک اور حدیث جس کے راوی ابوالعز ہیں، نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپس میں تعلق جوڑنے میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں اور ضرورت مندوں کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں بھرپور کوشش کریں اور اس طرح ہو جائیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تَرَاحَمُوا بَيْنَهُمْ ”وہ آپس میں رحم ہیں۔“

جب تم سے موٹیں قائب ہوں تو تم ان کے پس پشت ان کو فائدہ دینے والے اور رحم کرنے والے ہو جاؤ اور ان کے امور کے بارے میں دل سوزی سے کام لیں جیسا کہ رسول اللہ کے زمانے میں انصار تھے۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ اور روضۃ الواعظین مفید میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان: يَتَعَاقَبُونَ فِي دُجُوزِهِمْ قَبْلَ أَثَرِ السُّجُودِ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد ہے: نماز کے لیے شب بیداری کرنا۔ جب انسان نماز کے لیے شب بیداری کرتا ہے تو اس کے آثار دن کو ان کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں۔

امام علیؑ علیہ السلام و لوائے حمزہ

امامی شیخ الطائفہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا کے بارے میں پوچھا گیا: ”خدا نے ان میں سے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح انجام دیے ہیں بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔“

آپؐ نے فرمایا: قیامت کا دن ہوگا، نور انور سے لوائے حمزہ لایا جائے گا۔ اس وقت عدا بلند ہوگی کہ مومنین کے سردار اور جو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے تھے، وہ کھڑے ہو جائیں۔ اس وقت امام علی بن ابی طالبؑ کھڑے ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ آپؐ کو نور انبیا کا لواہ حمزہ عطا کرے گا۔ وہ آپؐ اپنے ہاتھ میں لیں گے تو مہاجرین و انصار میں سے تمام سابقین و اولین لواہ حمزہ کے نیچے جمع ہوں گے۔ کوئی غیر ان کے ساتھ غلط نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ آپؐ منبر پر بیٹھیں گے تو آپؐ کے سامنے ہر ایک کو ایک ایک کر کے پیش کیا جائے گا اور انھیں ان کا اجر اور نور دیا جائے گا۔ جب ان کا آخری آدمی اپنا اجر لے لے گا تو اُن سے کہا جائے گا: اے اہل ایمان! تم نے جنت میں اپنی منازل دیکھ لی ہیں۔ تمھارا رب تم سے کلام کر رہا ہے، تمھارے لیے مغفرت اور عظیم الشان اجر ہے، یعنی جنت ہے۔

اُس وقت امام علی بن ابی طالبؑ کھڑے ہوں گے اور جو لوگ لواہ حمزہ کے نیچے جمع ہوں گے وہ بھی انھیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر آپؐ منبر کی طرف آئیں گے اور تمام مومنین کو پھر ایک ایک کر کے لایا جائے گا اور ان میں سے ہر ایک جنت کا حصہ لے گا اور باقی لوگوں کو جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ حدیث طولانی ہے۔ ہم نے اس سے اپنے مقصد کی بات لی ہے۔

سُورَةُ الْحَجَرَاتِ

سورة الحجرات مدینة آیاتھا ۱۸ رکوعاتھا ۲
 ”سورة حجرات مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورہ حجرات کے فضائل

ثواب تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے:

من قرأ سورة الحجرات في كل ليلة او في كل يوم كان من نواهد محمد ﷺ
”جو شخص سورہ حجرات کو ہر رات یا ہر دن پڑھے گا وہ حضرت محمد ﷺ کے زائرین میں سے ہوگا۔“
تفسیر مجمع البیان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے، آپ نے فرمایا:

ومن قرأ سورة الحجرات اعطى من الاجر عشر حسنات بعدد كل من اطاع الله
ورسوله ومن عصاه

”جو شخص سورہ حجرات کو پڑھے گا اُسے ان تمام افراد کی تعداد کے برابر، جنہوں نے خدا کی اطاعت
کی ہے یا نافرمانی کی ہے، دس نیکیاں دی جائیں گی۔“

سورہ حجرات کے مضامین

- ① اس سورہ میں اسلامی آداب و احکام کی تربیت دی گئی ہے۔
- ② کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے کو پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم پر مقدم رکھے۔
- ③ آنحضرت ﷺ کی آواز پر کسی آواز کو بلند کرنے کی ممانعت قرار دی گئی ہے۔
- ④ اگر کوئی قاصد و قاصد کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کا حکم دیا گیا ہے۔
- ⑤ اگر مسلمانوں کے دو گروپ آپس میں لڑ پڑیں تو باغی گروہ سے جنگ کرنے کے احکام۔
- ⑥ غیبت کی مذمت
- ⑦ معیار فضیلت تقویٰ ہے۔
- ⑧ ایمان کا معیار کیا ہے؟
- ⑨ اللہ پر احسان جتلانے کی ممانعت۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَاتَّقُوا اللَّهَ ١ إِنَّ اللَّهَ سَبِيْعٌ عَلِيمٌ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا
تَشْعُرُونَ ② إِنَّ الَّذِينَ يَعْزُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِيَتَّقُوا ٣ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ
عَظِيمٌ ④ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْقِلُونَ ⑤ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ
٦ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ
فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَى
مَا فَعَلْتُمْ لِبَاطِلٍ ⑧ وَعَلِمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ٩ لَوْ يُطِيعُكُمْ
فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَبٌ إِلَيْكُمْ إِلَّا يَنَ

وَزَيِّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ
 أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ۖ فَضَلَّاهُمُ اللَّهُ وَنَعِمَ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
 حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا
 ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ
 تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ
 وَأَقْسِطُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”اے صاحبان ایمان! اللہ اور اُس کے رسولؐ سے کسی چیز میں آگے نہ بڑھو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بے شک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اے صاحبان ایمان! تم اپنی آوازوں کو غمیرا کر کے اللہ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نبی کے ساتھ اُوچی آواز سے بات نہ کرو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے اُوچی آواز میں بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال حیل ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے دھمے انداز میں بات کرتے ہیں بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں بلاشبہ ان میں سے اکثر محفل سے کوسے ہیں۔

اور اگر یہ لوگ مبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف (گھر) سے باہر آ جاتے تو ان کے لیے بھرتھا اور اللہ بہت زیادہ معاف کرنے والا خوب رحم کرنے والا ہے۔

اے صاحبان ایمان! اگر کوئی قاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں (ایسا نہ ہو) کہ لاطی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

تھا اور رس

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں تمہاری بات تسلیم کر لیں تو تم خود مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کو سامنے رکھتے ہوئے صلح کرادو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فاستقوا

(والدہ

ایک

قبائل اوس و خزرج کی اہمیت

کے اس

جناب زرارہؓ نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کو نازل نہیں فرمایا اور اوس و خزرج اس وقت اسلام میں دشمن پر تگوار نہیں سونپی گئی اور نہ باجماعت نماز قائم کی گئی اور نہ دشمن کی طرف چڑھائی کی گئی اور نہ بلند آواز کے ساتھ اذان دی گئی۔

کے علم

بارگاہِ پیغمبر اکرم ﷺ کے آداب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَبِيحٌ عَلِيمٌ ① کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ یہ آیت جو جیم کے لیے نازل ہوئی۔ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف وفد بنا کر آئے

کے پا

سجور

میں بنا

خدا کا شکر ہے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ.....
 کتاب معانی الاخبار میں زید فحام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:
 الرفث والفسوق والجدال سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا رفث سے مراد جماع ہے، فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:
 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ
 ”اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا
 کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا دو۔“

اور اب رہی بات ”جدال“ کی، کم از کم جدال یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے سے کہے: لا واللہ! وبلی واللہ
 ”نہیں اللہ کی قسم! جی ہاں اللہ کی قسم! یا ایک آدمی دوسرے کو گالیاں دے۔“

اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو قابل نفرت قرار دیا ہے

وَكَذٰۤىۤهٗ اٰتٰیۤكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوۡقَ

”اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو تمہارے لیے قابل نفرت قرار دیا ہے۔“

علی بن ابراہیم نے اپنے اسناد سے یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے کہ فضل بن یسار نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی
 خدمت میں عرض کیا: کیا حب اور بغض ایمان میں سے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہل الايمان الا الحب والبغض ”نہیں ہے ایمان مگر اس میں حب بھی ہے اور بغض بھی ہے۔“
 پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَّهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَوَّزَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوۡقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ
 هُمُ الرُّشْدُوۡنَ ۝

”اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں زینت دے دی۔“

کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک نا پسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا: اے زیاد! تجھ پر انہوں نے، دین صرف محبت کا نام ہے۔ کیا تو نے

تو انہوں نے

محمد! باہر آ

آپ

اس لیے انا

ایک

تھے۔ دوران

کرتے جبر

ایک

نازل ہوئی۔

کے ساتھ ہمار

نے فرمایا:

پیغمبر اکرم

اصول

حسن علیہ السلام کی

میں آئے آ

کی اسی آیت کو

اپنی آوازوں کو

اے صاحبان ایمان! اگر کوئی قاصد تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں (ایسا نہ ہو) کہ لاطمی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کچے پر نادم ہونا پڑے۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں تمہاری بات تسلیم کر لیں تو تم خود مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کو سامنے رکھتے ہوئے صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قبائل اوس و خزرج کی اہمیت

جناب زرارہؓ نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے یٰٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کو نازل نہیں فرمایا اور اوس و خزرج اس وقت اسلام میں دشمن پر تلوار نہیں سونتی تھی اور نہ باجماعت نماز قائم کی گئی اور نہ دشمن کی طرف چڑھائی کی گئی اور نہ بلند آواز کے ساتھ اذان دی گئی۔

بارگاہِ پیغمبر اکرم ﷺ کے آداب

یٰٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْصِدُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَبِيرٌ عَالِمُ الْغُيُوبِ ۝ کی تفسیر میں علی بن ابیہم نے لکھا ہے کہ یہ آیت جو تم کے لیے نازل ہوئی۔ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف وفد بنا کر آئے

خدا کا شکر ہے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ.....**
 کتاب معانی الاخبار میں زیر فہام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:
 الرفث والفسوق والجدال سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا رِفْث سے مراد جماع ہے، فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَسَبِّحُوا أَنْ تُلَاقُوا قَوْمًا بِهِمْ آلُوهُ
 ”اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا
 کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا دو۔“

اور اب ربی بات ”جدال“ کی، کم از کم جدال یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے سے کہے: لا واللہ! وبلی واللہ
 ”میں اللہ کی قسم! جی ہاں اللہ کی قسم! یا ایک آدمی دوسرے کو گالیاں دے۔“

اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو قابل نفرت قرار دیا ہے

وَكَوْزَةُ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ

”اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو تمہارے لیے قابل نفرت قرار دیا ہے۔“

علی بن ابراہیم نے اپنے اسناد سے یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے کہ فضل بن یسار نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی
 خدمت میں عرض کیا: کیا حب اور بغض ایمان میں سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: **هل الايمان الا الحب والبغض** ”میں ہے ایمان مگر اس میں حب بھی ہے اور بغض بھی ہے۔“
 پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

حَبَبَ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَوْزَةُ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْهَضْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ

”اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں زینت دے دی۔“

کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک نا پسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہ راست پر ہیں۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا: اے زیاد! تجھ پر انہوں نے، دین صرف محبت کا نام ہے۔ کیا تو نے

اے صاحبان ایمان! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں (ایسا نہ ہو) کہ لاعلمی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں تمہاری بات تسلیم کر لیں تو تم خود مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں زینت دے دی۔ کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کو سامنے رکھتے ہوئے صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قبائل اوس و خزرج کی اہمیت

جناب زرارہؓ نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے یَا أَيُّهَا النَّبِیُّنَ اٰمَنُوْا کو نازل نہیں فرمایا اور اوس و خزرج اس وقت اسلام میں دشمن پر تلوار نہیں سوئی گئی اور نہ ہاجرات نماز قائم کی گئی اور نہ دشمن کی طرف چڑھائی کی گئی اور نہ بلند آواز کے ساتھ اذان دی گئی۔

بارگاہِ پیغمبر اکرم علیہ السلام کے آداب

یَا أَيُّهَا النَّبِیُّنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْعُدُوْا بَیْنَ يَدَیْ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَبِیْعٌ عَلِیْمٌ ① کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ یہ آیت جو حیم کے لیے نازل ہوئی۔ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف وفد بنا کر آئے

تو انھوں نے آپؐ کے مجروحوں کے پیچھے سے بلند آواز کے ساتھ پکار پکار کر کہا شروع کر دیا: یا محمد اخرج النباء اے محمدؐ ابھر آئے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ چلے تو یہ لوگ آپؐ کے آگے آگے چلتا شروع کر دیے، اس لیے اللہ نے انھیں پیغمبر ﷺ کی عزت و عظمت کی خاطر آگے چلنے سے روک دیا۔

ایک اور روایت کا مضمون یہ ہے کہ آپؐ کے ساتھ جب یہ لوگ گفتگو کرتے تو اپنی آواز کو آپؐ کی آواز پر بلند کرتے تھے۔ دوران گفتگو بلند آواز کے ساتھ کہتے: اے محمدؐ آپ فلاں چیز کے بارے میں کیا کہیں گے اور آپؐ سے اس طرح گفتگو کرتے جس طرح وہ آپس میں کیا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ فرمان نازل فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْفُوا مَوَاقِفَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِي

”اے صاحبان ایمان! اللہ اور اس کے رسولؐ سے کسی چیز میں ان کے آگے نہ بڑھو۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیس نے یہ خیال کہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ زور زور سے ہاتھیں کرتا ہے تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آیت نازل ہوئی ہے اور میں بلند آواز کے ساتھ بات کرتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ شاید میرے تمام اعمال حبط ہو گئے ہیں تو اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لست هناك انك لغيش بخير و تموت بخير وانك من اهل الجنة

”میں تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے، تیری زندگی اور موت خیر پر ہیں اور تو اہل جنت میں سے ہے۔“

پیغمبر اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آواز بلند نہیں کرنی چاہیے

اصول کافی میں ایک حدیث میں اس واقعہ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو انھیں جوار پیغمبر ﷺ میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے دفن کرنا چاہا تو حضرت عائشہ اس امر میں آڑے آئیں اور ان کی طرف سے روضہ رسولؐ پر حج و پکار بلند کی گئی۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے قرآن مجید کی اسی آیت کی تلاوت فرمائی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْفُوا أَمْوَاتَكُمْ فَوْقَ الصَّوْتِ النَّبِيِّ ”اے صاحبان ایمان! تم اپنی آوازوں کو پیغمبرؐ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرتے ہو۔“ اور اس سے استدلال کیا

تھا اور رسول خدا ﷺ سے یہ جملہ نقل فرمایا:

ان الله حرم من المؤمنين امواتاً ما حرم منهم احيائاً
 ”اللہ نے مومنین کے لیے جو کچھ ان کی زندگی میں حرام کیا ہے وہی کچھ ان کی وفات کے بعد بھی
 حرام کیا ہے۔“

فاسقوں کی خبر پر عمل نہ کرو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلٰى
 مَا فَعَلْتُمْ نَادُونَ ۝

”اے صاحبان ایمان! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں
 (ایسا نہ ہو) کہ لاطعی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔“

علی بن ابیہجم نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جناب ماریہ قہلیہ زوجہ پیغمبر
 (والدہ جناب ابراہیم) کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ کچھ لوگوں نے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ماریہ کا
 ایک چچا زاد بھائی ہے جو کبھی کبھی اُس کے پاس آتا ہے اور ان دونوں کے درمیان غیر مشروع تعلقات ہیں۔
 پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: یہ تلواریں! اور اگر جرح قبلی کو اس کے پاس پاؤ تو اُسے قتل کر
 کے اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔

جناب امیر المومنین امام علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا مجھے گرم کیے ستے کی طرح مامور کر دیا گیا ہے کہ آپ
 کے حکم کی فوراً تعمیل کروں یا تحقیق کر کے اپنی ذمہ داری کو بھادوں؟

آپ نے فرمایا: بلکہ میرے فرمان کی اس بنیاد پر تعمیل کرو کہ حاضر اس چیز کو دیکھتا ہے جسے قایم نہیں دیکھتا۔
 حضرت امام علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے تلواریں اپنی کمر سے ہاندی اور اس کی طرف آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ماریہ
 کے پاس ہے۔ میں نے تلواریں کھینچی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا اور ایک کجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ بعد ازیں اس نے اپنے آپ کو
 کجور سے نیچے گرا دیا۔ اس دوران اس کا بھراہن اوپر کو اٹھ گیا تو معلوم ہوا کہ وہ دوسرے سے عضو قائل رکھتا ہی نہیں ہے۔
 میں پیغمبر اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا اور ساری تفصیلات بیان کیں تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

خدا کا فکر ہے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ.....**
 کتاب معانی الاخبار میں زید فحام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:
 الرفث والفسوق والجدال سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا رفث سے مراد جماع ہے، فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ
 ”اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا
 کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا دو۔“

اور اب رہی بات ”جدال“ کی، کم از کم جدال یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے سے کہے: لا واللہ! وبلی واللہ
 ”نہیں اللہ کی قسم! جی ہاں اللہ کی قسم! یا ایک آدمی دوسرے کو گالیاں دے۔“

اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو قابلِ نفرت قرار دیا ہے

وَكَوْزَةُ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ

”اللہ نے کفر و فسق و گناہ کو تمہارے لیے قابلِ نفرت قرار دیا ہے۔“

علی بن ابراہیم نے اپنے اسناد سے یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے کہ فضل بن یزار نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی
 خدمت میں عرض کیا: کیا حُب اور بُغض ایمان میں سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: **هَلِ الْإِيمَانُ إِلَّا الْحُبُّ وَالْبَغْضُ** ”نہیں ہے ایمان مگر اس میں حُب بھی ہے اور بُغض بھی ہے۔“
 پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

حَبَبَ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ وَرَيْبَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَوْزَةُ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ۝

”اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے قلوب میں رینت دے دی۔“

کفر اور فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک نا پسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ ہیں جو راہِ راست پر ہیں۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے زیاد سے فرمایا: اے زیاد! تجھ پر انسوس ہے، دین صرف محبت کا نام ہے۔ کیا تو نے

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (سورہ آل عمران: ۳۱)
 ”اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔“

ملاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تو نے نہیں دیکھا جو اللہ نے اپنے نبی کے لیے فرمایا:
 حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ
 ”لیکن خدا نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب قرار دیا ہے اور تمہارے دلوں میں زینت بخشی ہے۔“

اور فرمایا:

يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ
 ”وہ محبت کرتے ہیں جس نے ان کی طرف ہجرت کی۔“

امام علیؓ نے فرمایا:

الدين هو الحب والحب هو الدين
 ”دین محبت ہے اور محبت دین ہے۔“

اسلامی بھائی چارے کی اہمیت

اصول کافی میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی جگوں کے بارے میں پوچھا: پوچھنے والا اپنے لوگوں میں سے تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:
 اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد علیہ السلام کو پانچ نکواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اُن میں سے تین نکواریں پیام سے باہر تھیں۔ ان کو پیام میں اس وقت تک نہیں ڈالا جائے گا، جب تک جنگ کے ٹھٹھے فرو نہ ہو جائے اور جنگ اس وقت تک بند نہیں ہوتی حتیٰ جب تک سورج اپنے مغرب سے طلوع نہ کرے گا۔ جس دن سورج اپنے مغرب سے طلوع کرے گا تو اس دن تمام لوگ اس دامن میں داخل ہو جائیں گے۔

.....فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ النَّفْسَ إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُسَبِّتَ فِي إِيْمَانِهَا

”خبردار! ان میں سے ایک تکواری مکشوف ہے اور ایک وہ ہے جو نیام میں ہے۔“

اب ان میں سے جو مکشوف تکواری ہے وہ دین کے باغیوں اور اہل تاویل پر چلنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنْ كَانَتْ ثَلَاثُ طَبَقَاتٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُكُمْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ
فَلَقَاتُوا النَّبِيَّ تَتَبَعِي حَتَّىٰ تَفْقَأَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ

”جس وقت مؤمنین کے دو گروہ آپس میں نزاع اور جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرادیا کرو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر تجاوز کرے تو جس نے تجاوز کیا ہے تو تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔“

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ایک وہ ہے جو میرے بعد تاویل پر جنگ کرے گا کہ جس طرح میں نے تزیل پر جنگ کی۔

آپؐ سے پوچھا گیا: وہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ خامف اھل ہے یعنی امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ جناب عمار بن یاسرؓ نے کہا: میں نے اس پرچم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ہر اسی میں تین دفعہ جنگ کی اور یہ چونکی دفعہ جنگ ہے، بخدا! اگر وہ ہمیں اتنا ماریں کہ ہجرؓ تک پہنچ جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ حضرت امام علیؑ کا جنگوں میں وہی طریقہ رہا جو رسول اللہ ﷺ کا تھا۔ آپؐ نے اہل مکہ کو قیدی نہیں بنایا تھا اور آپؐ نے فرمایا تھا: جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے وہ امن میں ہے، جو اپنا اسلحہ ڈال دے وہ امن میں ہے۔ اسی طرح جناب امیر المؤمنین علیؑ نے بصرہ میں کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا: اُن کی ڈریت کو قیدی نہ بناؤ، زخمیوں سے ہاتھ اٹھا دو، بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ جو گھر کا دروازہ بند کر دے اور اپنا اسلحہ پھینک دے وہ امن میں ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام صادقؑ سے پوچھا: مؤمنین کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ پر بغاوت کردی اور دوسرا گروہ عادل تھا۔ جنگ ہوئی، اس جنگ میں ایک عراقی مارا گیا اور اس کو قتل کرنے والا اُس کا باپ تھا یا بیٹا تھا یا دوست اور مقتول باغیوں میں سے تھا۔ قتل کرنے والا اس کا وارث تھا۔ اب وہ وارث بنے گا؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں کیونکہ اس نے حق پر قتل کیا ہے۔

① ہجرین کے ایک شہر کا نام ہے اس لیے ہجر کا نام لیا گیا کیونکہ وہ ان کے مرکز سے بہت دور تھا۔

اصول کافی میں جناب جابر جی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں، بعض اوقات میں بغیر کسی ظاہری پریشانی کے محزون ہو جاتا ہوں، یا میری حالت کچھ اس طرح ہو جاتی ہے کہ میرے گھر والے اور دوست میرے چہرے سے میری پریشانی کو جان لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو جنت کی مٹی سے پیدا فرمایا اور ان میں جنت کی ریت سے روح پھونکا۔ اس لیے مومن اپنے باپ اور ماں کی طرف سے دوسرے مومن کا بھائی ہوتا ہے۔ جب ان روحوں میں سے روح ان کی اولاد کے اجسام میں آتی ہے تو ان میں سے کوئی محزون ہوتا ہے تو ان کی وجہ سے یہ بھی محزون ہو جاتا ہے۔ جناب ابو بصیر کی روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا:

المؤمن اخو المؤمن كالجسد الواحد ، ان اشتكى شيئاً منه وجد الم في سائر جسده واهواحهما من روح واحدة وان روح المؤمن لاشد اتصالاً بروح الله من اتصال شعاع الشمس بها

”مومن مومن کا بھائی ہے اور وہ جسد واحد کی طرح ہیں۔ اگر بدن میں کسی مقام پر کوئی تکلیف ہو جائے تو پورا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے کیونکہ ان سب کے ارواح کی تخلیق ایک روح سے کی گئی ہے۔ مومن کی روح اللہ کی روح کے ساتھ اس سے زیادہ اتصال میں شدت رکھتی ہے جس طرح سورج کی شعاع سورج سے اتصال رکھتی ہے۔“

حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

المسلم اخو المسلم ، هو عينه ومراته لا يخونه ولا يخدعه ولا يظلمه ولا يكذبه ولا يغتابه ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کی آنکھ ہے، وہ اس کے لیے آئینہ ہے، نہ تو وہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ اُسے دھوکا دیتا ہے اور نہ اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے۔“

جلیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے امام سے سنا:

المؤمنون خدم بعضهم لبعض قلت: وكيف يكونون خدماً بعضهم لبعض؟ قال: يفيد بعضهم بعضاً.....

”تمام مومنین ایک دوسرے کے خدمت گار ہیں۔ میں نے عرض کیا: وہ کیسے ایک دوسرے کے

خدمت گار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: بعض بعض کو فائدہ پہنچاتے ہیں اس لیے وہ ایک دوسرے کے خدمت گار ہیں۔“

فضل بن یحیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؐ نے فرمایا: کچھ مسلمان سفر کر رہے تھے۔ دورانِ سفر راستہ کو پیٹے تو انھیں شدید پیاس لگی کہ انھیں اپنی موت قریب نظر آئی۔ کفن پہن لیے اور ایک درخت کی طرف چل پڑے۔ تو اس وقت اچانک ان کے پاس ایک بزرگ آدمی آیا جو سفید کپڑے میں لپیٹا تھا۔ اُس نے ان سے کہا: اٹھئے اور پانی پیجئے۔ پس وہ اٹھے اور پانی سیر ہو کر پیا۔ انھوں نے اس سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں ان جنوں میں سے ایک جن ہوں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے وہ اس کے لیے آگہ ہے وہ اس کا رہبر ہے۔

مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

بصائر الدرجات میں ہے کہ معاویہ بن عمار نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: میں آپؐ پر قربان جاؤں میں نے آپؐ سے یہ حدیث سنی ہے اس کی تفسیر کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ کیا حدیث ہے؟

میں نے کہا: ان المؤمنین ينظر بنور الله۔

آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو اپنے نور سے تخلیق کیا اور اپنی رحمت سے انھیں حیرین فرمایا اور ان سے ہماری ولایت کا محد لیا۔ مومن مومن کا اپنے والد اور والدہ کی طرف سے بھائی ہے، نور اس کا باپ ہے، رحمت اس کی ماں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب دیکھتا ہے تو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المسلم اخو المسلم لا يظلم ولا يسلبه ، من كان في حاجته اخيه كان الله في حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عز كربة من كرب يوم القيامة ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، نہ اس کی کوئی چیز سلب کرتا ہے۔ جس

نے اپنے برادر کی حاجت روائی کی تو اللہ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور فرمائے گا اور جس نے مسلمان بھائی کے پیوں پر پردہ ڈالا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے پیوں پر پردہ ڈالے گا۔ (بخاری اور مسلم نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے)۔

رسول اکرم ﷺ نے جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو وصیت فرماتے ہوئے کہا: ایک میل چلو اور مریض کی عیادت کرو، تھمتھج جنازہ کے لیے دو میل پیدل چلتا پڑے تو چلو۔ کوئی دعوت کرے تو اس کے لیے تین میل پیدل چلتا پڑے تو چلو۔ اگر اللہ کے لیے اپنے برادر ایمانی کی زیارت کے لیے چار میل چلتا پڑے تو چلو۔ ایک غمزدہ کی دعوت پر پانچ میل چلتا پڑے تو چلو، مظلوم کی مدد کے لیے چھ میل پیدل جانا پڑے تو جاؤ۔ آپ پر استغفار بھی لازم ہے۔

أصول کافی میں ہے: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنا ایسا صدقہ ہے جو اللہ کو محبوب ہے۔ جب لوگ ناراضگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور ہو جائیں ان کو قریب کرنا اور ان کی ناراضگی دور کرنا بھی صدقہ ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے۔

صلح کرانا عظیم کام ہے

آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا: اگر دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دی جائے تو مجھے دو دینار صدقہ دینے سے زیادہ محبوب ہے۔

جناب مفضل فرماتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا: جہاں پر تم ہمارے ماننے والوں کے درمیان تنازع دیکھو تو میرے مال میں سے خرچ کر کے ان میں صلح کرا دو۔

ابو حنیفہ سائق الحاج کا کہنا ہے: ایک مرتبہ میرا اپنے داماد کے ساتھ میراث کے معاملے میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ ہم آپس میں اس معاملے میں جھگڑ رہے تھے کہ مفضل راستہ چلتے ہوئے ہمارے پاس سے گزرے۔ ہمارا یہ معاملہ دیکھ کر ایک لمحہ غصہ گئے۔ پھر اس نے ہمیں کہا: تم میرے گھر آؤ۔ ہم اس کے گھر گئے۔ اس نے ہمارے درمیان چار سو درہم کے ذریعے صلح کرا دی جو اس نے ہمیں اپنی طرف سے دیئے تھے اور ہم دونوں سے ایک دوسرے کے لیے وثیقہ لے لیا۔ اس کے بعد کہا: یہ مال جو میں نے تمہیں دیا ہے جس کی بنا پر تمہارے درمیان صلح ہوئی ہے یہ مال میرا نہیں تھا۔ مجھے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے

حکم دے رکھا ہے کہ ہمارے ماننے والے جب آپس میں کسی معاملے میں جھگڑا کر رہے ہوں تو اس مال کے ذریعے ان میں صلح کرادینا۔ یہ مال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہے۔

معاویہ بن عمار نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا:
المصلح لیس بکاذب ”دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے والا جھوٹا نہیں ہوتا۔“ (صلح کرانے کے لیے اگر مصلح واقعہ کے مطابق بات نہیں کر رہا تو پھر بھی وہ جھوٹا نہیں ہوتا)۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ
عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ
يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْبِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ
بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ۚ إِنَّ
بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا
أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ
وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا
خَلَقْنَاهُ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾ قَالَتْ

الْأَعْرَابُ أَمَّا ۚ قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا
يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا
يَكْسِبُكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٣﴾ إِنَّمَا
الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا
وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ ﴿١٤﴾ قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٥﴾ يَسْتُونَ
عَلَيْكَ أَنْ أَسْأَلُوكُمْ ۚ قُلْ لَا تَسْأَلُونِي عَلَىٰ إِسْلَامِكُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ
يَسْأَلُ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَيْتُمُ لِلْإِيمَانِ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦﴾ إِنَّ اللَّهَ
يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾

”مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہذا دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو
تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے حسرت نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ اُن سے بھتر ہوں۔
اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ اُن سے بھتر ہوں اور آپس میں ایک
دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد نہ کیا کرو۔ ایمان لانے
کے بعد اُلی سے نام لینا مناسب نہیں ہے اور جو لوگ اس سے نہیں رکتے پس وہی لوگ

عالم ہیں۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ بعض گمان یقیناً گناہ ہیں اور تجسس سے بھی کام نہ لیا کرو اور تم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تم نفرت کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ یقیناً بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، مہربان ہے۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہارے قبیلے اور کنبے بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ لیکن تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اللہ یقیناً علیم اور خبیر ہے۔

بادیہ نشین عربوں نے کہا: ہم ایمان لائے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ تم یوں کہو: ”ہم اسلام لائے ہیں کیونکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اگر تم خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جرادے گا، بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔

مومن تو واقعی وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور پھر انھوں نے کبھی شک نہیں کیا اور اپنی جان اور مالوں کے ساتھ انھوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے اور کبھی لوگ سچے ہیں۔

کہہ دیجیے کیا تم اللہ کو اپنے ایمان کی اطلاع دینا چاہتے ہو حالانکہ وہ ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

یہ لوگ آپؐ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان مت جتلاؤ بلکہ یہ تو اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمہیں ایمان کی طرف ہدایت کر دی ہے۔ اگر تم اپنے ایمانی دعوے میں سچے ہو۔

اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو بھی وہ دیکھ رہا ہے۔“

استہزاء اور بدگمانی سے بچ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمٍ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۚ

”اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔“

تفسیر فی میں اس آیت کے شان نزول کے بارے میں آیا ہے کہ یہ آیت صفیہ بنت حبیبہ بن اخطب زوجہ رسول اللہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جناب عائشہ اور حصہ نے ملامت کرتے ہوئے کہا: اے یہودی کی بیٹی! تو نے اس امر کی بارگاہ نبوت میں شکایت کی۔ آپؐ نے اُسے فرمایا: تو نے انہیں کیوں جواب نہیں دیا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کیا جواب دیتی؟ آپؐ نے فرمایا: تو نے کہہ دیا ہوتا کہ ہارون نبی میرے باپ ہیں اور جناب موسیٰ کلیم اللہ میرے چچا ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں۔ پس وہ واپس ان دلوں کے پاس گئی اور وہی کچھ کہا جو رسول اللہ نے فرمایا تھا تو انہوں نے کہا: یہ جواب تجھے رسول اللہ نے سکھایا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

کتاب خصال میں ابان بن قحطب سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور بیٹھا ہوا تھا کہ یمن کا ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا۔ اُس نے آپؐ کو سلام کیا، آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے سدا خوش آمدید! اس آدمی نے کہا: ”میں آپؐ پر قربان جاؤں مجھے میرے لقب سے پکارا جاتا۔“ آپؐ نے فرمایا: لقب میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَلَا تَكْبُرُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۚ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ

”تم نہ بڑے اور نہ پندیدہ القابات سے ایک دوسرے کو نہ پکارا کرو اور یہ بات تو بہت بُری ہے کہ کسی شخص پر ایمان کے بعد کفر کا نام رکھو۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ.....

”اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے اپنے آپ کو بچاؤ.....“

اس فرمان کی تفسیر میں اصول کافی کی ایک روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے اپنے بھائی کے اعمال کو بہترین صورت میں محمول کرو، جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے اور حیرے مسلمان بھائی سے جو سخت بات صادر ہوگئی ہے اس کے لیے ہرگز بدگمانی نہ کرو، جب تک تو اس کے لیے نیکی پر محمول کرنے کی گنجائش رکھتا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہمیشہ حسن ظن سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مومن جس طرح میرے بارے میں گمان کرتا ہے تو اس طرح ہوتا ہے۔ اگر اس کا ظن خیر ہوتا ہے تو اس کے حق میں اچھائی ہوتی ہے۔ اگر وہ بُرا گمان کرتا ہے تو اس کے حق میں بُرائی ہوتی ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوئے ظن رکھے تو اس نے اُس پر ظلم و زیادتی کی اور جب دنیا اور اہل دنیا پر شر و فساد کا قلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حسن ظن رکھے تو اُس نے خود ہی اپنے کو خطرہ میں ڈالا ہے۔ (کلمات قصار: ۱۱۴)

تفسیر مجمع البیان میں ہے: ہمیشہ بدگمانی سے بچے رہو، کیونکہ بدگمانی جھوٹ ہے۔

تجسس مت کرو

وَلَا تَجَسَّسُوا ”لوگوں کے عیب مت تلاش کرو۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین کے عیب تلاش مت کیجیے، جس نے اپنے بھائی کے عیبوں کا پیچھا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو ظاہر کرے گا اور اُسے رسوا کرے گا، چاہے وہ خانہ کعبہ کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔

کتاب خصال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن عینِ قسم کے لوگ اللہ کے خطاب میں گرفتار ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی کی ان باتوں کو سنے جس کا سنتا وہ پسند نہیں کرتے تو اس کے کانوں میں

پکھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

غیبت کرنا فعل حرام ہے

امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: مسلمان کی غیبت کرنے سے بچو۔ ایک مسلمان اپنے بھائی کی غیبت نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے روک دیا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔

آپ کے حضور عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا: ایک زانی زنا کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے لیکن جب غیبت کرنے والا توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول نہیں کرتا جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے خود محاف نہ کر دے۔

ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں وہ بات کہے جسے خدا نے مخفی رکھا ہے لیکن وہ چیز جو ظاہر ہے مثلاً سخت مزاحی اور جلد بازی تو وہ غیبت میں داخل نہیں ہے لیکن بہتان یہ ہے کہ تو ایسی بات کہے جو اس میں موجود نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں نماز کی انتظار میں بیٹھنا عبادت ہے جب تک وہ بات نہ کرے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! اس بات سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: غیبت کرنا۔

غیبت کا کفارہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے غیبت کے کفارے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جس طرح تو نے کسی کی غیبت کی ہے، اس طرح اس کے لیے استغفار کر، یہ غیبت کا کفارہ ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک مسلمان کی غیبت کی تو اس کا روزہ باطل ہے۔ اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جب وہ قیامت کے دن محشور ہوگا تو اس کے منہ سے اس طرح بدبو ہوگی جس طرح ایک مردار سے بدبو پھوٹتی ہے، جس سے اہل محشر کو سخت اذیت ہوگی۔ اگر وہ توبہ کرنے سے قبل مر گیا تو ایسے ہے جیسے اُس نے اللہ کے حرام کو حلال کیا ہو۔ اگر کسی نے غیبت کرنے والے کو رد کیا تو رد کرنے والے پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہزار دروازے اس پر بند کرے گا۔ اگر اُس نے غیبت کو رد نہ کیا حالانکہ وہ کر سکتا تھا تو اس پر اتنا بوجھ ہوگا کہ جیسے اُس نے اس کی

سز مرتبہ قیمت کی ہو۔

تقویٰ بہترین انسانی صفت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٥٠﴾

”اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے خلق کیا ہے اور تمہارے قبیلے اور کنبے بنادے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن تم میں سے زیادہ محترم و مکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔“

عیون الاخبار میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت امام علی رضی اللہ عنہ سے کہا: بخدا آپ اس زمین پر اپنے آباؤ اجداد کے اعتبار سے سب سے بہتر و برتر ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: انھیں تقویٰ نے یہ شرف عطا کیا ہے۔

ایک دوسرے آدمی نے کہا: بخدا آپ تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے شخص! اللہ کی قسمیں نہ اٹھا، وہ لوگ مجھ سے بہتر ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ بخدا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔

وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ

”اللہ نے تمہارے قبیلے اور کنبے بنادے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن تم میں سے زیادہ مکرم و محترم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم سے زیادہ متقی ہے۔“

تفسیر فی میں اس آیت یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”شعوب“ سے مراد ”عجم“ اور ”قبائل“ سے مراد ”عرب“ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ کے ذریعے حسب و نسب کے اعتبار کو ختم کر دیا ہے۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے اسلام کے ذریعے جاہلیت کے غرور اور حسب و نسب

کے تفاخر کو ختم کر دیا ہے۔ عربیت حسب و نسب سے نہیں وہ تو صرف ایک زبان ہے جس سے نقل کیا جاتا ہے جو عربی میں

ہات کرتا ہے وہ عربی ہے۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو کہ جناب آدم تراب سے ہیں۔ تم میں سے سب سے زیادہ محترم و مکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

خدیجہ بن یحییٰ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو اقسام کی مخلوق پیدا فرمائی۔ مجھے اس قسم میں سے بتایا جو سب سے بہتر ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

لوگوں کی دو قسمیں ہیں: اصحاب یمن اور اصحاب شمال، میں اصحاب یمن میں سے ہوں بلکہ اصحاب یمن سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں بتائیں اور مجھے اس قسم میں رکھا جو سب سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۖ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۖ
وَالشَّاقِقُونَ الشَّقِيقُونَ ۖ (سورۃ واقعہ: ۸-۱۰)

”وہ دائیں ہاتھ والے، کیا کہنا دائیں ہاتھ والوں کا، وہ بائیں ہاتھ والے، وہ کتے بد بخت ہیں، بائیں ہاتھ والے اور وہ جو سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔“

میں ساتین میں سے ہوں بلکہ ان سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تین قبائل بتائے اور مجھے اس قبیلہ میں سے بتایا جو سب سے بہتر ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ

پس میرا قبیلہ تمام قبیلوں میں سے بہتر ہے۔ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور اللہ کے نزدیک سب سے محترم و مکرم ہوں اور مجھے ان فضائل پر کوئی فخر نہیں ہے۔ یہ حدیث طولانی ہے۔ اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔

مجمع البیان میں ایک روایت ہے کہ شعوب سے مراد موالی ہیں۔ قبائل سے مراد عرب ہیں۔ لیکن دوسرے محدثین نے کہا ہے: شعوب عجم سے ہیں اور قبائل عرب سے ہیں اور اسباط بنو اسرائیل سے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے جناب عیسیٰؑ سے پوچھا: لوگوں میں سے سب سے افضل کون ہے؟ آپؑ نے اپنی دونوں مٹھیوں میں مٹی لی اور فرمایا: بتاؤ ان میں سے کون سی مٹی افضل ہے؟ تمام لوگ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں تم میں سے سب سے افضل وہ ہے جس کا تقویٰ زیادہ ہے۔

کتاب کمال الدین وقام الصمدۃ میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کا دین نہیں جو پرہیزگار نہیں۔ اس کی امان نہیں جس کا تقیہ نہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے محرم و مکرم وہ ہے جو متقی ہے۔

شمر کے وہ الفاظ جو اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے تعارف میں کہے

کر بلا میں یوم عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر سے کہا: تجھ پر صدافسوس! تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟
اس نے کہا: آپ حسین ہیں، آپ کے والد علی بن ابی طالب ہیں، آپ کی والدہ فاطمہ الزہراء ہیں، آپ کے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب تو میرے حسب و نسب کو اس طرح سے جانتا ہے تو پھر تو مجھے کیوں قتل کرتا ہے؟

کلام امام حسین علیہ السلام

انا ابن علی الحر من آل ہاشم کفانی بهذا مفخر حین افخر
وفاطمہ اُمی ثم جدی محمد وعمی یدعی ذوالجناحین جعفر
ونحن ولایة الحوض نسقی محبینا بکأس رسول اللہ ما لیس ینکر
ادا ما اتی یوم القیامة ظامیا الی الحوض یسقیہ بکفیہ حیدر
”میں علیؑ کا فرزند ہوں، جس نے کائنات کو خربت کا درس دیا اور میرے باباؑ کو ہاشم کے بعد از نبیؐ سید و سردار تھے۔ بس اتنا ہی تعارف میرے فخر کے لیے کافی ہے۔

مزید میرے فضائل سننا چاہتے ہو تو بتائے دیتا ہوں فاطمہؑ میری والدہ گرامی ہے۔ میرے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میرے چچا وہ ہیں جنہیں جنت میں دوہرہ عطا ہوئے ہیں جنہیں جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ اللہ نے حوض کوثر کی ملکیت ہمیں عطا کی ہے ہم اپنے چاہنے والوں کو جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ جب قیامت کے دن ہمارا محب پیاس کی حالت میں حوض کوثر پر آئے گا تو میرے بابا اپنے مقدس ہاتھوں کے ساتھ جام بھر بھر کر پلائیں گے۔“

میرے والدؑ بزرگوار میرے نانا کے بعد سب سے اعلیٰ و افضل مخلوق ہیں۔ میں اپنے والد کی نسبت سے بھی کائنات پر عزت رکھتا ہوں اور اپنے نانا کی نسبت سے بے پناہ فضائل رکھتا ہوں کیونکہ وہ

کائنات کے سردار ہیں۔ میری ماں زہرا ہیں اور میرے بابا باب اعلم ہیں اور ظہیرین کے آقا ہیں۔ میں وہ چاندی ہوں جو سونے سے لی، میں چاندی کی طرح روشن ہوں اور میرے والدین سونے سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ میرے والد آفتاب ہیں اور میری والدہ ماہتاب ہے۔ میں کوکب ہوں اور میرے والدین آفتاب و ماہتاب ہیں میرے والد ابھی اپنی عمر کے دسویں سال میں تھے کہ انھوں نے اللہ کی بندگی کی جبکہ قریش بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ زمانے میں نگاہ کرو۔

کوئی ہے جس کا نانا میرے نانا جیسا ہو؟ یا کسی کی ماں میری ماں جیسی ہو؟ اللہ نے انھیں فضیلت عطا کی ہے۔ میں کائنات سے روشن ہوں اور جو سب سے روشن و منور ہیں، ان کا میں بیٹا ہوں۔ میں فطہ کنونہ کا جوہر ہوں، میں جوہر ہوں اور دو موتیوں کا بیٹا ہوں۔ میرے نانا رسول اللہ ﷺ ہیں جو ان کے آنے سے ضلالت کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ میرے والد وہ ہیں، جنھوں نے دو دفعہ بیعت کی تھی، میرے والد نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے طاہر کی طاہر سے تائید کی جو بدر و حنین میں سالار لشکر تھے۔ بخدا وہ علی مرتضیٰ ہیں جنھوں نے حرمین پر اپنی فضیلت سے سرداری کی۔“

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مسجد نبویؐ میں قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ جناب سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے۔ وہ اس وقت اپنا نسب ایک دوسرے سے بیان کر رہے تھے اور تفاخر کر رہے تھے، جب وہ اپنا نسب بیان کر چکے تو جناب سلمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عمر بن خطابؓ نے ان سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور تمھارا باپ کون تھا؟ اور تمھاری اصل کیا ہے؟

اس وقت جناب سلمانؓ نے فرمایا: میں سلمان بن عبد اللہ ہوں۔ میں اس سے قبل گمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مجھے ہدایت عطا کی۔ میں ایک غریب، محکومت انسان تھا۔ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مجھے غنی کر دیا۔ میں غلام تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مجھے آزادی دے دی۔ یہ ہے میرا نسب اور یہ ہے میرا حسب۔

راوی کہتا ہے: رسول اکرم ﷺ تشریف لائے۔ ابھی جناب سلمانؓ ان سے گفتگو کر رہے تھے کہ اس وقت جناب سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ لوگ اپنا حسب نسب بیان کر رہے تھے کہ انھوں نے مجھ سے میرا حسب نسب

پوچھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تو نے انہیں کیا کہا؟

جناب سلمانؓ نے اپنی ساری بات دہرائی اور کہا: میں نے انہیں یہ یہ جواب دیا ہے۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ قریش! انسان کا حسب و نسب اس کا دین ہے اور اس کی مروت

اس کا اخلاق ہے اور اس کی اصل اس کی عقل ہے۔ آپؐ نے اللہ کا یہ فرمان پڑھا:

إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِن ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا ۖ..... الخ

پھر اس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے جناب سلمانؓ سے فرمایا: ان سب میں سے تم پر کوئی ایک بھی غصیلت نہیں

رکتا سوائے تقویٰ کے۔ اگر آپ کا تقویٰ ان سے بڑھ کر ہے تو پھر آپ افضل ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جیل بن دراج نے پوچھا: کرم کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کرم سے مراد تقویٰ ہے۔

ایک اور روایت جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ

وہ تمام لوگوں سے افضل و اکرم ہو جائے تو وہ تقویٰ اختیار کرے اور جو شخص چاہتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ متقی بن جائے تو وہ اللہ پر توکل کرے۔

اسلام اور ایمان میں فرق

جیل بن دراج کہتے ہیں: میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھی:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۚ

”ہادیہ نشین عربوں نے کہا: ہم ایمان لائے ہیں۔ آپؐ کہہ دیجیے: ”تم ایمان نہیں لائے ہو لیکن تم یہ

کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی تک ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔“

آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ ایمان اسلام کا غیر ہے۔

حمران بن اعین سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اسلام ایمان میں شریک

نہیں ہے لیکن ایمان اسلام میں شریک ہے اور وہ دونوں قول و فعل میں اس طرح اکٹھے ہیں جس طرح کعبہ مسجد میں داخل ہے

لیکن مسجد کعبہ میں داخل نہیں ہے۔ اس طرح ایمان اسلام میں شریک ہے لیکن اسلام ایمان میں شریک نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَالَتْ اِلَّا عَرَابٌ مُّقْتَدَاً..... الخ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب سلیمان بن خالد سے فرمایا: جسیں مظلوم ہے کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟ سلیمان نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں آپ ہی اعلم ہیں آپ فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: مومن کو جانتے ہو کہ مومن کون ہوتا ہے؟

میں نے عرض کیا: آپ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مومن وہ ہوتا ہے کہ جس سے تمام مسلمانوں کے اموال اور ان کے نفوس محفوظ ہوں۔ ایک مسلمان پر حرام ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو زور سوا کرے یا اس پر ظلم کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے، آپ نے فرمایا: اسلام ایمان سے پہلے ہے۔ اسلام کی بنیاد پر انسان میراث حاصل کرتا ہے اور نکاح کرتا ہے لیکن انسان کو ثواب اس وقت ملتا ہے جب وہ ایمان لاتا ہے۔

ساحہ بن مہران نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایمان اور اسلام کے بارے میں پوچھا: کیا ایمان اور ہے اور اسلام اور ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایمان اور اسلام کی مثال کعبہ اور حرم کی سی ہے۔ کعبہ حرم میں ہے اور حرم کعبہ میں نہیں ہے۔ اس طرح جو مسلمان ہے وہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مومن بھی ہو اور جو مومن ہے وہ مسلم بھی ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے کہا: کیا ایمان سے کوئی چیز خارج ہوتی ہے؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں!

سفیان بن سوط سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسلام اور ایمان کے بارے میں پوچھا:

اسلام اور ایمان کے درمیان کیا فرق ہے؟

آپ نے فرمایا: اسلام وہ ظاہر ہے جس پر لوگ قائم ہیں اور وہ شہادت ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ

اللہ اور نماز کا قیام ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا، ان امور کا نام اسلام ہے۔

آپ نے فرمایا: ایمان ان امور کی معرفت کا نام ہے، جس نے ان کا اقرار کیا اور معرفت حاصل نہ کی تو وہ مسلمان تو

ہے لیکن گمراہ ہے۔

خصال صدوق میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مروی ہے، آپؑ نے فرمایا: اسلام ایمان کا غیر ہے۔ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں ہوتا۔

جناب انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے اور ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔

ایمان کی علامات

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَزِرْ تَابُوا وَجْهَهُمْ لِلْعَدُوِّ وَبِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

”سوا اس کے مومن تو صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور پھر انھوں نے کبھی شک نہیں کیا اور اپنی جان اور اموال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا۔“
صاحبِ تفسیر فی نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

اپنے اسلام لانے کا احسان مت جتلاؤ

يَتُوبُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۚ قُلْ لَا تَتُوبُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يَتُوبُ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَىٰ مَنِ اسْتَشَارَ ۚ

”وہ آپؐ پر احسان جتلا رہے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ کہہ دیجیے تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ یہ تو خدا نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمہیں ایمان کی طرف ہدایت کی ہے۔ اگر تم (اپنے دعوے) میں سچے ہو۔“

یہ آیت خندق کے دن حضرت علیؑ کے ایک سپاہی حریف کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ آدمی حضرت عمار بن یاسرؓ کے قریب سے گزرا تو وہ اس وقت خندق کھود رہے تھے۔ ان کے کھودنے کی وجہ سے غبار اڑا تو اس نے اپنے ناک پر کپڑا ڈال دیا۔ اس وقت جناب عمارؓ نے فرمایا: مساجد کی تعمیر کرنے والے اور ان میں نماز پڑھنے والے اور وہ جو گزرتے وقت گرد و غبار سے دُور ہو کر گزرتا ہے برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ سن کر وہ حضرت عمارؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے کالی (جشن) کے بیٹے! کیا تو مجھے یہ کہہ رہا ہے۔ پھر وہ آدمی

رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: ہم تمہارے دین میں اس لیے داخل نہیں ہوئے تھے کہ ہماری حیثیت خراب ہو۔ اس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: چلے جاؤ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: يَتُوبُونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمْتُمْ..... الخ علی بن سوطہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے تکبر کے بارے میں سوال کیا کہ جو اعمال کو قاسد کر دیتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تکبر کے درجات ہیں۔ ان میں سے ایک درجہ یہ ہے کہ انسان کی بُرائی اس کے لیے حرمین ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس نے کوئی اچھا کام کیا ہے اور اسی میں سے ہے کہ بندہ اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد اس پر احسان جنماتا ہے کہ اس پر ایمان لا کر اس کی ذات پر احسان کر دیا ہے۔



سُورَةُ ق

سورۃ قی مکّیہ آیاتھا ۴۵ رکوعاتھا ۳
 ”سورۃ قی مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پہلی آیت اور عین رکوع ہیں۔“

سورہ ق کے مطالب و مضامین

اس سورہ کے مباحث کا مسئلہ معاد ہے اور اس میں دوسرے مسائل چھ ایک ہیں: معاد سے جو مربوط مسائل ہیں وہ یہ ہیں:

- ۱) کافروں کا مسئلہ معاد سے انکار اور اس امر پر ان کا تعجب۔
- ۲) مسئلہ معاد پر نظام تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقے سے استدلال۔
- ۳) مسئلہ معاد پر اولین تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقہ سے استدلال۔
- ۴) قیامت کے دن کے لیے قبضہ اعمال کے مسئلہ کی طرف اشارہ جات۔
- ۵) موت سے مربوط مسائل اور اس دنیا سے دوسرے گھر کی طرف منتقلی۔
- ۶) روز قیامت کے حوادث کا ایک منظر اور جنت و دوزخ کے اوصاف۔
- ۷) اس کائنات کے ہلا دینے والے حوادث کی طرف اشارہ جو دوسرے جہان کا نقطہ آغاز ہے۔

گذشتہ اقوام کے حالات اور ان کی پُر درد داستانوں کی طرف مختصر اشارے ہیں: جیسے قوم لوط، عاد، فرعون، قوم شعیب اور تیج کے احوال بیان ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ کی طرف توجہ اور اس کے ذکر کے سلسلہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کو کچھ احکام سونپے گئے ہیں۔ سورہ کی ابتدا اور اختتام پر قرآن مجید کی عظمت کی طرف مختصر اشارے کیے گئے ہیں۔

سورہ ق کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپ نے فرمایا: جو شخص ہمیشہ واجب اور مستحب نمازوں میں سورہ ق کی تلاوت کرتا رہے گا اللہ اس کی روزی میں وسعت پیدا کر دے گا اور اس کا ثلثہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور قیامت کے دن اس کا حساب آسان کر دے گا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس سورہ کو بہت اہمیت دیتے تھے، یہاں تک کہ ہر جمعہ کے دن نماز جمعہ کے خطبہ میں اس سورہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

○○○

جلد ہفتم

اور ایک والے اور قوم حج نے بھی سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو پھر ان پر میرا عذاب لازم ہو گیا۔ کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز آ گئے تھے؟ بلکہ یہ لوگ نئی تخلیق کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔“

ق، والقرآن المجید؟

ق، ”قرآن مجید کی حم۔“

تفسیر قی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”کاف“ ایک وسیع و عریض پہاڑ ہے جس نے دنیا کو گھیر رکھا ہے جس کے پیچھے یا عروج و ماحوج رہتے ہیں۔

اصول کافی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ نے جناب سلیم بن قیس ہلالی سے فرمایا: اے میرے بیٹے اکثر کی چار بنیادیں ہیں: ۱ فسق ۲ ظلو ۳ شک ۴ شبہ۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ظلو کی چار شاخیں ہیں:

۱ بہت دور کی سوچ و فکر اور پھر اس میں لڑنا جھگڑنا

۲ حق سے انحراف

۳ بدعتی

۴ جس نے مال مٹول سے کام لیا وہ حق کو نہیں پاسکتا اور وہ ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے اور حیران و سرگردان رہتا ہے۔

تفسیر قی میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: آسمان سبز رنگ کے پانی کی وجہ سے سبز تھا اور زمین ٹھٹھے پانی کے رنگ کی وجہ سے خہار آلود تھی۔ وہ دونوں اس طرح بنے ہوئے تھے کہ ان میں دروازے نہیں تھے۔ آسمان میں بارش کی وجہ سے سوراخ ہوئے اور زمین میں نباتات کی وجہ سے سوراخ ہوئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے

فرمایا:

أَوَلَمْ يَدْرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفُتِّقَتْهُمَا (سورۃ انفیاء: ۳۰)

”کیا کفار اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ یہ آسمان اور زمین باہم لے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انھیں

جدا کر دیا ہے۔“

سورہ ق کے مطالب و مضامین

اس سورہ کے مباحث کا مسئلہ معاد ہے اور اس میں دوسرے مسائل چھ ایک ہیں: معاد سے جو مربوط مسائل ہیں وہ یہ ہیں:

- ① کافروں کا مسئلہ معاد سے انکار اور اس امر پر ان کا تعجب۔
- ② مسئلہ معاد پر نظام تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقے سے استدلال۔
- ③ مسئلہ معاد پر اولین تخلیق کی طرف توجہ دلانے کے طریقہ سے استدلال۔
- ④ قیامت کے دن کے لیے ثبوت اعمال کے مسئلہ کی طرف اشارہ جات۔
- ⑤ موت سے مربوط مسائل اور اس دنیا سے دوسرے گھر کی طرف منتقلی۔
- ⑥ روز قیامت کے حوادث کا ایک منظر اور جنت و دوزخ کے اوصاف۔
- ⑦ اس کائنات کے ہلا دینے والے حوادث کی طرف اشارہ جو دوسرے جہان کا تھلہ آغاز ہے۔

گذشتہ اقوام کے حالات اور ان کی پردرد داستانوں کی طرف مختصر اشارے ہیں: جیسے قوم لوط، عاد، فرعون، قوم شعیب اور تنج کے احوال بیان ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ کی طرف توجہ اور اس کے ذکر کے سلسلہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کو کچھ احکام سونپے گئے ہیں۔ سورہ کی ابتدا اور اختتام پر قرآن مجید کی عظمت کی طرف مختصر اشارے کیے گئے ہیں۔

سورہ ق کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جو شخص ہمیشہ واجب اور مستحب نمازوں میں سورہ ق کی تلاوت کرتا رہے گا اللہ اس کی روزی میں وسعت پیدا کر دے گا اور اس کا ثلثہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور قیامت کے دن اس کا حساب آسان کر دے گا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس سورہ کو بہت اہمیت دیتے تھے، یہاں تک کہ ہر جمعہ کے دن نماز جمعہ کے خطبہ میں اس سورہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ق ق وَالْقُرْآنِ الْحَمِيدِ ① بَلْ عَجُّوْا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ
فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ② إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ
وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي
أَمْرٍ مَرِيجٍ ⑤ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا
وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ⑥ وَالْأَرْضِ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا
رَوَاسِيَ وَأَلْبَسْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ⑦ تَبَصَّرْتَهُمْ وَذُكِّرُوا
لِكُلِّ عَمْدٍ مُنِيبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ
جَبْتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ⑨ وَالنَّخْلَ بَسَقَتْ لَهَا طَعْمٌ لُصِيدٌ ⑩
رَزَقًا لِلْعِبَادِ ⑪ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا ⑫ كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ⑬
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ⑭ وَعَادُ
وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ⑮ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ⑯ كُلٌّ

كَذَّبَ الرَّسُلَ فَحَقَّ وَعِيبٌ ۝۱۳ اَفَعَيَيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۱۴

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

حق، قرآن مجید کی قسم! بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ خود انہی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے: یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو پھر زندہ کیے جائیں گے، یہ واپسی تو بہت ہی بعید ہے۔ لیکن ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ زمین ان کے جسم سے کچھ کم کرتی ہے اور ہمارے پاس وہ کتاب ہے جس میں ہر چیز محفوظ ہے۔ بلکہ جب حق ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی لہذا اب وہ ایک الجھن میں مبتلا ہیں۔

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے انہیں کس طرح بنایا اور زمین دی اور اس میں کوئی شکاف نہیں ہے اور اس زمین کو ہم نے ہی پھیلا دیا اور اس میں بڑے بڑے پہاڑ ڈال دیے ہیں اور اس میں ہر قسم کے خوش نما جوڑے اُگا دیے تاکہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے ہر بندے کے لیے بصیرت اور ہدایت کا ذریعہ ہو۔

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا جس سے ہم نے باغات اور کالے جانے والے اُگائے اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت جن کے پھل ایک دوسرے پر تہ بہ تہ لگے ہوتے ہیں۔

اور یہ سب کچھ بندوں کی روزی کے لیے ہے اور ہم نے اس سے مردہ زمین کو زندگی بخشی۔ جی ہاں، مردوں کا زندہ کرنا بھی کچھ اس طرح ہے۔ ان سے قبل نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور قوم ثمود نے تکذیب کی ہے۔ اور اس طرح قوم عاد اور فرعون اور قوم لوط نے بھی۔

اور ایک والے اور قوم جمع نے بھی سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو پھر ان پر میرا عذاب لازم ہو گیا۔ کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز آ گئے تھے؟ بلکہ یہ لوگ نئی تخلیق کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔“

ق. والقرآن المجید؟

ق. ”قرآن مجید کی قسم۔“

تفسیر فی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”قاف“ ایک وسیع و عریض پہاڑ ہے جس نے دنیا کو گھیر رکھا ہے جس کے پیچھے باجوج و ماجوج رہتے ہیں۔

اصول کافی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ نے جناب سلیم بن قیس ہلالی سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کفر کی چار بنیادیں ہیں: ۱۔ فسق ۲۔ فلو ۳۔ شک ۴۔ شبہ۔

پھر آپؑ نے فرمایا: فلو کی چار شاخیں ہیں:

۱۔ بہت دور کی سوچ و فکر اور پھر اس میں لڑنا جھگڑنا

۲۔ حق سے انحراف

۳۔ بدعتی

۴۔ جس نے حال معلول سے کام لیا وہ حق کو نہیں پاسکتا اور وہ ٹانگ ٹوٹیاں مارتا رہتا ہے اور حیران و سرگردان رہتا ہے۔

تفسیر فی میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آسمان سبز رنگ کے پانی کی وجہ سے

سبز تھا اور زمین ٹھکے پانی کے رنگ کی وجہ سے غبار آلود تھی۔ وہ دونوں اس طرح بنے ہوئے تھے کہ ان میں دروازے نہیں تھے۔

آسمان میں بارش کی وجہ سے سوراخ ہوئے اور زمین میں نباتات کی وجہ سے سوراخ ہوئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے

فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْبًا فَفَتَقْنَاهُمَا (سورۃ انفجاء: ۳۰)

”کیا کفار اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ یہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انھیں

جدا کر دیا ہے۔“

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ (ق ۹۰)
 ”اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا اور اس کے ذریعہ باغات اور دانوں کو اگایا جنہیں
 کاٹ لیا جاتا ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں اصول کافی میں روایت ہے کہ زمین کے اندر کوئی ایسا پانی نہیں ہے جو آسمان کے پانی کے
 ساتھ مخلوط نہ ہو۔

اصول کافی میں ایک اور روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
 اللہ تعالیٰ نے جناب آدمؑ کو زمین کی طرف اتارا۔ اس وقت آسمان اس طرح چراہوا تھا کہ اُس سے کوئی بارش نازل
 نہیں ہوتی تھی اور زمین میں سے کوئی انگری پیدا نہیں ہوتی تھی۔ جس وقت آدمؑ نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول
 فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا تو بادل پیدا ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں برسنے کا حکم دیا تو وہ غب جم کر برے۔ پھر
 اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت پیدا ہوئے اور درختوں پر پھل لگے اور دریا بہنے لگے۔ پس یہ آسمان کا رفق اور
 فتح تھا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ اور اصحاب الرس اور قوم ثمود نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی۔

اصول کافی میں ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: آپؑ نے ہاتھ سے
 اشارہ کیا۔ ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مس کیا اور فرمایا: عورتیں عورتوں کے ساتھ (چھٹی کھینچی تھیں)۔
 مجمع البیان کی روایت کے مطابق جس قوم نے سب سے پہلے اس گناہ حق کا آغاز کیا وہ قوم رس کی عورتیں تھیں۔

وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدُ ۝

”اور اصحاب الایکہ اور قوم تبع ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تکذیب کی
 اور عذاب کا وعدہ ان کے بارے میں پورا ہوا۔“

میں اخبار میں ایک طولانی روایت ہے۔ جناب امیر علیہ السلام سے سوال کیا گیا: شیخ کو شیخ کیوں کہا گیا ہے؟
 آپؑ نے فرمایا: وہ ایک کاتب تھا اور کتابت کرتا تھا۔ وہ اپنے بادشاہ کے لیے لکھتا تھا۔ ایک دفعہ جب اُس نے لکھنا
 چاہا تو سرنا سے میں لکھا: ”میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جس نے صبح اور شام کو طلق فرمایا۔“

بادشاہ نے اُسے کہا: تم لکھو! ”میں شروع کرتا ہوں گرج و گزک کے بادشاہ کے نام تو اُس نے کہا: میں جب بھی لکھوں گا تو اپنے اللہ کے نام سے لکھوں گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی وجہ سے اُسی سلطنت کا بادشاہ بنادیا تو لوگوں نے اس کی اتباع کی۔ اس وجہ سے ان بادشاہوں کے سلسلہ کا نام مُنَج مشہور ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہے کہ اُس مُنَج نے کہا: منقریب مکہ سے ایک نبی مبعوث ہوگا جو یثرب کی طرف ہجرت کرے گا۔ اُس نے یمن سے لوگوں کو بھی اکٹھا کیا کہ وہ ان کی مدد کرے گا۔ اس کے چھ ایک اشعار بھی نقل ہوئے ہیں:

شہدت علی احمد انه رسول من الله باری النسم
فلو مد عمری الی عمرہ بکنت وزیراً له وابن عم
وکنت عذاباً علی الشرکین اسقیهم کاس حنف وغم
”میں گواہی دیتا ہوں احمد اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اللہ جو کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میں زندہ رہا اور انھیں پالیا تو میں ان کا اور ان کے چچا زاد بھائی کا وزیر ہوں گا۔ میں مشرکین پر اللہ کا عذاب ثابت ہوں گا اور میں انھیں ذلت کی موت سے ہم کنار کروں گا۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ قبیح بادشاہ نے اوس و خزرج سے کہا: اسی مقام (یثرب) میں رہ جاؤ یہاں آخری نبی نے خروج کرنا ہے۔ اگر میں نے انھیں پالیا، ان کی خدمت کروں گا اور ان کے ساتھ خروج کروں گا۔

اللہ تخلیق پر عاجز نہیں ہے

أَفَعَيَّنَّا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقِ جَدِيدٍ ﴿٥٠﴾
”کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز آگئے ہیں لیکن وہ (ان تمام روشن دلائل کے باوجود) پھر بھی نئی تخلیق میں شک رکھتے ہیں۔“

حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھا: أَفَعَيَّنَّا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ..... الخ کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے جاہل! اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس عالم کو فنا کرے گا اور جنت والوں کو جنت میں اور جہنم والوں کو جہنم میں بھیجے گا تو پھر اللہ تعالیٰ ایک نئے عالم کی تخلیق کرے گا، جو اس عالم کا غیر ہوگا اور ایک

نئی مخلوق خلق فرمائے گا جو نور اور مادہ کی صفات سے متصف ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اُس کو ایک مانیں گے۔ ان کے لیے اس زمین کے علاوہ ایک اور زمین خلق فرمائے گا جو انہیں اُپر اُٹھائے رکھے گی۔ آسمان خلق فرمائے گا جو اس آسمان کا غیر ہوگا اور جو ان پر سایہ کرے گا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ کوئی یہ خیال نہ کر سکے کہ اللہ نے صرف یہ عالم خلق کیا اور اس کے علاوہ کسی دوسرے عالم کی تحقیق پر قادر نہیں ہے، یا یہ کہ صرف بشر کے خلق کرنے پر قادر تھا۔ اس کے علاوہ وہ قدرت نہیں رکھتا۔ جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے ہزاروں عالم خلق فرمائے اور ہزاروں آدم پیدا کیے۔ تم ان تمام محال میں سے آخری عالم میں ہو۔

اللہ اپنے بندے کے بہت زیادہ قریب ہے

اصول کافی میں محمد بن مسلم سے روایت منقول ہے کہ ابوحنیفہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: میں نے آپ کے بیٹے جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے اور انہوں نے ان کو گزرنے والوں کو نہ روکا۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا: ابوحنیفہ کہتا ہے: آپ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ آپ نے گزرنے والوں کو نہیں روکا۔ آخر کیوں؟

جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام نے عرض کیا: ابا جان! میں جس کے لیے نماز پڑھ رہا تھا وہ گزرنے والوں کی نسبت میرے زیادہ قریب ہے۔ اُس نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

وَنَحْنُ أَقْدَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ⑤ (ق: ۱۶)

”ہم اس کی شدہ رگ سے اس کے زیادہ قریب ہیں۔“

جب امام علیہ السلام نے اپنے فرزند کا یہ جواب سنا تو انہیں اپنے سینے سے چٹا لیا اور فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قرامت ہوں اے وہ جسے رازوں کا خزانہ عطا کیا گیا ہے۔

انسان پر نگران فرشتے

جناب ابن طاووسؒ نے اپنی کتاب سہ اسعد میں ایک روایت نقل کی ہے: عثمان بن عفان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یہ فرمائیں کہ ایک آدمی پر کتنے فرشتے مقرر ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ایک فرشتے تمہارے دائیں طرف تیری نیکیوں پر مامور ہے اور ایک فرشتہ تمہارے بائیں طرف مامور ہے جب تو نیکی کرتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔ جب تو کوئی بُرا کام کرتا ہے تو وہ فرشتہ جو حیرے بائیں طرف ہے دائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے: کیا میں اس کی بُرائی لکھوں تو وہ کہتا ہے کہ ابھی نہ لکھو شاید یہ توبہ کر لے اور اللہ سے معافی مانگ لے؟

آپؐ نے فرمایا: دو فرشتے حیرے آگے اور دو پیچھے مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا:

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَيَمُنُّ خَلْفَهُمْ (سورہ رعد: ۱۱)

”اس کے آگے اس کے پیچھے اس کے لیے نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔“

اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مامور ہے۔ جب تو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو وہ تجھے بلند کرتا ہے اور جب تو اللہ کے مقابلے میں اگڑتا ہے تو وہ تجھے ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ دو فرشتے حیرے دونوں ہونٹوں پر مامور ہیں۔ جب تو محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اُسے لکھتے ہیں اور ایک فرشتہ حیرے دامن پر مامور ہے۔

دو فرشتے تیری آنکھوں پر مامور ہیں تو یہ کل دس فرشتے ہیں جو آدمی پر مقرر ہیں۔ رات کے فرشتے اور ہیں، دن کے اور ہیں۔ اس طرح سے میں فرشتے ہوئے جو آدمی پر گمران ہیں۔ لیکن ایسی انسان پر دن کو مامور ہوتا ہے اور اس کی اولاد رات کو اُسے اپنے گمیرے میں لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذْ يَتَكَلَّمُ الْمُسْلِمِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ مُعَيِّنًا ۝

”جب انسان کے ساتھ رہنے والے دونوں فرشتے دائیں اور بائیں طرف سے اس کے اعمال کو لکھتے ہیں۔“

جناب ابن طاووسؒ نے اپنی اس کتاب سعد السعود میں ایک اور روایت نقل کی ہے۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو دن والے فرشتے آدمی پر اترتے ہیں تو رات والے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ جب سورج غروب کرتا ہے تو رات والے فرشتے اپنے دیوان سمیت آدمی کے پاس آ جاتے ہیں اور دن والے فرشتے اپنے دیوان سمیت آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ انسان کی موت تک جاری رہتا ہے۔ جب انسان پر موت آتی ہے اور مرنے والا نیک آدمی ہوتا ہے تو وہ اُسے کہتے ہیں: ہماری طرف سے اللہ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ ہم نے آپ کے تمام اعمال کو خیر پر پایا ہے اور جو کچھ تو

نے کہا ہے اور ہم نے سنا ہے وہ سب حسی تھا اور ہم نے تجھے بہترین نیک مجلس میں دیکھا۔

اگر مرنے والا گناہ گار ہے تو وہ دونوں اُس سے کہتے ہیں: اللہ تجھے ایک بُرے انسان کی سزا دے تو ہمیشہ ہمیں اذیت دیتا تھا۔ تو نے کتنے بُرے اعمال کیے ہیں۔ ہم نے تیرے کتنے اقوال سنے ہیں جو بُرے تھے اور بُری مجلسوں میں ہم نے تجھے حاضر پایا ہے۔ ہم نے تجھے ناپسند کیا اور تجھ پر ہم گواہ ہیں اور تیرے رب کے حضور تیرے خلاف گواہی دیں گے۔

أصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث منقول ہے کوئی ایسا دل نہیں ہے جس کے دوکان نہ ہوں۔ ایک کان پر ہدایت و رشد کرنے والا فرشتہ مامور ہے اور دوسرے کان پر فتنہ و فساد کی طرف لے جانے والا شیطان بیضا ہے۔ ان میں سے ایک حکم دیتا ہے اور دوسرا روکتا ہے۔ شیطان بُرائیوں کا حکم دیتا ہے اور فرشتہ اُسے بُرائیوں سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝

”دو لکھنے والے (کرنا کا تین) جو اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں، انسان کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ہی ایک مگران فرشتہ اپنے کام کو انجام دینے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔“

اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے، آپ نے فرمایا:

جب دو مومن راز کی بات کرنے کے لیے بیٹھے ہیں تو یہ محافظ فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں: اب ہمیں ان سے دُور چلے جانا چاہیے شاید کہ ان کی کوئی راز کی بات ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کے راز پر پردہ ڈالا ہے۔ راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق! اگر محافظ فرشتے ان کی بات کو نہیں سن رہے ہوتے لیکن جو رازوں سے آگاہ و آشنا ہے وہ سنا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

انس بن مالک سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو اُس کے اعمال کو لکھتے ہیں: جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: اے پروردگار! تو نے اس کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ اب ہم کدھر جائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے آسمان ملائکہ سے بھر پور ہیں۔ وہ میری عبادت کرتے ہیں۔ میری زمین میری مخلوق سے بھری پڑی ہے۔ وہ میری اطاعت کر رہے ہیں۔ اب تم دونوں اس کی قبر پر جاؤ اور میری تسبیح و تکبیر چاہیل کرو اور اس کا ثواب میرے اس بندے کے لیے لکھو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ
 أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝۱۶ إِذْ يَتَلَقَّى السَّالِقِينَ عَنِ
 الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝۱۷ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ
 رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝۱۸ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَلِكَ مَا كُنْتَ
 مِنْهُ تَحِيدُ ۝۱۹ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۖ ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۝۲۰
 وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝۲۱ لَقَدْ كُنْتَ فِي
 غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ
 حَدِيدٌ ۝۲۲ وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۝۲۳ أَلْقِيَا فِي
 جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۝۲۴ مَنَّاءٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيٍّ ۝۲۵ الَّذِي
 جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَأَلْقِيَهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۝۲۶ قَالَ
 قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝۲۷ قَالَ لَا
 تَخْصِمُوهُ لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۝۲۸ مَا يُبَدِّلُ
 الْقَوْلَ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝۲۹ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ
 هَلْ امْتَلَأْتَ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ ۝۳۰

”ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے نفس میں اٹھنے والے دوسروں کو جانتے ہیں کہ

ہم رگو گردن سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔ (انھیں وہ وقت یاد دلا دیجیے) جس وقت اعمال کو وصول کرنے والے دو فرشتے اس کے دائیں اور بائیں طرف بیٹھ کر وصول کرتے رہتے ہیں۔

انسان کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک گمران تیار رہتا ہے اور موت کی فحشی ایک حقیقت کی صورت میں آگئی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگا کرتا تھا۔ اور صور پھونکا جائے گا۔ یہ وہی دن ہے جس سے ڈرایا گیا تھا اور ہر شخص ہانکنے والے فرشتے اور ایک گواہی دینے والے فرشتے کے ساتھ حاضر ہوگا۔

بے شک تو اس چیز سے غفلت میں تھا چنانچہ ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے لہذا آج تیری نظر بہت تیز ہوگئی ہے اور اس کا ہم نشین فرشتہ کہے گا: یہ ہے اس کا نامہ اعمال جو میرے پاس حاضر اور تیار ہے۔

اس وقت خدا کی طرف سے حکم ہوگا، ہر عتاد رکھنے والے کافر کو دوزخ میں ڈال دو۔ خیر کو روکنے والے اور حد کو پھلانگنے والے اور شکوک و شبہات میں رہنے والے کو۔ جو اس کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود سمجھتا تھا پس تم دونوں اسے شدید عذاب میں ڈال دو۔ اس کا ہم نشین شیطان کہے گا: ہمارے پروردگار میں نے اُسے سرکشی پر آمادہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود گمراہی میں دُور دُور تک چلا گیا تھا۔

اللہ فرمائے گا: میرے پاس لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ میں نے تو پہلے ہی تم پر اتمامِ حجت کر دیا ہے۔ میری بات تبدیل نہیں ہوتی اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ستم کرنے والا ہوں۔ جب ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی ہے اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور ہے؟

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ مَا كُنْتُمْ مِنْهُ تَحِيذُ ۝

”اور موت کی فحشی ایک حقیقت صورت میں آگئی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگا کرتا تھا۔“

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝

”اور ہر شخص ہانکنے والے فرشتے اور ایک گواہی دینے والے فرشتے کے ساتھ حاضر ہوگا۔“

نوح البلاغہ میں ہے کہ ہر نفس کے ساتھ ہانکنے والا فرشتہ اور گواہ موجود ہے جو ہانکنے والا فرشتہ ہے وہ اُسے میدانِ حشر کی طرف ہانک کر لے جائے گا اور پھر اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔

من لا يحضره الله في القيامة من رواية موجود ہے: حضرت علیؓ نے فرمایا: کوئی ایسا دن بخود آدم پر نہیں گزرتا کہ وہ اُسے خطاب کرتا ہے: انا يوم جديد وانا عليك شهيد ”میں ایک نیا دن ہوں اور تم پر گواہ ہوں تو مجھ میں اچھے کام کر، میں قیامت کے دن تجھ پر گواہی دوں گا۔“ تو آج کے بعد کبھی بھی دوبارہ نہیں دیکھے گا۔

أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۝

”اس وقت خدا کی طرف سے حکم ہوگا: ہر عناد رکھنے والے کافر کو دوزخ میں ڈال دو۔“

بعض مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع کرے گا تو میں اور اے علیؓ! تو عرش کے دائیں طرف اکٹھے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے اور ایک قوم کو خطاب فرمائے گا اور ان کو جو تم سے بہت زیادہ بُھس رکھتے ہیں یا انھوں نے آپ کی بہت زیادہ تکذیب کی تھی کہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

علیٰ قسیم النار والجنة

حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایک طولانی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو مجھے وسیلہ بنا کر سوال کرو، مجھ پر صلوات پڑھو اور اس ذات کی توصیف بیان کرو۔

یہ حدیث ایک طولانی حدیث ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن میرے پاس دو فرشتے آئیں گے: ان میں سے ایک رضوان جو جنت کا خازن ہوگا اور دوسرا جہنم کا خازن ہوگا۔ رضوان جنت میرے پاس آئے گا اور مجھے سلام کرے گا۔ میں اُسے اس کے سلام کا جواب دوں گا اور اُسے کہوں گا: اے حسین ترین اور بہترین خوشبو والے فرشتے! تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا: میں رضوان جنت ہوں۔ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے پاس آؤں اور جنت کی چابیاں آپ کے حوالے کروں۔ یہ چابیاں ہیں اور مجھ سے لے لیجیے۔ پس میں اُسے کہوں گا: میں نے انھیں اپنے رب کی

طرف سے قبول کر لیا ہے۔ اُس نے جو انعامات مجھ پر کیے ہیں میں اس پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ یہ چاہیاں میرے برادر علی بن ابی طالب کے حوالے کر دو۔ وہ چاہیاں علی بن ابی طالب کے حوالے کرے گا۔ پھر وہ چلا جائے گا اور دارودہ جہنم فرشتہ میرے قریب آئے گا، مجھے سلام کرے گا اور کہے گا:

اے اللہ کے حبیب! آپ پر میرا سلام۔ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا اور کہوں گا: اے خوف و وحشت سے بھرپور چہرے والے فرشتے تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا: میں جہنم کا دارودہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی چاہیاں آپ کے حوالے کروں۔ تو اس وقت میں کہوں گا: میں نے اپنے پروردگار کی طرف سے یہ چاہیاں قبول کر لی ہیں۔ اس کے احسانات و انعامات پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ یہ چاہیاں علی بن ابی طالب کے حوالے کر دو۔ وہ چاہیاں علی کے حوالے کر کے چلا جائے گا۔ پس علی کے پاس جنت اور جہنم کی چاہیاں آجائیں گی۔ علی جہنم کے کنارے پر جائیں گے اور اس کی زمام اپنے ہاتھ میں لیں گے تو اس وقت جہنم زور سے چیخے گی۔ اس کی حرارت میں شدت آجائے گی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگیں گے۔ اس وقت امام علی جہنم سے کہیں گے: یہ میرا دشمن ہے، اے لے لو۔ اس دن جہنم علی بن ابی طالب کی اس طرح اطاعت کرے گی، جس طرح کوئی غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے۔ جب آپ چاہیں گے دائیں طرف جا تو دائیں طرف جائے گی، جب چاہیں گے کہ بائیں طرف جا تو بائیں طرف چلی جائے گی۔ اس دن جہنم صرف آپ کے حکم کی تعمیل کرے گی۔ یہی وجہ ہے، جس کی بنا پر امام علی علیہ السلام کو جنت اور جہنم کا حقیقہ کہا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور امالی شیخ الطائفہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مجھے اور علی بن ابی طالب سے فرمائے گا: جو تم دونوں سے محبت کرتا تھا، اُسے جنت میں داخل کرو اور جو تم سے بغض رکھتا تھا اُسے جہنم بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: اَلَّذِي يَتَّقِيَ جَهَنَّمَ كُلَّ كَلْبٍ عَيْنِيَا سے مراد یہی ہے۔

يَوْمَ تَقُولُ لِيَجْهَنَّمَ هَلْ امْتَنَعْتَ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ ۝

”جب ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی ہے اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور ہے؟“

تفسیر فی میں اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے: هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ سے مراد استہمام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ فرمایا: تجھے میں اپنے دشمنوں سے بھر دوں گا۔

جب اُسے بھر دیا جائے گا تو اس پر سوال کیا جائے گا: کیا تو بھر گئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اب تجھے مزید ضرورت

نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے: جنت بھی کہے گی: اے پروردگار! تو نے جہنم سے وعدہ کیا تھا کہ اُسے بھردوں گا اب تو نے اس سے اپنے وعدے کو پورا کر دیا ہے تو نے مجھ سے بھی وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک مجھے اپنے دوستوں سے نہیں بھرا۔
راوی کہتا ہے: اس دن اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا، جس کے ذریعے جنت کو بھر دے گا۔
حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیا کے غم و ہم کو بھی نہیں دیکھا اور انہیں جنت بھی مل گئی۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ هَلْ مِنْ مَّزِيٍّ کی تفسیر میں آیا ہے: اس کی وسعت میں اضافہ کر دیا جائے کہ جس طرح رسول اکرم ﷺ کے بارے میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ سے کہا گیا: کیا آپ اپنے گھر تشریف نہیں لے جائیں گے تو اس وقت آپ نے فرمایا تھا: کیا عقل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے (کیونکہ جناب عقل نے ہجرت کے بعد جب تمام بنو ہاشم مدینہ چلے گئے تھے تو بنو ہاشم کے گھروں کو بیچ ڈالا تھا۔ اسی بنا پر معنی یہ ہوا کہ اب کوئی باقی نہ بچاؤ رہ گئی ہے۔

وَأُزِلَّتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَذَا مَا تَوَعَدُونَ لِكُلِّ
أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ وَجَاءَ بِقَلْبٍ
مُنِيْبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۝ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُمْ مَا
يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ
هُمُ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ ۝ هَلْ مِنْ مَّحِيصٍ ۝ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ
شَهِيدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي

سِتَّةَ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ
 وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾
 وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَبِشْ يَوْمَ يَمُنُّ
 الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۗ
 ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا
 الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشْقَى الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۗ ذَٰلِكَ حَشْرٌ
 عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ
 بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۚ

”اور جنت متقیوں کے قریب کر دی جائے گی وہ دُور نہ ہوگی۔ یہ وہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ ہر اس شخص کے لیے جو توبہ کرنے والا اور (اللہ کے حدود کی) محافظت کرنے والا ہو۔

وہ جو بغیر دیکھے خدائے رحمن سے ڈرتا ہو اور توبہ و اتابہ سے بھرپور دل کے ساتھ اس کے حضور میں حاضر ہو۔ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ آج کا دن پہلی کا دن ہے۔ جو کچھ وہ چاہیں گے وہاں ان کے لیے حاضر ہوگا اور ہمارے پاس نعمات بھی ہیں۔ ہم نے اُن سے قتل کتنی ایسی اقوام کو ہلاک کیا جو ان سے زیادہ طاقتور تھیں۔ پس وہ شہر بہ شہر پھرے، کیا کوئی فرار کی جگہ ہے؟ اس میں ہر صاحب عقل کے لیے یقیناً عبرت ہے، جو کان لگا کر سنے اور اس کا دل حاضر رہے۔“

ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو پچھ دن میں خلق کیا ہے اور ان کی تخلیق میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپ صبر کو اختیار کریں اور طلوع آفتاب سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی شاکہ ساتھ تسبیح کریں۔

اور رات کے وقت بھی اور سجدوں کے بعد بھی اس کی تسبیح کیجیے۔ اور کان لگا کر سنے اور جس دن منادی قریب سے پکارے گا۔ وہ دن کہ جس میں سبھی لوگ قیامت کی حج کو حقیقی صورت میں سن لیں گے، وہی دن خروج کا دن ہے۔

یقیناً ہم ہی زعمہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ پڑے گی اور وہ قبروں سے تیزی کے ساتھ باہر نکلیں گے اور یہ حج کر لینا ہمارے لیے آسان ہے۔

وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم اُس سے اچھی طرح آگاہ ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں۔ پس آپ اُس سے قرآن کے ذریعے اس شخص کو صیحت کریں جو ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے۔

وَأَذِیْقُوا الْجَنَّةَ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ۝

”اور جنت متقیوں کے قریب کر دی جائے گی وہ دُور نہ ہوگی۔“

تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا گیا ہے: جنت کو نوری صورت میں مزین کر دیا جائے گا۔

حوالی المعالی میں روایت ہے: جب رسول اللہ ﷺ ہجرت مکہ کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: صلہ رحمی کرو، ضرورت مندوں کو کھانا کلاؤ، نماز تہجد پڑھو۔ اس وقت جب لوگ سو رہے ہوں تو ان اعمال کے ذریعے سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

”جو کچھ وہ چاہیں گے وہاں ان کے لیے حاضر ہوگا اور ہمارے پاس نعمات بھی ہیں۔“

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝

”اس میں ہر صاحب عقل کے لیے ہدایتِ عبرت ہے جو کان لگا کر سنے اور اس کا دل حاضر ہے۔“

معانی الاخبار میں ہے: جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: قرآن مجید میں میرے مخصوص نام ہیں۔

اس سے ڈرتے رہنا کہ کہیں تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ صاحبِ قلب میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ الخ

اصول کافی میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: إِنَّ

فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ، اس آیت میں قلب سے مراد عقل ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُثُوبٍ ۝

”ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھ دن میں خلق کیا ہے اور ان کی

تحلیق میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔“

آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان موجودات کی تخلیق

شیخ مفید نے اپنی کتاب روضۃ الواعظین میں یہ روایت نقل کی ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے،

انہوں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوالات کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین کو سوار اور منگل کے دن خلق کیا اور پہاڑوں اور ان کے اندر جو موجودات ہیں انہیں بدھ کے

دن خلق فرمایا اور چوتھے دن تمام اشجار و پانی اور باقی تمام چیزوں کو خلق فرمایا اور پانچویں دن آسمانوں کو اور جمعہ کے دن تمام

ستاروں، آفتاب و ماہتاب اور تمام ملائکہ کو خلق فرمایا۔ یہودیوں نے آپؐ سے کہا: پھر اللہ نے کیا کیا؟ آپؐ نے فرمایا: ثم

استوی علی العرش۔ یہودیوں نے کہا: اس کے بعد اللہ نے آرام کیا؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے تو

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُثُوبٍ ۝

کتاب طل الشرائع میں ایک روایت منقول ہے: یزید بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپؐ یہ فرمائیں

کہ اللہ تعالیٰ نے کس دن کائنات کو خلق فرمایا؟ تو آپؐ نے فرمایا: سوار کے دن خلق فرمایا۔ اس نے کہا: اس دن کا نام ”احد“

کیوں رکھا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کیونکہ یہ دن واحد ہے اور محدود ہے۔ اس نے کہا: یومِ اثنین کو ”اثنین“ کیوں کہا گیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ وہ دنیا کا دوسرا دن ہے۔ اس نے کہا: خشک کیوں کہا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کیونکہ وہ دنیا کا تیسرا دن ہے۔ اس نے کہا: اربوب کیوں کہا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس لیے کیونکہ وہ دنیا کا چوتھا دن ہے۔ اس نے نہیں کے بارے میں پوچھا: آپؐ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ وہ دنیا کا پانچواں دن ہے اور یہ دن اللہ کا دن ہے اس دن اس پر لعنت کی گئی۔ اس دن جناب اور یسٰی نبیؑ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

اس آدمی نے آپؐ سے جمعہ کے دن کے بارے میں پوچھا: آپؐ نے فرمایا: اس دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ یہی دن مشہور ہے وہ شاہد بھی ہے اور مشہود بھی ہے۔ اس نے ہفتہ کے دن کے بارے میں پوچھا: آپؐ نے فرمایا: یہ ساتواں دن ہے اس لیے اللہ نے قرآن میں فرمایا: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ.....

یومِ اُحد سے یومِ جمعہ تک ہفتے دن بنتے ہیں۔ ہفتہ کے دن کو معطل قرار دیا گیا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: اے محمدؐ! جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿۹۸﴾
”جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپؐ صبر کو اختیار کریں اور طلوعِ آفتاب سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل پروردگار کی ثنا کے ساتھ تسبیح کریں۔“

تفسیر قمی میں حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:
تم پر تمام امور میں صبر کرنا لازم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا تو انھیں حکم دیا کہ وہ صبر اور نرمی سے کام لیں۔ آپؐ نے مصائب و آلام پر صبر کیا لیکن آپؐ تک دل ہو کر رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اپنا یہ فرمان نازل فرمایا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَصْطِقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۹﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿۱۰۰﴾ (سورۃ حجر: ۹۷-۹۸)

”یقیناً ہم جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے آپؐ یقیناً دل شک ہو رہے ہیں۔ تو آپؐ اپنے پروردگار کی حمد سے اس کی تسبیح کرو اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جاؤ۔ پھر ان لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا اور آپؐ کو تک کیا اور آپؐ غروں ہوئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیت اتاری۔

فَدَنَعْلَمُ إِنَّكَ لَيَخْزُوكَ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَوْلَا يَكْلُبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ

يَعْبُدُونَ ۝ وَلَقَدْ كَلَّمْتُ رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كَلَّمْتُمَا وَأَوْتُوا حَتَّىٰ
آتَاهُم نَصْرُنَا ۝ (سورۃ النعام: ۲۳-۲۴)

”ہمیں علم ہے کہ ان کی باتیں بھی آپ کے لیے رنج کا باعث ہیں۔ پس یہ صرف آپ کی
مکذیب نبی کرتے بلکہ یہ عالم لوگ درحقیقت اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور آپ سے قبل بھی
بہت سے رسول مجھلائے جاتے رہے۔ مکذیب و انہ اپر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں ہماری
مدد پہنچ گئی۔“

بعد ازیں پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اوپر صبر کو لازم کر دیا۔ آپ نے فرمایا: میں اپنی ذات اپنے اہل و عیال اور
اپنی عزت کے لیے صبر سے کام لوں گا لیکن اللہ کے ذکر پر صبر نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیات نازل فرمائیں:
وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لَّغْوٍ ۝
فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ الخ

”ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھ دن میں خلق کیا ہے اور ان کی
مخلوق میں ہمیں کوئی تمکات محسوس نہیں ہوئی۔ جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپ صبر کو اختیار
کریں۔۔۔۔۔ الخ۔“

ان آیات کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے تمام احوال میں صبر کو اپنا لیا۔

وَسَيَجْعَلُ صَبْرُكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝

”طلوع آفتاب سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی شاکے ساتھ صبر کریں۔“

مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے

فرمایا: جب تم صبح کرو اور شام کرو تو دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھو:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

زمین کا چیننا اور چلا نا

کتاب خصال صدوق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین تین کاموں کے کرنے سے بارگاہ پروردگار

سُورَةُ الذَّرِيَّتِ

سورۃ الذاریات مکیہ آیاتھا ۶۰ رکوعاتھا ۳

”سورۃ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔“

يَجْعَدُونَ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَدَّوْا عَنْ مَا كَلَّمُونَا وَأَوْدَوْا عَلَىٰ
أَنفُسِهِمْ قَصْرًا ۚ (سورۃ انعام: ۳۳-۳۴)

”ہمیں علم ہے کہ ان کی باتیں یقیناً آپ کے لیے رنج کا باعث ہیں۔ پس یہ صرف آپ کی
مکذیب نمی کرتے بلکہ یہ ظالم لوگ درحقیقت اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور آپ سے گل بھی
بہت سے رسول جھٹلائے جاتے رہے۔ مکذیب و انداز پر مبر کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں ہماری
مدد پہنچ گئی۔“

بعد ازیں پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اوپر مبر کو لازم کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں اپنی ذات اپنے اہل و عیال اور
اپنی عزت کے لیے مبر سے کام لوں گا لیکن اللہ کے ذکر پر مبر نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝
فَأَصْبَحُ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ الخ

”ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھ دن میں خلق کیا ہے اور ان کی
خلیق میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ جو باتیں وہ کرتے ہیں اس پر آپ مبر کو اختیار
کریں۔۔۔۔۔ الخ۔“

ان آیات کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے تمام احوال میں مبر کو اپنا لیا۔

وَسَبَّحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝

”طلوع آفتاب سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل اپنے پروردگار کی ثنا کے ساتھ سبح کریں۔“

مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے
فرمایا: جب تم صبح کرو اور شام کرو تو دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھو:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

زمین کا چرخنا اور چلنا

کتاب خصال صدوق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین تین کاموں کے کرنے سے بارگاہ پروردگار

میں فریاد کرتی ہے: ① غلامِ باحق کے کہنے سے ② دنیا کے فضل کے پانی کے گرنے سے ③ طلوعِ فجر سے پہلے سونے سے۔

حصولِ رزق کی بہترین ساعت

حضرت امیر المومنین علیؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رزق کو طلوعِ فجر اور طلوعِ شمس کے درمیان طلب کرو۔ یہ وقت رزق کی طلب و تلاش کا بہترین وقت ہے۔ انسان سارے دن کی مشقت سے بچ جاتا ہے۔ یہ وہ ساعت ہے جس میں اللہ اپنے بندوں میں رزق تقسیم کرتا ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝

”اور رات کے وقت بھی اور سجدوں کے بعد بھی اس کی تسبیح کرو“۔

اصول کافی، تفسیر قمی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ منقول ہے: نمازِ مغرب کے بعد چار رکعت نماز پڑھی جائے۔

قیامت کے دن کی چیخ و پکار سے سب زندہ ہو جائیں گے

وَأَسْمِعُ يَوْمَ يُنَادِ الْمَوْتُ مَن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝

”مور کاں لگا کر سنئے اور جس دن مٹاؤں قریب سے پکارے گا“۔

تفسیر قمی کی روایت کے مطابق حضرت قائمؑ محل اللہ فرجہ اور آپ کے والد بزرگوار کے نام کی عداوی جائے گی۔

يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝

”وہ دن کہ جس میں سبھی لوگ قیامت کی چیخ کو حقیقی صورت میں سن لیں گے وہی دن خروج کا دن ہے۔“

ساحب تفسیر قمی نے نقل کیا ہے: اس ”صیحه“ سے مراد حضرت قائمؑ کی آواز ہے۔ یومِ خروج سے مراد یومِ رجعت ہے۔

جس دن زمین پھٹ پڑے گی

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ ذَٰلِكَ حَسْمٌ عَلَيْنَا لَنَسِيرُنَّ ۝

”اس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ پڑے گی اور وہ قبروں سے تیزی کے ساتھ باہر نکلیں گے اور یہ چیخ کر لینا ہمارے لیے آسمان ہے۔“

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا:
اے علی! اللہ تعالیٰ سے میں نے پانچ خصوصیات کا سوال کیا اور اللہ نے مجھے عطا کر دی ہیں۔ ان میں سے جو پہلی
خصوصیت میں نے اپنے رب سے مانگی وہ یہ ہے کہ جب قیامت کا دن برپا ہو اور سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر آؤں
اور میرے سر سے مٹی جھاڑنے والے علی ہوں۔ اے علی! تم میرے ساتھ ہو گے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:
کوئی نبی یا وہی اپنی وفات کے بعد زمین میں تیس دن سے زیادہ نہیں رہے۔ تیس دن کے بعد ان کی روح اور ان
کے جسم کو آسمان کی طرف اٹھالیا جاتا ہے۔ ان پر دُور و نزدیک سے سلام پہنچے رہتے ہیں اور وہ سب کچھ سنتے رہتے ہیں۔

سُورَةُ الذُّرِّيَّتِ

سورة الذاریات مکیة آیاتھا ۶۰ رکوعاتها ۳
 ”سورة ذاریات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔“

سورۃ ذاریات کے مطالب

اس سورہ میں بحث کا محور معاد اور مومنین و کفار کی جزا و سزا سے مربوط ہے لیکن اس میں دوسرے عنوانات کے تحت بھی بحث کی گئی ہے۔ اس سورہ کے مباحث پانچ محوروں کے گرد گردش کرتے ہیں:

① معاد و قیامت اور اس کے حقائق۔

② توحید و نظام آفرینش میں الہی آیات کا بیان۔

③ فرشتوں کی وہ داستان جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بن کر آئے تھے۔

④ جناب موسیٰ و قوم عاد و ثمود اور قوم لوط کی داستانوں کی طرف مختصر اشارہ جات اور بحرین کو انتہاء۔

⑤ آخر میں ان اقوام کا ذکر ہے جو ہٹ دھرم تھیں اور انبیاء سے مہارزہ کرنے والی تھیں اور پھر اسلام علیہ السلام کی تسلی کے لیے آیات جن میں آپ کو استقامت کی دعوت دی گئی ہے۔

علاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص دن یا رات کے وقت سورۃ ذاریات کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے حالات اور معیشت کی اصلاح کرے گا۔ اس کی روزی میں وسعت پیدا کرے گا اور اس کی قبر کو ایسے چراغ سے منور کر دے گا جو قیامت کے دن تک چمکتا رہے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی سورۃ ذاریات کی تلاوت کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں اس دنیا میں جتنی ہوائیں چلیں گی ہر ایک کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

○○○

جلد ہفتم

آیات کی

وَارِثَ الْبَنِينَ

ہم نے فرمایا: کسی
میں سے جس کی

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فَأَلْتَقَيْتُمُ أَهْرًا "مہران فرشتوں کی قسم جو امور کی تقسیم کرتے ہیں" سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طلوع صبح سے طلوع آفتاب کے درمیان بخود میں رزق تقسیم کرتے ہیں۔ اس دوران جو سو جاتا ہے تو اس کا رزق بھی سو جاتا ہے۔

وَالسَّمَاءُ ذَاتَ الْحُبُوكِ

"قسم ہے مختلف شکلوں والے آسمان کی۔"

حسین بن خالد نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: زمین والا آسمان مختلف شکلیں رکھنے والا ہے۔

میں نے عرض کیا: کس صورت میں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رافع السماء بغير عمد ترونها؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ کیا خدا نے فرمایا ہے: بغير عمد ترونها۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: ترونها نہیں ہے بلکہ ہے لا ترونها۔

میں نے عرض کیا: اللہ مجھے آپؑ کا فدیہ بنائے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس وقت آپؑ نے اپنی بائیں ہاتھ کی پھلی کو پھیلایا۔ پھر اس پر دائیں ہاتھ کی پھلی کو رکھا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ ہے قریب کی دنیا اور یہ ہے زمین سے قریب والا آسمان اس کے اوپر قہ ہے اور دوسری زمین ہے اور اس کے اوپر اس کا قریبی آسمان ہے اور اس کے اوپر قہ ہے اور اس پر تیسری زمین ہے اور اس کے اوپر تیسرا آسمان ہے اور اس کے اوپر قہ ہے اور چوتھی زمین، تیسرے آسمان پر ہے۔ اس طرح چوتھا آسمان ہے اس کے اوپر قہ ہے، اور پانچویں زمین چوتھے آسمان پر ہے۔ پھر پانچواں آسمان ہے۔ اس کے اوپر قہ ہے اور چھٹی زمین پانچویں آسمان کے اوپر ہے۔ اس کے اوپر چھٹا آسمان ہے اور چھٹے آسمان کے اوپر قہ ہے اور ساتویں زمین چھٹے آسمان کے اوپر ہے اور پھر اس کے اوپر زمین ہے اور اس پر ساتواں آسمان ہے اور اللہ کا عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا (سورہ ملک: ۳)

"جس نے سات آسمان اوپر تلے بنا ڈالے۔"

سورۃ ذاریات کے مطالب

اس سورہ میں بحث کا محور معاد اور موشین و کفار کی جزا و سزا سے مربوط ہے لیکن اس میں دوسرے عنوانات کے تحت بھی بحث کی گئی ہے۔ اس سورہ کے مباحث پانچ محوروں کے گرد گردش کرتے ہیں:

- ۱۔ معاد و قیامت اور اس کے متعلقات۔
- ۲۔ توحید و نظام آفرینش میں الہی آیات کا بیان۔
- ۳۔ فرشتوں کی وہ داستان جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بن کر آئے تھے۔
- ۴۔ جناب موسیٰ و قوم عاد و ثمود اور قوم نوح کی داستانوں کی طرف مختصر اشارہ جات اور بحرین کو اہتمام۔
- ۵۔ آخر میں ان اقوام کا ذکر ہے جو ہٹ دھرم تھیں اور انبیاء سے مبارزہ کرنے والی تھیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تسلی کے لیے آیات جن میں آپ کو استقامت کی دعوت دی گئی ہے۔

حلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص دن یا رات کے وقت سورۃ ذاریات کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کے حالات اور معیشت کی اصلاح کرے گا۔ اس کی روزی میں وسعت پیدا کرے گا اور اس کی قبر کو ایسے چراغ سے منور کر دے گا جو قیامت کے دن تک چمکتا رہے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی سورۃ ذاریات کی تلاوت کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں اس دنیا میں جتنی ہوائیں چلیں گی ہر ایک کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالذَّارِيَاتِ ذُرَّوًا ۝۱ فَالْحُلِيِّتِ وَقُرَّآ ۝۲ فَالْجُرِيَتْ يُسْرًا ۝۳
فَالْمَقْسِيَتْ أَمْرًا ۝۴ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۝۵ وَإِنَّ الدَّيْنَ
لَوَاقِعٌ ۝۶ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ
مُخْتَلِفٍ ۝۸ يُؤْفِكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۝۹ قَتَلَ الْحَرَصُونَ ۝۱۰
الَّذِينَ هُمْ فِي غَمَرَةٍ سَاهُونَ ۝۱۱ يَسْأَلُونَ آيَانَ يَوْمِ الدِّينِ ۝۱۲
يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۝۱۳ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۝۱۴ هَذَا الَّذِي
كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝۱۵ إِنَّ السَّاعِقِينَ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۝۱۶

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو چلاتی ہیں۔ پھر ان بادلوں کی قسم جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔
پھر ان کشتیوں کی قسم، جو آسانی کے ساتھ چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو امور کو تقسیم کرتے
ہیں۔ جی ہاں! ان سب کی قسم، جس بات کا آپ سے وعدہ کیا گیا ہے وہ یقیناً سچا ہے۔
اور یوم جزا ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ قسم ہے مختلف شکلوں والے آسمان کی۔ آخرت کے
بارے میں تمہاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس (قرآن) سے وہی برگشتہ ہوتا

ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے۔ قیاس و گمان سے حکم لگانے والے مارے گئے۔ جو جہالت میں ڈوبے ہوئے اور غفلت میں مدھوش ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ روز جزا کب آئے گا۔ جس دن یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنے فتنے کا مزہ چکھو۔ یہ وہی چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کر رہے ہو۔ البتہ اہل تقویٰ یقیناً باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

ہواؤں، بادلوں، کشتیوں اور فرشتوں کی قسم

وَالَّذِي يَبِيتُ ذُرَّوۡاۗٓءَۙ

”قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو چلاتی ہیں۔“

تفسیر فی میں اس آیت کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے کہ ابن الکواہ نے ایک دن حضرت امام علی علیہ السلام سے ان آیات کی تفسیر پوچھی۔ اس نے آپ کے کے حضور کہا:

وَالَّذِي يَبِيتُ ذُرَّوۡاۗٓءَۙ سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: ہوائیں۔

اس نے عرض کیا: فَأَلْبَسْتِ وَقْرًا

آپ نے فرمایا: بادل۔

اس نے عرض کیا: فَأَنْجَرِيَّتِ يُسْرًا

آپ نے فرمایا: کشتیاں۔

اس نے عرض کیا: فَأَلْمَقَسَّيَّتِ أَمْرًا

آپ نے فرمایا: فرشتے۔ ان سب کی قسم کھائی گئی ہے اور اس کی خبر۔ اِنَّمَا تُوعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿۱﴾ وَرَآءَ النَّبِيِّنَ

لَوَاقِعٌ ﴿۲﴾ ہے یعنی ہر صورت میں جزا دی جائے گی۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کسی

کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ پاک و پاکیزہ ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ تَقَسَّيْتُ أَمْرًا ”مجران فرشتوں کی قسم جو امور کی تقسیم کرتے ہیں“ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طلوع صبح سے طلوع آفتاب کے درمیان بخادم میں رزق تقسیم کرتے ہیں۔ اس دوران جو سوجاتا ہے تو اس کا رزق بھی سوجاتا ہے۔

وَالسَّمَاءَ ذَاتِ الْحُبُورِ

”قسم ہے مختلف شکلوں والے آسمان کی“۔

حسین بن خالد نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس آیت کی تفسیر

کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: زمین والا آسمان مختلف شکلیں رکھنے والا ہے۔

میں نے عرض کیا: کس صورت میں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رفع السماء بغير عمد ترونها؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ کیا خدا نے فرمایا ہے: بغير عمد ترونها۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: ترونها نہیں ہے بلکہ ہے لا ترونها۔

میں نے عرض کیا: اللہ مجھے آپؑ کا فدیہ بنائے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس وقت آپؑ نے اپنی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو

پھیلایا۔ پھر اس پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو رکھا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ ہے قریب کی دنیا اور یہ ہے زمین سے قریب والا آسمان اس

کے اوپر قبة ہے اور دوسری زمین ہے اور اس کے اوپر اس کا قریبی آسمان ہے اور اس کے اوپر قبة ہے اور اس پر تیسری زمین

ہے اور اس کے اوپر تیسرا آسمان ہے اور اس کے اوپر قبة ہے اور چوتھی زمین، تیسرے آسمان پر ہے۔ اس طرح چوتھا آسمان

ہے اس کے اوپر قبة ہے، اور پانچویں زمین چوتھے آسمان پر ہے۔ پھر پانچواں آسمان ہے۔ اس کے اوپر قبة ہے اور چھٹی زمین

پانچویں آسمان کے اوپر ہے۔ اس کے اوپر چھٹا آسمان ہے اور چھٹے آسمان کے اوپر قبة ہے اور ساتویں زمین چھٹے آسمان کے

اوپر ہے اور پھر اس کے اوپر زمین ہے اور اس پر ساتواں آسمان ہے اور اللہ کا عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے:

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَوَابِطٍ لَهَا كَا (سورہ ملک: ۳)

”جس نے سات آسمان اوپر تلے بنا ڈالے“۔

وَمِنَ الْأَرْضِ مُشْتَقٌّ ۚ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ (سورۃ طلاق: ۱۳)

”بھی کی طرح زمین کو بھی اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے۔“

اور صاحب الامر اللہ کے رسول ہیں اور ان کے بعد ان کے وصی ہیں جو اس کی سر زمین پر قائم ہیں۔ امر آخری آسمان

سے ان نیچے والے آسمانوں اور زمین کی طرف نازل ہوتا ہے۔“

میں نے عرض کیا: کیا ہمارے نیچے صرف ایک زمین ہے؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں! ہمارے نیچے صرف ایک زمین ہے باقی جیسے اوپر ہیں۔

صاحب تفسیر مجمع البیان نے ذَاتِ الْحُجَّک کا معنی کیا ہے: ”خوبصورت راستوں والا۔“

إِنَّمَا لَيْقَى قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝

”آخرت کے بارے میں تمہاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔“

يُؤْفِكُ عَنْهُ مِنَ الْوَيْلِ ۝

”اس قرآن سے وہی برگشتہ ہوتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے۔“

تفسیر فی میں اس آیت کے ضمن میں روایت نقل کی گئی ہے کہ یہ اُمت حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت میں اختلاف

کرے گی جو حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت پر قائم رہا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے امام علیہ السلام کی ولایت سے اختلاف کیا، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

آیت مبارکہ یُؤْفِكُ عَنْهُ مِنَ الْوَيْلِ سے مراد ہے کہ جو لوگ ولایت حضرت امام علی علیہ السلام سے منحرف ہوتے ہیں وہ

جنت سے بھی روگردان ہوتے ہیں۔

اِخْذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُّحْسِنِينَ ۝

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الْبَلِّ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ

يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَفِي

الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

وَفِي السَّمَاءِ رِازُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقُّ مِثْلَ مَا أَنْتُمْ تَنْطِقُونَ ۝ هَلْ أَتَاكَ
حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُرْمِيْنَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا
سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝ فَرَأَى إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ
بِعِجْلٍ سَبِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ فَأَوْجَسَ
مِنْهُمْ خِيْفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشِّرُوهُ بِنُعْمٍ عَلَيْهِمْ ۝ فَأَقْبَلَتْ
أَمْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ قَالُوا
كُذِّبَتْ ۖ قَالَ رَبُّكَ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝

”اور جو کچھ ان کا رب انہیں دے گا وہ اُسے خوشی و مسرت سے لے رہے ہوں گے۔ وہ اس دن کی آمد سے قبل نیکو کار تھے۔ وہ راتوں کو کم سوتے تھے۔ پھر رات کے پچھلے پہروں میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کے لیے ایک حق تھا۔ زمین میں یقین لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اور خود تمہارے وجود کے اندر (بھی نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں؟ تمہاری روزی آسمان میں ہے اور وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ مطلب حق ہے جس طرح کہ تم گفتگو کرتے ہو۔

کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی داستان بھی پہنچی۔ جب وہ اُن کے پاس آئے تو کہا: آپ پر سلام، اس نے کہا: تم پر بھی سلام، تم لوگوں کو پہچانا نہیں ہے۔ پھر وہ خاموشی کے

ساتھ اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور ایک موٹا تازہ پھنڈا لاکر مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کو ان کے پاس رکھ دیا۔ اُس نے ان سے کہا: آپ اسے کھاتے نہیں؟ پھر وہ اپنے دل میں ان سے ڈرا۔ انھوں نے کہا: ڈرو نہیں ہم تیرے پروردگار کے رسول ہیں۔ پھر اُسے ایک ذی علم لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔ اس دوران اس کی بیوی آگے بڑھی حالانکہ وہ (خوشی اور تعجب سے) چلا رہی تھی اور اُس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا حالانکہ میں ایک بانجھ بڑھیا ہوں۔ انھوں نے کہا: تیرے رب نے اس طرح کہا ہے اور وہ حکیم و دانائے ہے۔

سحر خیزوں کا اجر

كَانُوا قَبِيلاً مِّنَ النَّبِيلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝

”وہ راتوں کو کم سوتے تھے۔“

وَبِأَنَّا سَحَّارِهِمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝

”اور پھر رات کے پچھلے پہروں میں استغفار کیا کرتے تھے۔“

تفسیر فی میں روایت کی گئی ہے کہ محمد بن مسلم نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا: ہر آدمی رات کو تین دفعہ بیدار ہوتا ہے۔ اگر وہ نہیں اٹھتا تو شیطان اُس کے دونوں کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔ راوی کہتا ہے: میں نے آپ سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا: كَانُوا قَبِيلاً مِّنَ النَّبِيلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ ”کہ وہ راتوں کو کم سوتے تھے۔“ آپ نے فرمایا: بہت کم راتیں ان سے فوت ہوتی تھیں، جن میں وہ عبادت کے لیے نہ اٹھتے ہوں۔ وَبِأَنَّا سَحَّارِهِمْ يَسْتَغْفِرُونَ ”اور وہ رات کے پچھلے پہروں میں استغفار کیا کرتے تھے“ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ نماز شب کے وتر میں ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت کریمہ كَانُوا قَبِيلاً مِّنَ النَّبِيلِ مَا يَهْجَعُونَ کی تفسیر کے بارے میں مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: جب وہ لوگ سوتے ہیں، سونے کے دوران پہلو بدلتے ہیں تو کہتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَكْبَرُ۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝

”اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حق تھا۔“

صاحب تفسیر فی نے کہا ہے: ”سائل سے مراد وہ جو سوال کر کے اپنی گزراوقات کرے اور محروم سے مراد وہ جو بسیار کوشش کے کچھ نہ کما سکے۔“

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

”زمین میں یقین لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

”اور خود تمہارے وجود کے اندر (بھی نشانیاں) ہیں کیا تم دیکھتے نہیں؟

اللہ کی نشانیاں تمہارے وجود کے اندر ہیں، کیا تم اس میں غور نہیں کرتے؟

زیر بحث آیات میں ان نشانوں کے بارے میں جو زمین کے اندر ہیں اور خود انسان کے وجود کے اندر ہیں، ان کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ ان نشانوں سے واضح کیا جا رہا ہے کہ قیامت ایک ایسی حتمیت ہے جو ہر طرح سے ثابت ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

صاحب تفسیر فی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں اس کی آیات موجود ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

وفي كل شيء له آية

تدل على انه واحد

”کائنات کی ہر شے میں اس کی آیات موجود ہیں اور یہ بات دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے۔“

اس نے اس آیت کریمہ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ”اور خود تمہارے وجود کے اندر بھی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں؟“ کی تفسیر میں لکھا ہے: اللہ نے قسمیں سننے والا، دیکھنے والا پیدا کیا ہے۔ کبھی تم غصے میں ہوتے ہو اور کبھی تم خوش ہوتے ہو۔ کبھی تم بھوکے ہوتے ہو اور کبھی تم سیر ہوتے ہو۔ یہ تمام حالات اللہ کی آیات ہیں جو تمہارے وجود کے اندر ہیں۔

اصول کافی میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک ذہربق نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا: مجھے بتائیے کہ خدا

اگر ہے تو کہاں ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جب میں نے اپنے جسم میں غور کیا اور دیکھا کہ میں اپنے جسم میں اس کے طول و عرض میں نہ کی کر سکتا ہوں اور نہ زیادتی۔ نہ اس کو نقصان دے سکتا ہوں اور نہ اس کے لیے قواعد جاری کر سکتا ہوں۔ تو مجھے پتا چلتا ہے کہ اس عمارت کا کوئی ہانی ہے تو میں اس کی ذات کا اقرار کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں آسمان پر اس کی قدرت کے نظارے دیکھتا ہوں، وہ ہے جو بادلوں کو پیدا کرتا ہے اور ہواؤں کو ادھر سے ادھر گردش دیتا ہے۔ وہی ہے جو سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کو چلاتا ہے۔ وہ سب اس کی قدرت و صنعتی گری کی آیات ہیں۔ ان تمام اشیاء سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خالق ان تمام اشیاء پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک آدمی امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا: یا امیر المومنین! آپؑ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟ آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا۔ جب میں ارادہ کرتا ہوں تو میری ذات اور میرے ارادے کے درمیان کوئی نئی صورت حائل ہو جاتی ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں لیکن تمنا میرے عزم کی مخالف ہو جاتی ہے تو میں اس منزل پر پہنچ جاتا ہوں کہ اس کائنات اور میرے جسم کا مدبر کوئی اور ہے۔

رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے

حضرت امام حسن علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث میں آیا ہے، جب آپؑ سے ہادشا و روم نے مخلوق کے ارزاق کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپؑ نے فرمایا: مخلوق کا رزق چوتھے آسمان سے نازل ہوتا ہے اور وہ ایک مقدار کے مطابق نازل ہوتا ہے اور ایک مقدار کے مطابق پھیلتا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں روایت ہے: حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: جب تم میں سے کوئی آدمی نماز سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرے اور اپنے لیے دعا مانگے۔

یہ سن کر ابن سہانے عرض کیا: یا امیر المومنین! کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اُس نے کہا: جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو پھر ہاتھوں کو آسمان کی

طرف کیوں بلند کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تَعْدُونَ ۝

”تمہاری روزی آسمان میں ہے اور وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے اور رزق کی جگہ آسمان ہے تو پھر رزق کہاں سے طلب کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے رزق کے نزول کا جو وعدہ کیا ہے وہ آسمان سے کیا ہے کہ تمہارا رزق آسمان سے نازل ہوگا۔ کتاب خصال صدوق میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: برتنوں کو دھو کر رکھنا اور صحن کو صاف رکھنے سے رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

مصحف سہادیہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعائے رزق ہے۔ آپ اس وقت یہ دعا پڑھتے تھے، جب رزق میں ٹنگی پیدا ہو جاتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

”اے پروردگار! تو نے اپنی وحی کے ذریعے جو واضح اور صاف وعدہ فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کے ساتھ ساتھ قسم بھی کھائی ہے۔ اے اس روزی کے اہتمام سے جس کا تو ضامن ہے، سبکدوشی کا سبب قرار دے اور جس روزی کا تو نے ذمہ لیا ہے اس کی مشغلیوں سے طہرگی کا وسیلہ بنا دے۔ چنانچہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق اور بہت سچا ہے اور تو نے قسم کھائی ہے اور تیری قسم سچی اور پوری ہونے والی ہے کہ تمہاری روزی اور وہ کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے پھر تیرا ارشاد ہے:

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلُ مَا أَنَّكُمْ تَنطَفُونَ ۝

”پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ مطلب حق ہے کہ جس طرح تم گھٹکو کرتے ہو۔“

ارشاد مفید میں ایک طولانی حدیث ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رزق کو طلب کرو کیونکہ یہ طلب پر مشتمل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے میرے جد بزرگوار محمد ﷺ کو نبوت پر مبعوث فرمایا: خداوند تعالیٰ انسان کو اس کی مردت و شخصیت کے مطابق روزی دیتا ہے اور پروردگار کی مدد شدت بلا اور حادثہ کی مناسبت سے ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے: رزق اللہ کی طرف سے مقرر شدہ ہے۔ حریص کا حرص اُسے

جلب نہیں کرتا اور نہ ہی لوگوں کی ناپسندیدگی اُسے روکتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں مجھے

صحت فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے حیرے رزق کی کفالت اپنے ذمہ لی ہے تو یہ حد سے زیادہ بھاگ دوڑ کیسی۔ اگر رزق مقسوم و مقدر سے ہے تو پھر یہ حرص کیسا؟ ایک اور حدیث میں آپؐ ہی سے منقول ہے: لوگوں کو تکلیف و آزار پہنچانے سے رکنا اور بھگڑے ختم کرنے سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کا رزق وہاں رکھ دیا ہے جہاں کا گمان بھی نہیں۔ جب بندہ رزق کو نہیں پارہا ہوتا تو وہ کثرت کے ساتھ دعائیں مانگنے لگتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: توحید نصف دین ہے اور روزی کو راہ خدا میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اپنے ہاں اتارو۔

فَاَوْجِسْ مِنْهُمْ خِفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ ۚ وَبَشِّرِ ذُرِّيَّتَكَ بِمَا لَكُمْ ۖ وَبَشِّرِ ذُرِّيَّتَكَ بِمَا لَكُمْ ۖ وَبَشِّرِ ذُرِّيَّتَكَ بِمَا لَكُمْ ۖ

”پھر وہ اپنے دل میں اُن سے ڈرا۔ انہوں نے کہا: ڈرو نہیں ہم تیرے پروردگار کے رسول ہیں۔

پھر اُسے ایک ذی علم لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔“

جناب ابراہیمؑ کے مہمان

اصول کافی میں ایک طولانی حدیث موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چار فرشتوں کو قوم لوط کی ہلاکت کے لیے بھیجا۔ وہ جبریلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ اور کروہیلؑ صلوات اللہ علیہم تھے۔ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس اس صورت میں آئے۔ آپؑ کو سلام کیا لیکن جناب ابراہیمؑ انہیں نہ پہچان سکے۔ چونکہ آپ مہمان نواز تھے۔ آپؑ نے ان کے لیے فوراً ایک مچھڑا بھونا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ اسی دوران آپؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اُس مچھڑے کی طرف کھانے کے لیے نہیں بڑھ رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: فَاَوْجِسْ مِنْهُمْ خِفَةً

آپؑ نے دل میں خوف محسوس کیا۔ جب جناب جبریلؑ نے آپؑ کی یہ حالت دیکھی تو اپنا حمامہ اُتار۔ جناب ابراہیمؑ نے پہچان لیا اور فرمایا: کیا آپؑ ہیں۔ جناب جبریلؑ نے کہا: جی ہاں! میں جبریلؑ ہوں۔ اس دوران جناب سارہؑ آپؑ کی زوجہ کا وہاں سے گزر رہا تو جناب جبریلؑ نے انہیں جناب اسحاقؑ کی ولادت کی خوشخبری دی اور یہ بھی کہا: ان کی اولاد میں سے یعقوب ہوں گے۔ جو کچھ جناب سارہؑ نے فرمایا: پھر اُسے جو جواب دیا گیا، وہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

قَالَ نَبِيُّكُمْ يٰۤاَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ قُلْ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلٰى قَوْمٍ

مُجْرِمِينَ ۝۱۲۱ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارًا مِّنْ طِينٍ ۝۱۲۲ مُّسَوَّمَةً
عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ۝۱۲۳ فَاخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۲۴ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۝۱۲۵
وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ۝۱۲۶ وَفِي مُوسٰى
اِذْ اَرْسَلْنَاهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝۱۲۷ فَتَوَلٰى بِرُكْنِهِ وَ قَالَ
سِحْرٌ اَوْ مَجْنُونٌ ۝۱۲۸ فَآخَذْنَاهُ وَجُودَةً فَنُفِثْنَاهُ فِي الْيَمِّ وَهُوَ
مُلِيْمٌ ۝۱۲۹ وَفِي عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝۱۳۰ مَا تَذٰرُ
مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالْاَرْمِيْمِ ۝۱۳۱ وَفِي ثٰوْدٍ اِذْ قِيلَ لَهُمْ
تَسْعَوْا حَتّٰى حِينٍ ۝۱۳۲ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ
وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝۱۳۳ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَ مَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ۝۱۳۴

”جناب ابراہیم نے فرمایا: اے فرستادگان الہی! آپ کو کون سا اہم کام درپیش ہے۔ انھوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش کر دیں۔

ایسے پتھر جو آپ کے رب کے ہاں حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں۔ پھر ہم نے ان سب لوگوں کو جو مومن تھے اُس بہتی سے نکال لیا اور ہم نے اس میں ایک گھر

کے سوا مسلمانوں کا کوئی گمراہ نہ پایا۔ اس کے بعد ہم نے وہاں بس ایک علامت ان لوگوں کے لیے چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔

اور تمہارے لیے علامت ہے موسیٰ کے قصے میں، جب ہم نے اُسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا لیکن وہ اپنے تمام وجود کے ساتھ اس سے رُگردانی کر لی اور وہ بولا یہ آدمی یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔

آخر کار ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور سب کو سمندر میں پھینک دیا اور وہ علامت زدہ ہو کر رہ گیا۔ اور اسی طرح تمہارے لیے نشانی ہے قوم عاد میں جبکہ ہم نے اُن پر ایک ایسی تند و تیز آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر بھی گزر گئی اُسے بوسیدہ کر کے رکھ دیا۔

قوم ثمود کی داستان میں بھی ایک عبرت ہے، جب اُن سے کہا گیا کہ ایک خاص وقت تک قائمہ اُٹھا لو۔ انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔ آخر کار ان کے دیکھتے دیکھتے ایک اچانک آنے والے عذاب نے انھیں آلیا۔ پھر نہ اُن میں اُٹھنے کی طاقت رہی اور نہ وہ اپنا دفاع کر سکتے تھے۔

گذشتہ اقوام کی تاریخ میں یہ سب عبرت کے درس ہیں

فَسَاءَ جَزَاءٌ لِّمَنَّا عَذِيبَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ

”ہم نے اس میں ایک گمراہ کے سوا مسلمانوں کا کوئی گمراہ نہ پایا۔“

کتاب طل الشرائع میں ایک روایت میں ہے کہ ابوہریرہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں

عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں کیا قوم لوط کے تمام افراد بدکار تھے؟

آپ نے فرمایا: ہاں اس لیے تھے لیکن سوائے ایک گمراہ کے، کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی:

فَاَخْرَجْنَاهُمْ مِّنْهَا وَكَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٥٢﴾
 ”پھر ہم نے ان سب لوگوں کو جو مومن تھے اُس بستی سے نکال دیا اور ہم نے اس میں ایک گھر کے
 سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔“

قوم لوط کی ہلاکت کے اسباب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب جبریل امینؑ سے پوچھا: قوم لوط کی ہلاکت کے اسباب کیا
 تھے؟

جناب جبریلؑ نے عرض کیا: قوم لوط گاؤں میں رہتے تھے۔ وہ پیشاب پاخانے کے بعد اپنے آپ کو نہیں دھوتے
 تھے۔ غسل جنابت نہیں کرتے تھے، سخت بخیل تھے۔ مہمان کو کھانا نہیں کھاتے تھے۔ حضرت لوطؑ نے ان میں اپنی زندگی کے
 تیس سال گزارے۔ آپؑ باہر سے انھیں تبلیغ کرنے کے لیے آئے تھے۔ آپؑ اس قوم کے فرد نہیں تھے اور نہ آپؑ کا اس قوم
 میں خاندان تھا اور نہ قبیلہ۔ آپؑ نے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی اور ان برائیوں سے انھیں روکا۔ آپؑ نے انھیں اللہ کی
 اطاعت کی ترغیب دی لیکن انھوں نے آپؑ کی بات کو تسلیم نہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں معذب کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان
 کی طرف انذار کرنے والے اپنے رسول بھیجے لیکن جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف فرشتے بھیجے کہ مومنین
 کو ان بستیوں سے نکال لیں تو فرشتوں نے ان بستیوں میں صرف ایک گھر مسلمانوں کا پایا اور انھیں اس گھر سے نکال لیا۔
 خداوند تعالیٰ نے طلوع فجر کے وقت جناب جبریلؑ سے فرمایا: اے جبریلؑ! قوم لوط پر عذاب حتیٰ ہو چکا ہے۔
 اب قوم لوط کے قریہ اور اس کے ارد گرد کی آبادی پر اتر دو اور انھیں زمین کے ساتوں طبق سمیت اٹھاؤ اور آسمان کی طرف
 لے آؤ۔ جب تک میرا حکم نہ آئے اس وقت تک انھیں تھامے رکھو اور میرے نبی لوط کے گھر کو آنے جانے والوں کے لیے
 بطور عبرت رہنے دو۔

جناب جبریلؑ نے کہا: میں ان خالین پر اتر ا۔ پہلے میں نے اپنا دایاں پد ان پر مارا پھر بائیں، اے محمدؐ! سوائے جناب
 لوط کے گھر کے انھیں زمین کے ساتوں طبقات کے ساتھ اٹھایا اور انھیں فضا میں اس بلندی پر لے آیا کہ جہاں سے اہل
 آسمان ان کے مرغوں کی اذانوں کی آواز اور ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز سننے لگے۔

جس وقت سورج طلوع ہوا تو عرش سے آواز آئی: اے جبریلؑ! اب اس بستی کو الٹ دو۔ میں نے اُسے زمین کی

طرف الٹا کر پھینک دیا یہاں تک کہ وہ تہ وبالا ہو کر رہ گئے۔

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَةَ ۝

”اور اس طرح تمھارے لیے نشانی ہے قوم عاد میں جب کہ ہم نے ان پر ایسی محدود جزا عجزی بھیجی۔“

خداوند تعالیٰ نے فرمایا: قوم عاد کی داستان میں بھی ایک آیت و عبرت ہے جب کہ ہم نے ان پر عظیم اور بغیر ہارش

کے طوفان بھیجا۔

اس آیت کی تفسیر میں من لاصحروہ الملقیہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج تک جب بھی ہوا

چلی تو ایک خاص پلانے کے ساتھ چلی، سوائے قوم عاد کے اور جو ہوا قوم عاد پر چلی اور اُسے ہلاک کر کے رکھ دیا تھا تو وہ بھی

سوئی کے سوراخ کے برابر اپنے خزانے سے خارج ہوئی تھی۔

اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے پاس ہواؤں کے بھی لشکر ہیں۔ جو معصیت کرتا ہے تو اُسے ان کے ذریعے عذاب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: الرِّيحُ الْعَقِيمَةُ۔ اس سے مراد وہ ہوا ہے جس میں ہارش نہ ہو۔ ہوا کی چار اقسام ہیں اور یہ طائفہ کے نام ہیں:

① شمال ② جنوب ③ مہا ④ دیور۔ ہر ہوا پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: ہوا کی پانچ قسمیں ہیں۔ ان میں ایک ہوا ”عقیم“ ہے۔ اس کے شر سے اللہ کی پناہ

مانگو۔

تفسیر فی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

وہ ہوا جو عقیم ہے وہ ساتویں زمین کے نیچے سے نکلتی ہے۔ یہ ہوا آج تک باہر نہیں نکلی سوائے قوم عاد کی ہلاکت کے۔

جب اللہ تعالیٰ قوم عاد پر غضب ناک ہوا تو اُس نے ہوا کے خازنوں کو حکم دیا: ایک اکٹھی کے دائرے کے برابر ہوا کو اس

قوم پر خارج کرو۔ لیکن ہوا غضب ناک ہو گئی اور وہ ایک تیل کے ناک کے برابر ہو گئی تو اُس وقت ہوا پر مامور فرشتوں نے

بارگاہ ربوبیت میں فریاد بلند کی کہ ہوا نے ہمارے امر سے انکار کر دیا ہے۔ ہمیں خوف ہے حیرتی مخلوق میں سے وہ بھی مارے

جائیں گے جنہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جناب جبریل کو بھیجا تو اُس نے اپنا ہر مار کر اُسے روک دیا اور فرمایا:

تو اتنا باہر آ جتنا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ اس سے قوم عاد ساری کی ساری ہلاک ہو کر رہ گئی۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿۵۱﴾ وَالسَّمَاءَ
 بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿۵۲﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ
 الْهَدْيُونَ ﴿۵۳﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ
 تَذَكَّرُونَ ﴿۵۴﴾ فَفَرُّوْا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنَّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۵۵﴾ وَلَا
 تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۖ إِنَّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۵۶﴾ كَذَلِكَ
 مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ
 مَجْنُونٌ ﴿۵۷﴾ أَتَوَاصَوْنَهُ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَآغُونَ ﴿۵۸﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
 فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٌ ﴿۵۹﴾ وَذَكَرْ فَإِنَّ الدِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۶۰﴾
 وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۶۱﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ
 مِن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ﴿۶۲﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو
 الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿۶۳﴾ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ
 أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۶۴﴾ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ
 الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۶۵﴾

”اور اس طرح ہم نے اُن سے قبل قوم نوح کو ہلاک کیا تھا کیونکہ وہ فاسق لوگ تھے۔ ہم نے آسمان کو اپنی طاقت کے ساتھ بنایا اور ہمیشہ اُسے وسیع کرتے رہتے ہیں۔ زمین کو ہم

نے ہی بچایا ہے اور ہم کیا ہی اچھے پھیلانے والے ہیں۔

اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق حاصل کرو۔ پس تم خدا ہی کی طرف دوڑو۔ میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صاف صاف صورت میں خبردار کرنے والا ہوں۔ یونہی ایسا ہوتا رہا ہے کہ ان سے پہلے کی اقوام کے پاس بھی کوئی رسول نہیں آیا جسے انھوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون۔ کیا ان سب نے آپس میں کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے؟ نہیں بلکہ وہ ایک سرکش قوم تھی۔

پس اے نبی! ان سے اپنا رُخ پھیر لو اور تو ہرگز لائق سلامت نہیں ہے۔ البتہ انھیں نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لیے نفع مند ہے۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔

میں اُن سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ تو خود ہی رزق دینے والا ہے اور بڑی طاقت والا ہے۔ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حصّے کا بھی ویسا ہی عذاب تیار ہے جیسا انھی جیسے لوگوں کو ان کے حصّے کا مل چکا ہے۔ اس بنا پر یہ جلدی نہ کریں۔ جا ہی ہے کفر کرنے والوں کے لیے اُس روز جس کا انھیں خوف دلایا جا رہا ہے۔

ہم ہمیشہ آسمان کو وسیع کرتے رہتے ہیں

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا نَبُوعُونُ ﴿۵۱﴾

”ہم نے آسمان کو اپنی طاقت کے ساتھ بنایا ہے اور ہمیشہ اُسے وسیع کرتے رہتے ہیں۔“

یہ آیت عالم آفرینش میں خداوند تعالیٰ کی آیات کی عظمت کو پیش کرتی ہیں۔

اصول کافی کتاب توحید میں محمد بن مسلم سے روایت منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے

اس قول یَا بَنِي آدَمُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِإِيدِي (سورہ ص: ۷۵)۔ ”خدا نے فرمایا: اے اہلبیت! جس چیز کو میں

نے اپنی خاص قدرت سے پیدا کیا) میں ”یہ“ سے کیا مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: عربی زبان میں قوت اور لغت معنی میں یہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
 وَادْكُرْ عَمَلَكُمْ ذَاكِرًا لِلْآيَاتِ (سورہ ص: ۷۱) ”ہمارے اس بندے کو یاد کرو جو طاقت و قوت والے تھے۔“
 ایک اور آیت میں فرمایا: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ (سورہ ذاریات: ۴۷) ”یعنی ہم نے آسمان کو اپنی قوت کے ساتھ
 بنایا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ذَايَدَهُمْ بِرُؤُوسِهِمْ (سورہ مجادلہ: ۲۲) ”ہم نے انھیں روح کے ذریعے طاقت دی۔“
 کلام عرب میں یہ بھی استعمال ہوا ہے: لفلان عندی ید بیضا۔

ایک اور حدیث میں حضرت امام علی بن موسیٰ رضاؑ نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے:
 ”اُس نے دنیا جہان کی اشیاء کو ایک دوسرے کی ضد پیدا کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کے لیے کوئی ضد نہیں ہے
 اور انھیں ایک دوسرے کا قرین قرار دیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی قرین نہیں ہے۔ نور کو ظلمت کی ضد، خشکی کو تری کی
 ضد، سختی کو نرمی کی ضد اور سردی کو گرمی کی ضد قرار دیا۔ اس کے باوجود ان اشیاء کو جو ایک دوسرے کی ضد ہیں، جمع کر دیا تاکہ
 یہ جدائی جدا کرنے والے پر دلیل ہو اور یہ پیچگی ملانے والے پر دلیل ہو۔
 اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا ذَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

”اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق حاصل کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے نکل اور بعد میں فرق رکھا ہے تاکہ یہ جانا جاسکے کہ اس کا نکل ہے اور نہ بعد۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں آیا ہے کہ حضرت زید شہید نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ سے

پوچھا: بابا جان! اللہ تعالیٰ کو کسی جگہ سے متصف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ ذات اس صفت سے بلند و بالا ہے۔

جناب زید کہتے ہیں: میں نے پھر سوال کیا: جب جناب موسیٰؑ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا: اِنِّ رَجَعْتُ اِلٰی رَبِّكَ

پھر اس کا معنی کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا معنی وہی ہے جو جناب ابراہیمؑ کے اس قول کا معنی ہے: اِنِّیْ ذَاوِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَبِّحُوْنِیْ ۝

(سورہ صافات: ۹۹) کہ ”میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ عترت میری ہدایت فرمائے گا“ اور جو معنی

جناب موسیٰ کے اس قول کا ہے وہی معنی اس قول کا ہے۔ آپؐ نے کہا تھا: وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ (سورہ طہ: ۸۴) ”میں اس لیے جلدی میں ہوں تاکہ تو راضی ہو جا۔“

اسن و امان کی جگہ کی طرف رخ کرو

فَقَرَأْنَا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝

”پس تم خدا ہی کی طرف دوڑو میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صاف صاف صورت میں خبردار کرنے والا ہوں۔“

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: کعبۃ اللہ کاج کرو اور اے میرے بیٹے! کعبۃ اللہ کا گھر ہے جس نے بیت اللہ کاج کیا تو اُس نے اللہ کا قصد کیا اور مساجد اللہ کے گھر ہیں جس نے ان کی طرف کوشش کی تو اُس نے اللہ کی طرف کوشش کی اور اس کا قصد کیا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

”میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔“

انسان کی زندگی کا اہم ترین سوال کہ وہ کیوں پیدا کیا گیا؟ اس کی خلقت کا مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی عبادت ہے۔

کتاب طل الشرائع میں ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: اُس نے اپنے بندوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ اس کو جانیں، پس جب تم اُسے پہچان لو تو اس کی عبادت کرو۔ جب صرف اس کی عبادت کرنے لگو تو اس کے غیر کی عبادت سے بے نیاز ہو جاؤ۔

اس وقت ایک آدمی نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسول! میرے والدین آپؐ پر قربان ہو جائیں اللہ کی معرفت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہر زمانے کی امامت کی معرفت اللہ کی معرفت ہے۔ امام کی اطاعت واجب ہے۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝

”اللہ تو خود ہی رزق دینے والا ہے اور بڑی طاقت والا ہے۔“

خداوند تعالیٰ کی ذات غنی مطلق ہے

رزق دینے والا اللہ ہے۔ انسان سراپا محتاج ہے۔ اُسے ہر وقت اس کی احتیاج رہتی ہے۔ صحیحہ سہادیہ میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کی مشہور و معروف دعا ہے کہ جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

”اے اللہ! میں پورے خلوص کے ساتھ دوسروں سے منہ موڑ کر تجھ سے لو لگائے ہوئے ہوں اور بہترین تیری طرف متوجہ ہوں اور اُس شخص سے جو خود تیری عطا و بخشش کا محتاج ہے، منہ پھیر لیا ہے اور اس شخص سے جو تیرے فضل و احسان سے بے نیاز نہیں ہے، سوال کا رُخ موڑ لیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا سراسر سمجھ بوجھ کی سبکی اور عقل کی گمراہی ہے کیونکہ اے میرے اللہ! میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو تجھے چھوڑ کر دوسروں کے ذریعہ عزت کے طلب گار ہوئے ہیں تو وہ ذلیل و رسوا ہوئے، اور دوسروں سے نعمت و دولت کے خواہش مند ہوئے تو فقیر و نادار بنی رہے اور بلندی کا قصد کیا تو پستی میں جا کرے۔ لہذا ان جیسوں کو دیکھنے سے ایک دور اندیش کی دور اندیشی بالکل بر محل ہے کہ عبرت کے نتیجہ میں اُسے توفیق حاصل ہوئی ہے اور اُس کے صحیح انتخاب نے اُسے سیدھا راستہ دکھایا۔ جب حقیقت یہی ہے تو پھر اے میرے مالک! تو ہی میرے سوال کا مرجع ہے، نہ وہ جس سے سوال کیا جاتا ہے، اور تو ہی میرا حاجت روا ہے اور نہ وہ جس سے حاجت طلب کی جاتی ہے۔“

یہ حقیقت ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات ہی انسان کے لیے مرجع ہے لیکن اُس نے رزق کے حصول کے لیے کچھ شرائط بھی مقرر فرمائی ہیں کہ اپنی طرف سے سعی کرو اور پھر اللہ سے طلب کرو تو وہ ضرور انسان کی حوائج پوری فرماتا ہے۔ علی بن عبد العزیز روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن مسلم نے یہ کیا کر رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ آج کل تجارت کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف ہو گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: افسوس ہے کیا اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جو طلب نہیں کرتا تو اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک مجلس میں علامہ بن کامل آیا اور عرض کیا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ میری بد حالی ختم کرے اور رزق عطا فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا: میں تیرے لیے دعا نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے رزق اس طرح طلب کر جس طریقے سے اُس نے

علم دیا ہے۔

آل سام کے غلام عبدالاعلیٰ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میری مدینہ کے راستے پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس دن شدید گرمی تھی۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں آپ کا اللہ کے حضور کتنا بڑا مقام ہے۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنے آپ کو سخت مشقت میں ڈال رکھا ہے۔ دیکھئے کتنی گرمی ہے اور آپ اس گرمی میں کام میں مصروف ہیں۔

آپ نے فرمایا: اے عبدالاعلیٰ! میں رزق کی طلب میں مگر سے لکھا ہوں تاکہ مجھے تم جیسے لوگوں کی ضرورت نہ پڑے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تو میرا بہترین عہد ہے، ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ تو بیت المال میں سے اپنا رزق حاصل نہ کرے اور تو اپنے ہاتھ سے کما کر کیوں نہیں رزق حاصل کرتا؟ اس وحی کے بعد جناب داؤد چالیس دن تک روتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہے پر وحی فرمائی کہ میرے عہد داؤد پر نرم ہو جا۔ لوہا آپ پر نرم ہو گیا۔ آپ سارا دن ایک زرہ تیار کرتے اور اُسے ایک ہزار درہم میں بیچ دیتے تھے۔ آپ نے اس طرح تین سو ساٹھ زرہیں تیار کیں اور انھیں تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم میں بیچا۔ اس طرح آپ بیت المال سے بے نیاز ہو گئے۔



سُورَةُ الطُّورِ

سورة الطور، مکیہ آیاتہا ۴۹ و رکوعاتہا ۲
 ”سورۃ طور مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اُنچاس آیات اور دو رکوع ہیں۔“

۰۰۰

سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
 سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
 سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
 سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔

- ۱۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۲۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۳۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۴۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۵۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۶۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۷۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۸۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۹۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔
- ۱۰۔ سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔

سورۃ النور کی تلاوت کرنے سے پہلے ہاتھ دھو کر پڑھنا بہت ہی فضیلت والا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالطُّورِ ۱ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۲ فِي رَاقٍ مَّنْشُورٍ ۳ وَالْبَيْتِ
الْمَعْمُورِ ۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۶ إِنَّ
عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۷ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۸ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ
مَوْرًا ۹ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۱۰ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۱۱
الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۱۲ يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارٍ جَهَنَّمَ
دَعَاً ۱۳ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۱۴ أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ
أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۱۵ إصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا ۱۶ سَوَاءٌ
عَلَيْكُمْ ۱۷ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۱۸

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”قسم ہے طور کی، اور ایسی واضح اور کھلی کتاب کی جو رقی جلد میں تحریر کی گئی ہے، اور بیت المعمر کی قسم! اور بلند و بالا چھت کی قسم! اور موجزن سمندر کی، کہ تیرے رب کا عذاب ہر صورت واقع ہونے والا ہے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ وہ اُس روز واقع ہوگا، جب آسمان بُری طرح بل رہا ہوگا اور پہاڑ اپنی جگہ سے اڑے اڑے پھریں گے۔“

جائی ہے اس دن ان تکذیب کرنے والوں کے لیے، جو آج لہو و لب کے طور پر حجت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں، جس دن انھیں دھکے دے دے کر جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ اُس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی آگ ہے، جس کا تم انکار کرتے تھے۔ اب بتاؤ یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ جاؤ اب اور اس میں جلتے رہو، تم صبر کرو یا نہ کرو، تمہارے لیے برابر ہے، تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جس طرح تم عمل کر رہے تھے۔

طور

طور کے اصل معنی پہاڑ کے ہیں۔ یہ وہ خاص پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی تھی۔ ”سنت مسطور“ ایسی کتاب جو واضح اور کھلی ہو جو رقیق جلد یا چھلی کی شکل میں تیار کی گئی ہو۔ زمانہ قدیم میں کاغذ نہیں ملتا تھا تو لوگ کھال پر لکھتے تھے۔ یہ کھال خاص طور پر لکھنے کے لیے بنائی جاتی تھی۔ اصطلاح میں اُسے رَق کہا جاتا تھا۔ مجمع الدعوات میں جناب ابن طاووسؒ نے ایک دُعا نقل کی ہے جو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے مروی ہے:

الحمد لله الذي خلق النور وانزل النور على الطور في كتاب مسطور في رِق منشور بقدر مقدور على نبي محبوب

”تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے نور کو خلق فرمایا اور نور کو طور پر کھلی کتاب میں نازل کیا۔ ایسی کتاب جو رقیق جلد میں لکھی ہوئی ہے اعدادوں کے مطابق ایسے نبی پر جو.....؟؟“

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ

تفسیر قمی میں بیت المعمور کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ چوتھے آسمان میں ہے۔ جس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے چار ستون بنائے اور انھیں بیت المعمور قرار دیا۔ ملائکہ سے فرمایا: اس کا طواف کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو زمین کی طرف بھیجا کہ وہاں اس کی شکل و صورت و مقدار کا گھر بناؤ اور جو زمین میں ہے، اس کے لیے حکم جاری فرمایا: اس کا طواف کرو۔

زہری نے اپنے اسناد کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت المعمور چوتھے آسمان میں ہے اور چوتھے آسمان میں ایک نمر ہے کہ جس کا نام ”النجوان“ ہے۔ اس میں روزانہ جناب جبرئیل داخل ہوتے ہیں تو سورج طلوع کرتا ہے۔ جب وہ نکلے ہیں تو سورج فروب کرتا ہے۔ اس سے ستر ہزار قطرے جاری ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انھیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بیت المعمور کی طرف آئیں تو وہ وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ پھر وہ وہاں سے واپس نہیں آتے۔

تفسیر ترمذی میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے: جب رسول اللہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو آپ نے جناب جبرئیل سے پوچھا: اے جبرئیل! یہ ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے دروازے پر اللہ کے جوار میں کون تشریف فرما ہے؟ جناب جبرئیل نے عرض کیا: یہ آپ کے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

تفسیر حلی میں آیا ہے: بیت المعمور ساتویں آسمان پر ہے اور کعبہ کے محاذ میں ہے۔

اصول کافی میں ایک روایت ہے جو داؤد بن کثیر رقی سے منقول ہے، اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: رسول اللہ پر سلام کے کیا معنی ہیں؟

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی اور اس کے وحی اور اس کی بیٹی اور اس کے دونوں بیٹوں کو اور تمام آئمہ کو خلق فرمایا تو ان کے ہر دو کاروں کو بھی پیدا کیا تو ان سے بیٹا لیا کہ وہ مبر کریں گے اور دوسروں کو مبر کی تلقین کریں گے اور ایک دوسرے سے مربوط رہیں گے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کریں گے اور ان سے وعدہ فرمایا کہ ارض مبارکہ اور حرم امن ان کے حوالے کیا جائے گا اور اس میں بیت المعمور کو اتارا جائے گا۔ اور سقف مرفوع ان کے لیے ظاہر کیا جائے گا اور انھیں ان کے دشمن سے محفوظ کر دیا جائے گا اور زمین کو اللہ تعالیٰ سلامتی سے بدل دے گا اور جو کچھ اس کے اندر ہوگا، وہ بھی ان کے لیے سلامتی والا ہوگا۔ اس میں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس میں دشمن کا کوئی جھگڑا نہ ہوگا اور اس میں وہ کچھ ہوگا، جو انھیں محبوب ہوگا تو اللہ کے رسول نے تمام آئمہ اور ان کے ماننے والوں سے بیٹھا لیا۔

وَالشَّقُوفَ الْمَرْكُوعَ ۝

”اور بلند و بالا چھت کی قسم“۔

ایک روایت کے مطابق بلند و بالا چھت سے مراد آسمان ہے جو زمین پر ایک ٹپے کی طرح چھایا ہوا نظر آیا ہے۔ یہاں یہ لفظ پورے عالم بالا کے لیے استعمال ہوا ہے۔

مجمع البیان میں ایک روایت حضرت امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: سقف مرفوع آسمان ہے۔

صرف تمہارے اعمال میں تمہاری جزا ہے

وَالْبَحْرُ الْمَسْجُورُ ①

”اور موجزن سمندر کی قسم“

تفسیر فی کی روایت کے مطابق وَالْبَحْرُ الْمَسْجُورُ سے مراد ہے: ایسا سمندر جو قیامت کے دن موجزن ہوگا۔ جو آگ سے بھرا ہوا ہوگا۔

لیکن: بحر مسجور بھڑکتا ہوا اور یہ موجزن سمندر کہاں ہے؟ بعض مفسرین نے لکھا ہے: اس سے مراد ہمارے کرۂ ارض کے سمندر ہیں جو قیامت کے قریب بھڑک اٹھیں گے اور پھر پھٹ جائیں گے جس طرح کہ سورۃ نکویر اور سورۃ انفطار میں آیا ہے کہ جب یہ دریا پھٹ جائیں گے۔ تفسیر عیاشی میں جو حدیث حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قارون کو بحر مسجور میں عذاب ہو رہا ہے۔

یہ دونوں تفسیریں ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتیں بلکہ تائید کرتی ہیں۔

الَّذِينَ هُمْ فِي حَوْضٍ يَّابَسُونَ ②

”جو آج لہو و لعب کے طور پر رحمت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں فرما رہا ہے، جو بے دلیل باتوں کے ساتھ اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے کسی جھوٹ اور تہمت سے بھی انکار نہیں کرتے اور فلاح باتوں کے بحور میں پھنسے ہوئے ہیں۔

يَوْمَ يَدْخُلُونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَا ③

”جس دن انہیں دھکے دے دے کر جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔“

اس آیت میں دوبارہ مکذبین کی داستان دہرائی جا رہی ہے کہ انہیں نہایت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔

إِنَّ السَّقِيْنَ فِي جَنَّتٍ وَنَعِيمٍ ④ فَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقَّعَهُمْ

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ⑤ كَلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ

تَعْمَلُونَ ⑥ مُتَكِبِّينَ عَلَىٰ سُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ

عَيْنٌ ۱۰ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ
ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا
كَسَبَ رَهِينٌ ۱۱ وَأَمَدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۱۲
يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا نَغْوُ فِيهَا وَلَا تَأْتِيهِمْ ۱۳ وَيَطُوفُ
عَلَيْهِمْ غُلَامٌ لَّهُمْ كَذَاتِهِمْ لُؤْلُؤُ مَكْنُونٌ ۱۴ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى
بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۱۵ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۱۶
فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَعْنَا عَذَابَ السُّورِ ۱۷ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ
نَدْعُوهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۱۸ فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ
بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٌ ۱۹ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُّ بِهِ رَيْبَ
الْمُنُونِ ۲۰ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرِبِينَ ۲۱ أَمْ
تَأْمُرُهُمْ أَخْلَاْفُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۲۲

”متقی لوگ وہاں جنت کے باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ اُن چیزوں سے لطف لے رہے ہوں گے جو اُن کا رب انہیں دے گا اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا۔“

(انہیں کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو حرام سے اپنے ان اعمال کی جزا میں جو تم انجام دیتے رہ ہو۔ وہ آئے سامنے ظالموں میں بچائے گئے شخصوں پر عجیبے لگائے بیٹھے ہوں گے اور

ہم ان کی تزویج خوب صورت آنکھوں والی حوروں سے کریں گے۔

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد نے بھی ایمان قبول کیا تو ہم ان کی اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے اور ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروں ہے۔

ہم ان کو ہر طرح کے پھل اور گوشت جن کی وہ خواہش کریں گے۔ ان کے اختیار میں دے دیں گے۔ وہاں وہ ایک دوسرے سے شراب کے جام لے رہے ہوں گے، جس میں نہ کوئی یادہ گوئی ہوگی اور نہ بے ہودگی۔ اور ان کی خدمت میں ہمیشہ ان کے ارد گرد نوجوان لڑکے خدمت کے لیے دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے صدف میں مروارید ہوں۔

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے (ماضی کے بارے میں) حالات پوچھیں گے۔ یہ کہیں گے کہ ہم اپنے گھر والوں کے درمیان خوف و ہراس میں تھے۔ آخر کار اللہ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا اور ہمیں ہلاک کرنے والے عذاب سے محفوظ رکھا۔

ہم اپنی پہلی زندگی میں اُسی سے دعائیں مانگتے تھے، وہ واقعی بڑا ہی محسن اور رحیم ہے۔ پس اے نبی! تم صیحت کرتے رہو کیونکہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو اور نہ مجنون۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، ہم گردشِ ایام کا انتظار کر رہے ہیں۔

کہہ دو اچھا تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انھیں ایسی ہی باتوں کا حکم دیتی ہیں یا یہ حقیقت میں عناد میں حد سے گزرے ہوئے لوگ ہیں۔“

ہر شخص اپنے اعمال کے عوض میں گروں ہے

ان گذشتہ مباحث کے بعد ان آیات میں ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے جو اللہ کے مقرب بندے اور اس کے انعامات کے حق دار ہیں۔ اس لیے فرمایا: پرہیزگار جنت کے باغات میں فراواں نعمتوں میں ہوں گے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ قَبْلَ
شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝

”جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد نے بھی ایمان قبول کیا تو ہم ان کی اولاد کو جنت میں ان
کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے اور ہر شخص اپنے اعمال
کے ہاتھوں گروہی ہے۔“

اصول کافی کی روایت کے مطابق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کے وہ لوگ مصداق ہیں جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام علی علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے جو آخرتہ طاہرین اور اوصیاء ہیں، پر ایمان لائے۔

یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان اپنی صاحبہ ایمان اولاد کو جنت میں اپنے پاس رکھے اور ان سے مانوسیت
کی بنا پر لذت حاصل کرے۔ روایت کے مطابق ایسے افراد اگر عمل کے لحاظ سے کچھ تقصیرات رکھتے ہوں گے تو اللہ ان کے
نیک آباء و اجداد کے اکرام میں انہیں ان کے ساتھ ملحق کر دے گا۔

تفسیر قمی میں روایت ہے: وہ خود سال بچے جو مومنین کی اولاد ہوں گے، وہ اپنی موت کے بعد حضرت فاطمہ زہرا
علیہا السلام کی زیر نگرانی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں ان کے والدین کو مدیہ کر دیا جائے گا۔

روایات یہی بتاتی ہیں کہ اہل ایمان کی اولاد جنت میں ان کے ساتھ ہوگی۔ اس طرح ان کے لطف میں اور اضافہ ہوگا۔
محمد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ انہوں نے فرمایا:
حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کی شہادت کے بعد تین خصوصیات ملیں:

① امامت کو ان کی ذریت میں رکھ دیا گیا۔

② ان کی تربیت میں شفا رکھ دی گئی۔

③ اور دعا کی قبولیت ان کے قبہ کے نیچے رکھ دی گئی۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝

”یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے (ماضی کے بارے میں) حالات پوچھیں گے اور کہیں گے کہ
ہم اپنے گمراہوں کے درمیان خوف و ہراس میں تھے۔“

ہم ان دلوں خوف زدہ تھے اور آج امن و امان میں ہیں

اہل جنت ایک دوسرے سے کہیں گے: ہمیں اس زندگی میں ہمیشہ یہ دکھ رہتا تھا کہ ہماری اولاد اور گھر والے قلعہ راستے پر چل پڑیں گے۔ اس طرح اللہ کے عذاب کا فکار ہو جائیں گے اور نہ معلوم ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں عذابِ سم سے بچالیا۔ ہم پہلی زندگی میں بھی اسی سے دعا مانگا کرتے تھے کیونکہ وہی احسان کرنے والا ہے اور اب بھی اسی سے دعا کریں گے، وہی قبول کرنے والا ہے۔ اُن کے اِن الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی شکل میں پیش کیا ہے: فَتَقَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَّعْنَا عَذَابَ السُّورِ ۝ الخ ”آفرکار اللہ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا اور ہمیں ہلاک کرنے والے عذاب سے محفوظ رکھا۔“

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَخْلَاظُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝

”کیا ان کی عقلیں انہیں ایسی باتوں کا حکم دیتی ہیں یا یہ حقیقت میں مد سے گزبے ہوئے لوگ ہیں۔“

تفسیر فی میں مقول ہے کہ دنیا میں قریش سے محل و ہم میں بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فُلْيَا تُولُوا بِحَدِيثٍ مُّثَلَّهِ
إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمْ
الْخُلُقُونَ ۝ أَمْ خَلِقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَلْ لَا يُؤْقِنُونَ ۝
أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَتِ رَبِّكَ ۚ أَمْ هُمْ الْبَصِيطُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ
سُلْمٌ يَّسْتَوِعُونَ فِيهِ ۚ فُلْيَا تِ مُّسْتَبِيعُهُمْ بِسُلْطَنِ مُّبِينٍ ۝ أَمْ
لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمْ الْبَنُونَ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَّغْرَمٍ
مُّثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝ أَمْ يُرِيدُونَ
كَيْدًا ۚ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ الْمَكِيدُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ

سُبْحَنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۲﴾ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ
سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۳۳﴾ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ
الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا
هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ
أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۳۷﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ
وَإِذَا بَارَأَ النُّجُومَ ﴿۳۸﴾

”کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں
لانا چاہتے۔ اگر وہ اپنے اس قول میں سچے ہیں تو وہ بھی اس قسم کا کلام لے آئیں۔ کیا یہ
لوگ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں؟ یا یہ خود ہی اپنے خالق ہیں؟ یا پھر زمین اور
آسمانوں کو انھوں نے پیدا کیا ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

کیا تیرے پروردگار کے خزانے ان کے پاس ہیں یا ان پر انہی کا حکم چلتا ہے۔ کیا ان کے
پاس کوئی میز می ہے جس کے اوپر چڑھ کر عالم بالا کی باتوں کو سن لیتے ہیں۔ ان میں سے جو
بھی کوئی یہ دعویٰ رکھتا ہو تو وہ کوئی کھلی دلیل لے آئے۔ کیا اللہ کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور تم
لوگوں کے لیے بیٹے ہیں؟

کیا تم ان لوگوں سے کوئی اجر کا مطالبہ کرتے ہو جس کے بھاری بوجھ کے نیچے دب جاتے
ہیں۔ کیا ان کے پاس غیب کے حقائق کا علم ہے جسے وہ لکھ لیتے ہیں؟ کیا یہ کوئی چال چلنا

چاہتے ہیں؟ لیکن وہ اچھی طرح سے جان لیں کہ وہ ان شیطانی منصوبوں کے جال میں خود ہی گرفتار ہوں گے۔

کیا اللہ کے علاوہ یہ کوئی اور معبود رکھتے ہیں؟ خدا پاک ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اس قدر ہٹ دھرم ہیں کہ آسمان کے ککڑے بھی گرتے ہوئے دیکھ لیں تو کہیں گے کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔

پس اے نبی! انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ ان کی اپنی موت کے دن سے ملاقات ہو جائے۔ جس دن نہ ان کی اپنی کوئی چال ان کے کام آئے گی اور نہ کوئی ان کی مدد کرے گا۔ اور اس سے پہلے بھی ظالموں کے لیے عذاب ہے لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔

اے نبی! اپنے پروردگار کے حکم کی تبلیغ کے راستہ میں صبر سے کام لو کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہو۔ رات میں بھی اس کی تسبیح کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔“

اللہ کے ہاں بیٹیاں اور تمھارے ہاں بیٹے؟

کیا اللہ کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور تم لوگوں کے لیے بیٹے ہیں۔ یہ بات تو صاف اور واضح ہے کہ لڑکا اور لڑکی انسانی اقدار کے لحاظ سے آپس میں کوئی فرق نہیں رکھتے۔ یہ آیت ان لوگوں کے باطل عقیدے کے خلاف بطور استدلال پیش کی گئی ہے۔ قریش کہہ کا نظریہ تھا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝

”یہ لوگ اس قدر ہٹ دھرم ہیں کہ یہ لوگ آسمان کے ککڑے بھی گرتے ہوئے دیکھ لیں تو کہیں گے کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں تہذیب الاحکام میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کے ہاں رات گزاری تو اس رات چاند کو گرہن لگ گیا تھا۔ آپ نے جو کچھ

عمل زوجیت کرنا تھا وہ نہ کیا۔ آپؐ کی اس زوجہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں آپؐ میرے قریب اس لیے نہیں آئے کہ آپؐ مجھ پر ناراض ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: افسوس ہے چاند کو گرہن لگ گیا تھا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ اس وقت لذت حاصل کروں۔

اللہ کی تسبیح و تقدیس

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۱۰۱﴾

”رات میں بھی اس کی تسبیح کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔“

خداوند تعالیٰ سے راز و نیاز اور اس کی عبادت و بندگی اور اس کی تسبیح و تقدیس انسان کے آرام و سکون کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے صبر کا حکم فرمایا اور اس کے بعد فرمایا: جس وقت تو سحر کے وقت عبادت اور نماز شب کے لیے اٹھے، جس وقت نماز واجب کی ادائیگی کے لیے توفیند سے اٹھے اور جب بھی تو کسی محفل سے رخصت ہونا چاہے اس کی تسبیح و تحمید بیان کر۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ادبارِ سجود سے مراد ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتوں کا پڑھنا اور ادبارِ نجوم سے مراد صبح کی نماز سے قبل دو رکعت نماز پڑھنا۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تین مرتبہ اٹھتے تھے اور آسمان کی طرف نگاہ کرتے تھے اور سورہ آل عمران کی پانچ آیات تلاوت فرماتے تھے۔

سُورَةُ النَّجْمِ

سورة النجم مکیہ آیاتھا ۶۲ و رکوعاتها ۳
 ”سورة نجم مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی باسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔“

سورۃ نجم کے مطالب و مضامین

بعض مفسرین کے اقوال کے مطابق یہ سورہ وہ پہلا سورہ ہے جسے حضرت پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی دعوت کے اعلان کے بعد ظاہر و باہر صورت میں حرم مکہ میں بلند آواز سے تلاوت کیا۔ مشرکین نے اُسے سنا اور مومنین کے ساتھ مجددہ کیا۔

یہ سورہ درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

① خداوند تعالیٰ نے اس سورہ میں حلفیہ طور پر بیان دیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اپنے قول و فعل کے طور پر معصوم ہیں۔

② اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی تصنیف نہیں ہے۔

③ پیغمبر اکرم ﷺ کی معراج کا مقدس تذکرہ۔

④ دین اسلام کے ان بنیادی احکام کا تذکرہ جن کا تذکرہ نزول قرآن سے صدیوں پہلے آسمانی صحیفوں میں آچکا ہے۔

⑤ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ کا بیان۔

⑥ مشرکین کے تصوراتی اسنام کی بے حقیقی کا بیان۔

⑦ مشرکین کے باطل عقیدہ کی تردید کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔

⑧ گناہان کبیرہ و صغیرہ کا بیان۔

⑨ ہر شخص اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

⑩ ہر شخص کو اس کی سعی کا پھل ملتا ہے۔

- ❖ امور مکتوبہ خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔
- ❖ گذشتہ اقوام کی دردناک داستانوں کی طرف اشارہ جات۔
- ❖ عظمت کلام اللہ کا بیان۔
- ❖ پروردگار کی عبادت اور سجدہ کے حکم کے ساتھ سورہ کا اختتام

سورہ نجم کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جو شخص سورہ نجم کو ہر دن اور ہر رات تلاوت کرے گا وہ لوگوں کے درمیان ایک کامل تعریف اور ہر طرح پر شخص سمجھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورہ نجم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تعداد کے برابر جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی تصدیق کی تھی یا آپ کا انکار کیا تھا، دس نیکیاں عطا کرے گا۔

کتاب خصال صدوق میں آیا ہے کہ وہ سورتمیں جو عزائم ہیں وہ چار ہیں:

❖ اقراء باسم ربك الذي خلق

❖ النجم

❖ وتنزيل سجده

❖ وحم سجده

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝۲ وَمَا يَنْطِقُ
عَنِ الْهَوَىٰ ۝۳ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝۴ عَلَّمَهُ شَدِيدُ
الْقُوَىٰ ۝۵ ذُو مِرَّةٍ ۝۶ فَاسْتَوَىٰ ۝۷ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝۸ ثُمَّ
دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝۹ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝۱۰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ
مَا أَوْحَىٰ ۝۱۱ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝۱۲ أَفَتَسْمُرُونَ عَلَىٰ مَا
يَرَىٰ ۝۱۳ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝۱۴ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۝۱۵
عِنْدَ هَاجِئَةِ الْمَأْوَىٰ ۝۱۶ إِذْ يُغَشَّى السِّدْرَةَ مَا يُغَشَّى ۝۱۷

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”قسم ہے تارے کی جب کہ وہ ٹوٹا۔ نہ تو تمہارا ساتھی بھٹکا ہے اور نہ بھکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس
سے بات نہیں کرتا۔ جو کچھ بھی وہ کہتا ہے وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔
اُسے شدید طاقت والے نے تعلیم دی ہے، جو بہت بڑا صاحبِ حکمت ہے۔ پھر (اپنی شکل میں)
کھڑا ہوا۔ جب کہ وہ آسمان کے بلند ترین کنارہ پر تھے۔ پھر وہ قریب آئے اور مزید قریب آئے۔
یہاں تک کہ دو کمانوں کے مساوی یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔

پس اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو وحی کی۔ جو کچھ (نظروں نے) دیکھا اُسے دل نے نہیں

جھٹلایا۔ اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑا کرتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور انھوں نے پھر ایک مرتبہ اُسے دیکھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔ جہاں قریب ہی جنت المادئی ہے۔ جب کہ سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا۔“

وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ ۝

”قسم ہے تارے کی جب وہ ٹوٹا ہوا۔“

امامی شیخ صدوق، تفسیر فی اور باقی بہت سے مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپؐ مریض ہوئے اور اسی مرض میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اٹھا لیا تھا۔ آپؐ کے اہل خانہ اور اصحاب آپؐ کے پاس جمع ہوئے اور آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپؐ اس دنیا سے چلے جائیں تو آپؐ ہمیں یہ بتادیں کہ آپؐ کے بعد آپؐ کا قائم مقام کون ہوگا؟ آپؐ نے ان کی بات سن کر انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو پھر دوبارہ آپؐ کے پاس یہ لوگ اکٹھے ہوئے اور عرض کیا: اگر آپؐ اس دنیا سے چلے گئے تو یہ بتائیں آپؐ کا قائم مقام کون ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا: کل صبح ایک تارہ آسمان سے اترے گا اور وہ میرے اصحاب میں سے جس کے گھر میں اترے گا وہی میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اور یہ جان لو! تم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ خواہش نہ رکھتا ہو۔

جب چھ تارہ دن ہوا تو ان میں سے ہر آدمی اپنے حجرے میں بیٹھا اور تارے کے اترنے کا انتظار کرنے لگا۔ جس وقت تارا آسمان سے ٹوٹا تو اس کی روشنی نے دنیا کی روشنی کو ڈھانپ لیا اور وہ حضرت امام علی علیہ السلام کے گھر اتر پڑا۔ یہ دیکھ کر قوم کو سخت غصہ آیا اور کہہ اٹھے: بخدا! یہ آدمی اس کی محبت میں بُری طرح سے گرفتار ہے اور جو بات بھی کرتا ہے تو اپنے بھائی کی محبت میں بات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت اپنا یہ قرآن اُتار دیا:

وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطُقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

”قسم ہے تارے کی جب وہ ٹوٹا۔ نہ تمھارا ساتھی بھٹکا ہے نہ بہکا۔ وہ اپنی خواہش نفس سے بات نہیں کرتا۔ وہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ تو صرف وحی ہوتی ہے۔“

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝

”نہ تو تمھارا ساتھی بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ جب غدیر کے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام علی علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا تو ابلیس ملعون نے اپنے لشکر میں ایک زوردار چیخ ماری تھی۔ اس کی اس چیخ کو سن کر اس کے تمام چیلے چاہے وہ جہاں کہیں بھی تھے وہ فوراً اس کے پاس پہنچ گئے اور اُس سے پوچھا: اے ہمارے آقا! کیا ہوا ہے؟ آج تک ہم نے ایسی وحشت ناک چیخ نہیں سنی اُس نے کہا: آج رسول اللہ ﷺ نے وہ کام کر دیا ہے۔ اگر یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو دنیا میں کوئی آدمی گناہ گار نہ رہے گا۔ انھوں نے مل کر کہا: اے ہمارے آقا! تو پھر آپ کس لیے ہیں؟ اپنا ہاتھ دکھائیں۔ پھر کیا ہوا کہ ادھر امت مسلمہ کے منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ اے یہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر بات کرتا ہے اور اُن میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا: کیا تو نے اس کی آنکھوں کو نہیں دیکھا کہ وہ اُس کے سر میں گھوم رہی ہیں گویا کہ وہ بھون ہے؟ پھر ابلیس نے ایک چیخ ماری جس میں خوشی کا اظہار تھا پھر اس کے تمام چیلے اکٹھے ہو گئے۔ اُس نے ان سے کہا: کہ جو کچھ میں نے اس سے قبل آدم کے ساتھ کیا تھا، اُسے تم جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! ہم جانتے ہیں۔ شیطان نے کہا: میں نے آدم کو دھوکا دیا تھا تو اُس نے عہد توڑ ڈالا تھا لیکن اپنے رب کا انکار نہ کیا تھا ادھر انھیں دیکھیے کہ انھوں نے عہد بھی توڑا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا انکار بھی کر دیا ہے۔

اصول کافی میں ایک اور روایت جو حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جو میری حدیث ہے وہ میرے بابا کی حدیث ہے اور جو میرے بابا کی حدیث ہے وہ میرے دادا کی حدیث ہے اور جو میرے دادا کی حدیث ہے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی حدیث ہے اور جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی حدیث ہے وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی حدیث ہے اور جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی حدیث ہے وہ حضرت امام علی علیہ السلام کی حدیث ہے اور جو حضرت امام علی علیہ السلام کی حدیث ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

عَنْهُ شَبَّيْدُ الْقَوَى ۝ ذُو مِرْقَا ۝ فَاسْتَوَى ۝

”اُسے شدید طاقت والے نے تعلیم دی ہے جو بہت بڑا صاحب حکمت ہے پھر (اپنی شکل) میں کھڑا ہوا۔“

صاحب تفسیر قی نے ان آیات کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ شدید القوی سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ذُو مِرْقَا ۝ فَاسْتَوَى ۝ یعنی رسول اللہ ہیں۔

حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: خداوند تعالیٰ نے جب کسی نبی کو بھیجا تو اس کے ساتھ ایک صاحب قدرت و

طاقت، وانا وحیم بھی سمجھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَهُوَ بِالْأُفْلَاقِ الْأَعْلٰی ”جبکہ وہ آسمان کے بلند ترین کنارہ پر تھے“ یعنی رسول اللہ آسمان کے بلند ترین کنارہ پر تھے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ یعنی رسول اللہ اپنے رب کے قریب ہوئے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰی ۝

قَاب قَوْسین کی تعبیر انتہائی قرب اور نزدیکی سے کنایہ ہے۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ قرب و نعمت اور اس کی رحمت کے بہت زیادہ قریب ہو گئے تھے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ قریب۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ سے قرب نصیب ہوا۔ آپ اللہ کے بہت زیادہ قریب ہوئے تھے۔ جب آپ معراج کے سفر پر تھے تو جناب جبرئیل نے آپ سے کہا تھا: اے محمد! آگے بڑھیے۔ آپ نے ان مقامات کو اپنے پاؤں تلے روندنا ہے کہ یہاں نہ کوئی ملک مقرب آیا اور نہ ہی مرسل۔ یہ آپ کی منزلت و عظمت ہے کہ جس کی وجہ سے آپ گودہ مقام و مرتبہ ملا۔

روایت میں ہے: اگر آپ کی روح مقدس اور نفس شریف اس عظیم الشان مقام پر آنے کی قابلیت نہ رکھتا تو آپ یہاں نہ پہنچ سکتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰی ۝

کتاب علل الشرائع میں آیا ہے کہ ثابت بن دینار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ کو مکان سے متصف کیا جاسکتا ہے؟

آپ نے فرمایا: نہیں، وہ ذات لامکان ہے۔

میں نے عرض کیا: اگر بات یہ ہے تو پھر اللہ نے اپنے نبی کو معراج کیوں کرائی؟

آپ نے فرمایا: اس لیے کہ آپ کو آسمانوں کے ملکوت دکھائے جائیں۔ علاوہ ازیں انھیں کائنات کے عجائبات دکھائے جائیں۔

آپ نے فرمایا: رسول اللہ دوران معراج جناب نور کے قریب ہو گئے تھے۔ آپ نے وہاں نیچے زمین کے ملکوت بھی دیکھے اور وہ بھی آپ کو بہت قریب سے دکھائی دے رہے تھے۔ جس طرح کمان کے دو کنارے ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو معراج نصیب ہوا تو آپ اللہ تعالیٰ سے اتنا زیادہ قریب ہوئے تھے جتنا کمان کے دو کنارے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور آپ کے سامنے نور سے جنابت کو اٹھا دیا گیا تھا۔

جناب عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں معراج پر گیا تو میں اپنے پروردگار کے قریب ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ میرے اور میرے رب کے درمیان کمان کے دو کناروں کا فاصلہ رہ گیا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ میں قریب ہو گیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا: اے محمد! تجھے میری مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے سب سے زیادہ محبت علیؑ سے ہے۔

اصول کافی میں ایک روایت ہے کہ ابوبصیرؓ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں رسول اللہ کو کتنی مرتبہ معراج نصیب ہوئی؟ آپؑ نے فرمایا: دو دفعہ دوران سفر معراج جبرئیلؑ ایک منزل پر ٹھہر گئے اور اُس نے آپؑ سے کہا: آپؑ آگے تشریف لے جائیے۔ آپؑ اس مقام پر کھڑے ہیں، جہاں نہ کوئی فرشتہ آیا اور نہ کوئی نبی۔ تیرا پروردگار آپؑ پر درود و سلام بھیج رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے جبرئیل! وہ کس طرح درود بھیج رہا ہے؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: وہ فرما رہا ہے: سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ اَنَا رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي۔ ”پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات اور میں ملائکہ اور روح کا پروردگار ہوں۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔“ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللھم عفوک عفوک۔ اور پھر آپؑ کو وہ مقام ملا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝

حضرت ابوبصیرؓ نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے وہاں نور عظمت کا دیدار کیا کہ جتنا اللہ چاہتا تھا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! آپؑ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے بعد تیرا جانشین کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے۔ پروردگار نے فرمایا: تیرے بعد تیرا جانشین علی بن ابی طالبؑ ہے، جو امیر المومنین اور قائد فرشتہ کائنات ہے۔

ابوبصیرؓ کہتا ہے: بعد ازیں امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیرؓ! بعد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو یہ خلافت زمین سے نہیں ملی بلکہ آسمان سے ملی ہے۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَمَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ کہ اس سے دو ہاتھ بلکہ اس سے کم فاصلہ مراد ہے۔

کتاب بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جب رسول اللہ ﷺ کو قَابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَذْنِی کی منزلت نصیب ہوئی تو اس وقت آپ کے سامنے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے صحیفے لائے گئے تو آپ نے اصحاب الیمین کا صحیفہ اپنے دائیں ہاتھ میں لیا اور اُسے کھولا اور اُسے دیکھا تو اس میں اہل جنت کے اسماء تھے اور ان کے آباء و اجداد کے نام تھے۔ پھر اس صحیفے کو لپیٹا اور اُسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور دوسرا صحیفہ اصحاب الشمال کا کھولا تو اس میں اہل جہنم کے نام تھے اور ان کے آباء و اجداد کے نام تھے اور ان کے قبائل کے نام تھے۔ جب آپ واپس زمین کی طرف تشریف لائے تو وہ دونوں صحیفے آپ کے پاس تھے آپ نے انہیں حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔

احتجاج طبری میں روایت ہے کہ جس میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنا نسب بتاتے ہوئے فرمایا:

انا ابن من علی فاستعلی
مجانر سدرۃ المنتہی فکان من ربہ
قاب قوسین او اذنی

”میں اُس کا سپوت ہوں، جس نے بلند یوں کو اپنے پاؤں سے روند اور اُس نے سدرۃ المنتہی کو عبور کیا اور قابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَذْنِی کی منزل پر پہنچے۔“

حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اہل شام میں سے ایک یہودی امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے ہواؤں کو مسخر کر دیا تھا۔ وہ صبح کو لے کر شام تک انہیں اٹھا کر چلتیں اور ایک ماہ کی مسافت طے کرتیں۔

آپ نے فرمایا: ہاں تمہاری یہ بات ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو حطا فرمایا وہ اس سے کہیں زیادہ افضل و بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ جب انہیں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا تو آپ نے ایک ماہ کی مسافت کا سفر چند ساعات میں طے کیا۔ جب آپ کو آسمانوں کے ملکوت کی طرف لے جایا گیا تو آپ نے پچاس ہزار سال کا سفر ایک تہائی رات میں طے کیا اور آپ ساقی عرش تک پہنچے۔ آپ کو سبز رنگ کی زعفران پر جنت میں لایا گیا۔ آپ کی بصارت کو نور نے ڈھانپ لیا۔ پس آپ نے اپنے پروردگار کی عظمت کو اپنے دل کے ذریعے دیکھا۔ انہیں اپنی آنکھوں کے ساتھ نہ دیکھا۔ پس آپ کو قابِ قوسین بلکہ اس سے بھی قریب کی منزل ملی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی جو سورہ بقرہ میں ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْا يُّحٰبِيْكُمْ بِهٖ اللّٰهُ
 فَيَعْلَمُ لَيْسَ يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (سورہ بقرہ: ۲۸۴)
 ”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لیے ہے۔ جو کچھ تم اپنے نفوس میں ظاہر کرتے ہو
 یا چھپاتے ہو اللہ اس کا تم سے حساب لے گا جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا
 اُسے عذاب دے گا اور اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر پیش کیا لیکن اس کے نقل کی وجہ سے انھوں نے قبول نہ کیا۔
 اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم ﷺ پر اس کو پیش کیا تو آپ نے اُسے قبول کیا اور آپ نے اپنی امت پر پیش کیا تو
 انھوں نے بھی اُسے قبول کیا۔

مَا كَذَّبَ الْتَقْوٰۤا مَا تَرٰۤاۤی ۝

”جو کچھ نظروں نے دیکھا اُسے دل نے نہیں جھٹلایا۔“

تفسیر فی میں روایت منقول ہے: فَأَوْتٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْطٰی کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ اپنی
 قدرت کاملہ کے ساتھ وحی فرمائی۔ اس مقام پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان وحی کے لیے جناب جبرئیل واسطہ نہیں
 تھے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ سے اس خصوصی اور بالمشافہ وحی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ
 نے میری طرف وحی فرمائی کہ علیٰ مومنین کے امیر ہیں اور قائد فرما جلیں ہیں اور آخری نبی کے پہلے خلیفہ ہیں۔
 یہ سن کر کچھ لوگوں نے اس بات کی مخالفت کی۔ انھوں نے کہا: کیا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے
 ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: اے میرے رسول! ان سے کہہ دیجیے: مَا كَذَّبَ الْتَقْوٰۤا مَا تَرٰۤاۤی پھر
 ان کی باتوں کو رد کر دیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَفَتُكْفِرُوْنَ عَلٰی مَا یُرٰۤی ۝

”اب تم کیا اس چیز پر جھٹلا کرتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔“

اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے لیے اپنا خلیفہ نصب کروں۔ پس میں ان
 سے کہتا ہوں: ہٰذَا وَلِیْکُمْ مِّنْ بَعْدِی، ”یہ میرے بعد تمہارے آقا و مولا ہیں۔“ ان کی مثال کشتی جیسی ہے جس طرح کشتی

فرق ہونے سے بچاتی ہے، یہ حصیں ہلاکت سے بچائیں گے، جو اس میں داخل ہوا، وہ نجات پا گیا اور جو اس سے نکل گیا وہ غرق ہو گیا۔

جہول مؤلف بزرگوار کہ اس فرمان خداوندی قَاوُتْہِیْ اِلٰی عِبْدِہٖ مَا اَوْطٰی ﴿۱﴾ کی تفسیر میں جتنی روایات نقل کی ہیں۔ اصول کافی، بصائر الدرجات اور الاحجام سے لی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ان کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔
مجمع البیان میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کے ساتھ دیکھا۔ ایک اور روایت جو حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت ابوذر اور ابوسعید خدری سے مروی ہے: جب رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: میں نے نور دیکھا تھا۔

ابوالحالیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا آپؐ نے معراج کی رات اپنے رب کا دیدار کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے وہاں ایک نہر دیکھی اور اس نہر کی دوسری طرف حجاب دیکھا اور اس حجاب کے پیچھے نور دیکھا۔ اس کے علاوہ میں نے اور کچھ نہیں دیکھا۔

اصول کافی میں صفوان بن یحییٰ سے روایت ہے کہ ابوہریرہؓ نے حضرت امام علی رضی اللہ عنہ سے حلال و حرام اور دوسرے احکام کے بارے میں سوالات کیے۔ بعد ازیں اُس نے اس آیت کریمہ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اٰخَرٰی ﴿۱﴾ ("اور انھوں نے پھر ایک مرتبہ اُسے دیکھا") کے بارے میں استفسار کیا۔

حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد والی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپؐ نے وہاں کیا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی یعنی محمد ﷺ کی آنکھوں نے دیکھا جس کو دیکھا تو اُس کے دل نے اُسے نہیں جھٹلایا۔ جو کچھ آپؐ نے دیکھا آپؐ نے اس کے بارے میں متا دیا۔

قرآن مجید میں ہے: لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہٖ الْکُبْرٰی "اس نے اپنے رب کی چند عظیم آیات کو دیکھا۔" اللہ کی جو آیات ہیں وہ اللہ کی غیر ہیں۔

اصول کافی کتاب توحید میں ایک روایت منقول ہے: محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے استفسار کیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! دیکھا تھا لیکن دل کی نگاہوں سے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: مَا كَذَّبَ

الْفَوْادُ مَا رَأَى ۝ انھوں نے آنکھوں کے ساتھ نہیں دیکھا بلکہ اس کا دیدار دل کے ساتھ کیا تھا۔
کتاب طل الشرائع میں حبیب سبحانی سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ۝ عِنْدَ مَا جَنَّتُ السَّمَاوِي ۝
”اور انھوں نے پھر ایک مرتبہ اُسے دیکھا۔ سدرة المنتہی کے پاس دیکھا، جہاں قریب ہی جنت مادی ہے۔“

حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہ ﷺ کا سر معراج میں ساتھ دیا۔ آپ آسمانوں کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ جس وقت ”سدرة“ کی حدود شروع ہوئیں تو جبرئیلؑ کے قدم رک گئے اور عرض کیا: اے محمد! میری منزل ختم، میں ان حدود سے آگے نہیں جاسکتا۔ اللہ نے مجھے یہاں تک کی اجازت دی ہے اور آگے جانے کی مجھ میں قدرت ہی نہیں ہے لیکن آپ آگے بڑھے اور سدرة کی طرف چلے۔ رسول اللہ ﷺ سدرة کی طرف بڑھے اور جناب جبرئیلؑ پیچھے رہ گئے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: سدرة المنتہی کو سدرة المنتہی کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ یہاں بندوں کے اعمال کھینچے ہیں، محافظین ملائکہ انھیں یہاں لے آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں عرش کے نیچے اور اس کے ارد گرد نیچے ٹہنیاں دیکھیں تو وہاں پروردگار نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے نور کی تجلی کا دیدار کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے دل کو طاقت و توانائی عطا کی اور ان کی بصیرت کو توانا کیا اور آپ نے اللہ کی آیات کا نگارہ کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ۝ عِنْدَ مَا جَنَّتُ السَّمَاوِي ۝

اور رسول اللہ ﷺ نے وہاں اپنے پروردگار کی آیات کبریٰ دیکھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: سدرة کی ضخامت دنیا کے سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس کا ایک پتہ تمام دنیا کو ڈھانچنے کی وسعت رکھتا ہے۔

وہ آسمانوں میں محمود ہیں

ایک شامی یہودی نے جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جناب موسیٰ اللہ کے حضور طور پر مناجات

فرماتے تھے۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! جو منزلت جنابِ موسیٰ کو حاصل تھی وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی حاصل تھی لیکن آپ کا مقام اُن سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ پر آپ پر وحی فرمائی۔ آسمانوں میں ان کا مقام محمود ہے اور منعواء عرش پر ان کا ذکر جاری و ساری ہے۔

تفسیر فی میں احمد بن محمد بن ابی نصر سے روایت منقول ہے کہ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے احمد! تمہارے اور ہشام بن حکم کے اصحاب کے درمیان توحید کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟ میں نے عرض کیا: میں قربان جاؤں، ہم یہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو جو ان کی شکل میں دیکھا لیکن ہشام توحید کے لیے جسم نہیں مانتا۔

آپ نے فرمایا: اے احمد! رسول اللہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور جب آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو جہاں میں موسیٰ کے سوراخ کے برابر ان میں سوراخ کیا گیا اور آپ نے اس سوراخ میں سے اپنے رب کے نور کی عظمت کا دیدار کیا جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ اور تم لوگ اس سے شبیہ مراد لیتے ہو، ایسے عقیدے کو چھوڑ دو۔ اس سے تمہیں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوگا۔

سدرۃ المنتہیٰ کے ایک پنچے کے نیچے ایک پوری اُمت آ سکتی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ایک پنچے کی اتنی وسعت ہے کہ اس کے سائے نے ایک اُمت کو گھیر رکھا تھا اور میں اس وقت قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنٰی کی منزلت پر تھا۔

جلالِ ربی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے: جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو جبرائیل کے قدم رک گئے۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ مجھے اس مقام پر چھوڑ دیں گے؟ اُس نے عرض کیا: آپ آگے بڑھیے۔ پھر آپ وہاں پہنچ گئے ہیں جہاں اللہ کی مخلوق میں سے آپ سے پہلے کوئی نہیں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے وہاں اپنے پروردگار کا نور دیکھا تو اس وقت میرے اور نور ربانی کے درمیان سببِ حائل ہو گیا۔

”میں اللہ ہوں اور اکیلا ہوں، محمد میرے عبد ہیں، میں نے ان کی مدد اور نصرت اور تائید اس کے وزیر علی سے کی۔“

جنت ماویٰ کیا ہے؟

عَنْدَا جَنَّةُ الْمَاوِیِّ ۝

”جنت ماویٰ کے پاس۔“

جناب بلالؓ سے روایت منقول ہے: راوی کہتا ہے: میں نے بلال سے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، مہربانی فرمائیں میں ایک فقیر ہوں۔ اُس نے کہا: اے غلام! آپ نے مجھے مختلف قسم کی تکالیف میں ڈالا ہے۔ جنت کا باب اعظم وہ ہے جس میں اللہ کے صالح بندے داخل ہوں گے۔ اور وہ زاہد اور پرہیزگار لوگ ہوں گے اور وہ لوگ داخل ہوں گے جو اللہ کی طرف رغبت رکھنے والے ہوں گے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو کیا کریں گے؟ اُس نے کہا: وہ جنت کی صاف و شفاف دو نہروں میں یا قوت کے سفینوں پر سوار ہوں گے۔ اس میں ملائکہ ہوں گے، ان پر گہرے سبز رنگ کے لباس ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے کیا نور کا رنگ بھی سبز ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ان کے کپڑے سبز رنگ کے ہوں گے لیکن ان میں جو نور ہوگا وہ نور رب العالمین کا نور ہوگا۔ میں نے کہا: اس نہر کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جنت الماویٰ۔

جنت اور آل محمد ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا اور میں سدرة المنتہی پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سدرة کے ایک پتے نے دنیا کو اپنے سایے کی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور اس کے ہر پتے پر ایک فرشتہ ہے جو تسبیح بیان کر رہا ہے۔ ان فرشتوں کے منہ سے موتی اور یا قوت خارج ہو رہے تھے۔ جو نبی وہ موتی اور یا قوت باہر آتے تو ان سے ان پر مکمل فرشتے باہر آتے جو انھیں نور کے سمندر میں ڈال دیتے۔ پھر وہ ہر جمعہ کی رات انھیں سدرة المنتہی کی طرف نکالتے ہیں۔

جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور کہا: اے محمد! مرحبا۔ اُس وقت میں نے سدرہ کی ہوا کا اضطراب اور جنت کے دروازوں کی کھٹکھاہٹ محسوس کی۔ اُس وقت آواز آئی: آپ کی آمد پر وہ اپنی مسرت اور فرحت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اُس وقت میں نے جنت کی آواز سنی جو عدا دے رہی تھی کہ وہ علی و فاطمہ و حسن اور حسین کے دیدار کے شوق میں تڑپ رہی ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۚ ۱۴ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝ ۱۵
 أَفَرَأَيْتُمُ اللَّتَّ وَالْعُرَىٰ ۚ ۱۶ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةِ الْآخِرَىٰ ۚ ۲۰ أَلَكُمُ
 الذَّكْرُ وَلَهُ الْأُنْثَىٰ ۚ ۲۱ تِلْكَ إِذْ أَوْحَسَهُ ضَيْزَىٰ ۚ ۲۲ إِنْ هِيَ إِلَّا
 أَسْمَاءُ سَبَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ
 إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ ۲۳ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ
 مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۚ ۲۴ أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَنْبَىٰ ۚ ۲۵ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ
 وَالْأُولَىٰ ۚ ۲۶ وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا
 إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۚ ۲۷ إِنَّ الَّذِينَ لَا
 يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْئُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْبِيَةً الْأُنْثَىٰ ۚ ۲۸ وَمَا
 لَهُمْ بِهَا مِنْ عِلْمٍ ۚ ۲۹ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ ۳۰ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي
 مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ ۳۱ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى ۚ ۳۲ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ
 يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ ۳۳ ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ ۳۴ إِنَّ رَبَّكَ

هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى ۝
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَءَوْا
بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ
كَبِيْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ اِلَّا اللَّيْمَ ۚ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعٌ مِّنْ فَحْرٍ ۚ
هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا اَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذَا اَنْتُمْ اَجْنَّةٌ فِيْ
بُطُوْنٍ اُمَمٰهَتِكُمْ ۚ فَلَا تَزْكُوْا اَنْفُسَكُمْ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ۝

”نہ اس کی آنکھ چھ میاں اور نہ ہی سرکشی کی۔ اس نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔
اب ذرا مجھے بتاؤ تم نے کبھی اس لات اور اس غوثی اور منات جو ان میں سے تیسرا ہے
(خدا کی بیٹیاں ہیں) کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں ہیں؟ تو اس
صورت میں یہ تقسیم عادلانہ نہیں ہے؟

یہ تو بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے
لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ وہ صرف وہم و گمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں حالانکہ
ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

کیا انسان جو آرزو رکھے اس کے لیے وہی حق ہے؟ حالانکہ دنیا اور آخرت کا مالک تو اللہ
ہے۔ اور کتنے ہی آسمانوں میں فرشتے موجود ہیں۔ ان کی شفاعت کچھ بھی فائدہ نہیں دے
سکتی۔ مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لیے چاہے اس سے راضی ہو کر اجازت دے دے۔
مگر جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹی کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ انھیں

اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں ہے۔ درمخص بے بنیاد گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔

پس اے نبی! جو ہمارے ذکر سے منہ موڑتا ہے اور دنیاوی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے اُس سے منہ موڑ لو۔ یہ ان کی آگاہی کی آخری حد ہے۔ یہ بات تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے۔

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے تاکہ بُرائی کرنے والوں کو ان کے بُرے اعمال کا بدلہ دے اور نیک لوگوں کو ان کے نیک اعمال کے لیے اجر عطا کرے۔ جو بڑے بڑے گناہوں اور بُرے اعمال سے سوائے صغیرہ کے پرہیز کرتے ہیں تیرے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ وہ تمہاری نسبت سب سے زیادہ باخبر ہے۔ اس وقت سے جب اس نے تمہیں زمین سے خلق کیا اور جس وقت تم اپنی ماؤں کے شکموں میں ابھی جنین ہی تھے۔ پس تم خود ستائی سے کام نہ لو کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے؟

رب کی عظیم نشانیاں

لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ①

”اس نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔“

اصول کافی کتاب توحید میں آیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے جبریل امینؑ کو اپنی اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا جب کہ آپؐ کے علاوہ کسی نبیؑ نے آپؐ کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ کیونکہ جبریلؑ اپنی خلقت میں عظیم ہیں اور وہ روحانیوں میں سے ہیں جن کی خلقت اور صفت کو سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جان سکتا۔

حضرت امام علی علیہ السلام سات مقامات پر

تفسیر فی میں ابو بردہ اسلمی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو امام علی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا: اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے ساتھ سات مقامات پر اکٹھے رکھا ہے۔ پہلا مقام جب مجھے معراج پر لے جایا گیا

اور میں آسمان پر پہنچا تو جناب جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا: آپ کے برادر کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا: میں انھیں زمین پر اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ جناب جبرئیلؑ نے کہا: آپ اللہ کے حضور دعا مانگیں تاکہ وہ آپ کے پاس آجائیں۔ جب میں نے اللہ کے حضور دعا کی تو میں نے اپنے پاس آپ کی مثال دیکھی۔

دوسرا مقام وہ ہے، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ معراج کرایا تو جناب جبرئیلؑ نے پوچھا: آپ کے بھائی کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میں انھیں اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ اُس نے مجھے کہا: آپ اللہ سے دعا مانگیں وہ آپ کے پاس آجائیں۔ پس جب میں نے دعا مانگی تو آپ کی مثال اپنے پاس موجود پائی۔ المختصر ساقواں مقام وہ ہے جب میں معراج پر تھا اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو اکٹھا کیا اور میں نے انھیں نماز پڑھائی تو آپ کی مثال میرے پیچھے تھی۔

علیؑ، اللہ کی بڑی آیت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل کی مجھ سے بڑی اور آیتیں نہیں ہیں۔

علیؑ، محبوب رسولؐ

امامی شیخ الطائفہ میں روایت ہے: جناب ابن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں معراج پر گیا اور اپنے رب کے قریب ہوا حتیٰ کہ میرے اور اس کے درمیان قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنٰی کا فاصلہ تھا تو میرے رب نے فرمایا: اے محمدؐ! آپ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں؟ میں نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کیا: میں علیؑ سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ادھر توجہ کرو۔ جب میں نے اپنے ہاتھں دیکھا تو میرے پہلو میں علی بن ابی طالبؑ کی مثال تھی۔

اَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝

”اب ذرا مجھے بتاؤ کبھی اس لات وغوی کو تم نے دیکھا۔“

وَمَلُوۡا الثَّالِثَةَ الْاٰخِرٰی ۝

”اور منات جو ان میں سے تیسرا ہے۔“

تفسیر فی میں علی بن ابراہیم نے ان دو آجوں کی تفسیر میں لکھا ہے: ”اللات“ مرد کا نام ہے اور ”عزوی“ عورت کا نام ہے۔ اور منات الثالوث الاخریٰ جو حرم سے باہر مجھے میل کے فاصلے پر تھا۔

عیون الاخبار میں حدیث قدسی منقول ہے: یہ قائم جو میرے حلال کو حلال کرے گا اور میرے حرام کو حرام کرے گا اور وہ میرے اعداء سے انتقام لے گا، اور وہ میرے اولیاء کے لیے راحت و چین ہے۔ اور وہ وہ ہے جس سے تیرے ماننے والوں کے دلوں کو سکون ملے گا، وہ ظالمین و کافرین کا مفاہیا کر دے گا..... الخ۔

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّغَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجْنَتُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ۚ

”جو بڑے بڑے گناہوں اور بُرے اعمال سے سوائے صغیرہ کے پرہیز کرتے ہیں۔ تیرے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ وہ تمہاری نسبت سب سے زیادہ باخبر ہے۔ اس وقت سے جب اس نے تمہیں زمین سے خلق کیا اور جس وقت تم اپنی ماؤں کے شکموں میں ابھی جنین ہی تھے۔ پس تم خود ستائی سے کام نہ لو کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے؟“

گناہان کبیرہ

حضرت امام علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا کہ عمرو بن عہد لمیری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور آیا۔ اس نے سلام کیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور یہی آیت کریمہ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ..... پڑھی۔ پڑھتے پڑھتے رُک گیا۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: کس چیز نے تجھے روک دیا ہے؟
اس نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ کتاب اللہ کے مطابق کہارکتے ہیں؟
آپ نے فرمایا: اے عمرو! گناہان کبیرہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ (سورۃ نساء: ۴۸)

”بے شک اللہ اُسے معاف نہیں کرے گا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَزَمَ اللّٰهُ عَنِّيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ - وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝
 ”جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں ہے۔“ (سورہ مائدہ: ۷۲)

بعد ازیں اللہ کی رحمت و روح سے مایوس گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وَلَا تَأْتِيْسُوا مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ - إِنَّهُ لَا يَأْتِيْسُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ۝
 (سورہ یوسف: ۸۷)

”اللہ کی روح و رحمت سے مایوس نہ ہوئے، اللہ کی رحمت اور روح سے وہ مایوس نہیں ہوتا مگر وہ جو اپنے آپ کو اللہ کے مکر سے محفوظ سمجھے۔“ اس کے بعد اللہ کے مکر و منصوبوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَا يَأْتِيْ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُونَ ۝ (سورہ اعراف: ۹۹)

اور اُنھی گناہان کبیرہ میں سے عاق والدین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عاق کو جباراً شقیاً کے نام سے یاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ

کا فرمان ہے:

وَبَرَّأ بَوَالِدَيْهِ - وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ (سورہ مریم: ۱۳)

”اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرمان بمدار بتایا اور (الحمد للہ کہ) مجھ کو سرکش نافرمان نہیں بتایا۔“

قتل عمد گناہان کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خُلِيْدًا فِيْهَا الخ (سورہ نساء: ۹۳)

”جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔“

باعث عورتوں پر الزام لگانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْفَاضِلَاتِ لُعُنُوا فِي السَّائِغَةِ وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورہ نور: ۲۳)

”اور جو لوگ بے خبر پاک دامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے
اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔“

مال یتیم کا کھانا ظلم ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ خُلَامًا إِنَّهُمْ يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا - وَسَيَصْلَوْنَ
سَعِيرًا (سورہ نساء: ۱۰)

”اور جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی
جہنم کی بھڑکی آگ میں تھائے جائیں گے۔“

میدان جنگ سے فرار کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُولِهِمْ يُؤْمِنُ دُبْرَةً إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَوِّدًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ
مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ - وَبُئْسَ الْمَصِيرُ (سورہ انفال: ۱۶)

”اور جس نے اپنی اس روز پیٹھ پھیری مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر یا کسی فوجی دستے سے جانے
کے لیے تو کوئی حرج نہیں ورنہ وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت
بُری جگہ ہے۔“

سود خوری گناہان کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَتِّ
”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ بس اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر حواس باختہ کیا
ہو۔“ (سورہ بقرہ: ۲۷۵)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُّوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ (سورہ بقرہ: ۲۷۸، ۲۷۹)
”اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو اور جو سود (لوگوں کے ذمے) باقی ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم مومن
ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا اور اُس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار رہو۔“

جادو گناہانِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن خَلَقٍ (سورہ بقرہ: ۱۰۴)
”اور یقیناً انھیں علم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“

زنا گناہِ کبیرہ ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَنقُ أَثَامًا ۖ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ
مُهَانًا ۖ (سورہ فرقان: ۶۸، ۶۹)

”اور جو ایسا کام کرے گا وہ اپنے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا ہو جائے گا،
اُسے اُس عذاب میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہنا ہوگا۔“

جھوٹی قسم گناہِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

”بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو توڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔“ (سورہ آل عمران: ۷۷)

چوری اور خیانت گناہانِ کبیرہ میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَنْتَلِ يَأْتِ بِهَا عَلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ (سورہ آل عمران: ۷۵)
”اور جو کوئی خیانت کرتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو (اللہ کے سامنے) حاضر کرے گا۔“

زکوٰۃ مفروضہ سے انکار

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ يُخَالِصُ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكَلِّمُ بِهَا صَاحِبَهُمْ وَجُنُوبَهُمْ وَظُهُورَهُمْ ۚ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَفْقَهُونَ ۚ (سورہ توبہ: ۳۵)
”جب وہ مال آتشِ جہنم میں تھپایا جائے گا اور اُسی سے اس کی پیشانیاں اور پہلو اور پشتیں دافی جائیں گی اور (اُن سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لیے ذخیرہ کر رکھا تھا لہذا اب اُسے چھوڑے تم جمع کیا کرتے تھے۔“

جموئی شہادت اور شہادت کو چھپانا دونوں گناہانِ کبیرہ میں سے ہیں

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَكْتُمِبَا لِيَأْتِ اَيُّهُمَا قَلْبُهُ ۚ (سورہ بقرہ: ۱۸۳)
”اور جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ گار ہوتا ہے۔“

شراب خوری گناہِ کبیرہ ہے

اللہ تعالیٰ نے شراب خوری کو بتوں کی عبادت کے مساوی قرار دیا اور اس طرح جان بوجھ کر نماز کا ترک کرنا اور وہ چیز

جو اللہ نے فرض کی ہے۔ (کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ سے بُری ہے۔“

عہد کا توڑنا بھی گناہان کبیرہ میں سے ہے۔ قطع رحمی کرنا گناہان کبیرہ میں سے ہے

أُولَٰئِكَ لَهُمُ النَّعْتَةُ وَلَهُمْ سَوَاءُ الدَّارِ ۖ (سورہ رعد: ۲۵)

”ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے ٹھکانا ہی بُرا ہوگا۔“

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ سن کر عمرو بن عبید فوراً مجلس سے نکلا اور گریہ دہکا کرتے ہوئے چلا رہا تھا: وہ ہلاک ہوا جس نے تفسیر بالرائے کی اور وہ بھی ہلاک ہوا جس نے فضیلت اور علم میں اے آلِ محمدؐ تم سے جھگڑا کیا۔“

أصول کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: فواحش سے مراد زنا اور چوری ہے۔ اور اللہم سے مراد یہ ہے کہ آدمی گناہ کرے اور اللہ سے معافی مانگ لے۔

کتاب ثواب الاعمال میں عہاد بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: گناہان کبیرہ کتنے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہر وہ کام گناہ کبیرہ ہے جس کے فاعل کے لیے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا گیا ہے۔

خود ستائی سے پرہیز کرو وہ تمہیں خوب جانتا ہے

فَلَا تَزُكُّوا أَنْفُسَكُمْ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ۖ (سورہ نجم: ۳۲)

”پس تم خود ستائی سے کام نہ لو کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے؟“

خود ستائی قبیح اور ناپسندیدہ کام ہے۔ اس ناپسندیدہ عمل کا حقیقی سرچشمہ اپنے آپ کو نہ پہچانتا ہے۔ اس لیے اللہ کے بندے ہمیشہ خدائی وظائف اور ذمہ داریوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہی کے معترف رہتے تھے اور لوگوں کو خود ستائی اور اپنے اعمال کو بڑا سمجھنے سے منع کیا کرتے تھے۔

کتاب الاحیاج طبری میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے: ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپؐ کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا: اے یہودی! تیرا کوئی کام ہے؟

اُس نے کہا: آپؐ یہ بتائیں آپؐ افضل ہیں یا جناب موسیٰؑ! اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا، ان کے لیے دریا میں راستے بنائے، ان پر ہادل سایہ کرتا تھا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک انسان کے لیے اچھا نہیں ہے کہ وہ اپنی تعریف خود کرے لیکن میرے جواب میں یہ کہوں گا: جب جناب آدمؑ سے ترکہ اولیٰ ہوا تھا تو انھوں نے دعا مانگی تھی:

اللهم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد لما غفرت لی

”اے میرے اللہ! مجھے محمدؐ و آل محمدؐ کے دینہ سے معاف فرما۔“

اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرما دیا تھا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی پر سوار ہوئے تھے اور انھیں غرق ہونے کا خوف ہوا تو انھوں نے اللہ سے دعا مانگی:

اللهم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد لما انجیتنی من الغرق

”اے میرے اللہ! محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ مجھے غرق ہونے سے نجات عطا فرما۔“

اللہ تعالیٰ نے انھیں نجات عطا فرمائی تھی۔

جس وقت جناب ابراہیم کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا:

اللهم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد لما انجیتنی منها

”اے میرے اللہ! محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔“

اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو گلزار کر دیا تھا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تھا تو انھوں نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا تھا تو اللہ کے حضور دعا مانگی

تھی:

اللهم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد لما آمنتنی

”اے میرے اللہ! تجھے محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ مجھے قلبہ عطا کرتا۔“

تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرمایا تھا:

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى ”خوف زدہ مت ہوئے آپ ہی غالب رہیں گے۔“

آپؐ نے فرمایا: اے یہودی! اگر جناب موسیٰؑ مجھے پالیں اور مجھ پر اور میری نبوت پر ایمان نہ لائیں تو انھیں ان کا

ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ انھیں نبوت فائدہ دے گی۔

آپؐ نے فرمایا: اے یہودی! یہ بھی سن لے، مہدیؑ میری اولاد میں سے ہے۔ جب وہ ظہور کرے گا تو جناب عیسیٰؑ اس کی نصرت کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور وہ انھیں آگے بڑھائیں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔
حضرت امام علیؑ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خدا نے خود ستائی سے منع کیا ہے تو ایمان کرنے والا بہت سے ایسے فضائل کو شمار کرتا ہے جن سے آگاہ مومنین کے دل آشنا ہیں اور سننے والوں کے کانوں کو ان کے سننے سے انکار نہیں ہے۔^①

تفسیر مہاشی میں آیا ہے کہ سفیان نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کہا: آدمی کے لیے خود ستائی کس صورت میں جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بعض ضرورتوں کی بنا پر اپنی تعریف ضروری ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے جناب یوسفؑ کا یہ قول نہیں سنا: اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْكُمْ ⑤ (سورہ یوسف: ۵۵) ”وہ انھیں ملک کا خزانہ دار بنائے کیونکہ میں ایک آگاہ اور صاحب علم نگہبان ہوں۔“
اور دوسرا خدا کے عظیم پیغمبر جناب صالحؑ نے فرمایا تھا: وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ⑥ (سورہ اعراف: ۶۸) ”میں تمہارے لیے امین خیر خواہ ہوں۔“

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَاعْطَى قَلِيلًا وَأَكْدَى ۚ ③
عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يُرَى ۚ ④ أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ۖ ⑤
وَأِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۖ ⑥ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۖ ⑦ وَأَنْ
لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۖ ⑧ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى ۖ ⑨ ثُمَّ
يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى ۖ ⑩ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُسْتَهْلَى ۖ ⑪ وَأَنَّهُ هُوَ

① امام احمد المومنین علیؑ نے اپنے اس خط میں یہ جملے لکھے تھے جو آپؑ نے معاویہ کے جواب میں بھیجے تھے۔ (کتوب نمبر ۲۸)

أَصْحَكَ وَابْتَلٰ ۝ وَآنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۝ وَآنَّهُ خَلَقَ
الرَّوْجَيْنِ الدَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنٰى ۝ وَآنَّ
عَلَيْهِ النَّسَاةَ الْآخَرٰى ۝ وَآنَّهُ هُوَ أَعْنٰى وَأَقْنٰى ۝

”اے نبی! کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو خدا کے راستہ سے پھر گیا۔ اور تھوڑا سا دیا اور
باقی کو روک دیا۔ کیا اُس کے پاس علمِ غیب ہے کہ اُس نے یہ دیکھ لیا ہے کہ دوسرے اس
کے گناہوں کو اپنے اوپر لے سکتے ہیں۔

کیا اُسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور اس طرح ابراہیمؑ کے
صحیفوں میں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا ہے اور یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ
اپنے کندھے پر نہیں لے گا۔

اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے کوشش کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی
کوشش عنقریب دیکھی جائے گی اور اس کو پوری جزا دی جائے گی۔ اور یہ کہ آخر کار تیرے
پروردگار ہی کے پاس پہنچتا ہے اور وہی ہے جو ہساتا بھی ہے اور رُلاتا بھی ہے۔

اور وہی ہے جو مارتا ہے اور زعمہ کرتا ہے اور کہ اُس نے نر اور مادہ کا جوڑا تخلیق کیا اس نطفہ
سے جب وہ نکلتا ہے (اور رحم میں گرتا ہے) اور یہ کہ دوسری زندگی ایجاد کرنا اُسی کے ذمہ
ہے۔ اور یہ کہ وہی ہے جو بے نیاز کرتا ہے اور باقی رہنے والا سامان عطا کرتا ہے۔“

ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے

گذشتہ آیات میں یہ گفتگو کی گئی ہے کہ انسان کو نرے اعمال کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔ بعض اوقات اذہان میں یہ

تصور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے گناہوں کا بوجھ کوئی اور اٹھالے گا۔ اس تصور کی نفی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغام دیا ہے:

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى

”اے نبی! کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو خدا کے راستہ سے پھر گیا۔“

تفسیر مجمع البیان میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے، جسے ابن عباسؓ، سعدی دکنی اور دوسرے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے۔ یہ سات آیات حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت تھی اور وہ اپنے مال میں سے خرچ کیا کرتا تھا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اس کا رضاعی بھائی تھا۔ اُس نے کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو اگر تمہارا یہ سلسلہ رہا تو تمہارے پاس مال میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

حضرت عثمان نے اُسے کہا: میں نے بہت سے گناہ کیے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں، اس ذریعے سے میری مغفرت ہو جائے۔ یہ سن کر عبداللہ نے اُسے کہا: اگر تو اپنی سواری کا اونٹ اس کے ساز و سامان سمیت میرے حوالے کر دے تو میں تیرے سارے گناہ اپنی گردن پر لینے کو تیار ہوں۔

حضرت عثمان نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور اس معاہدہ پر گواہ بھی قائم کیے اور بعد ازیں اُس نے اللہ کی راہ میں انفاق کرنا چھوڑ دیا تو اس کے بارے میں مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں: ”کہ تم نے اُحد کے دن مرکز کو ترک کر دیا اور بہت کم دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَخِيهٌ سَوْفَ يُذِي ۝“ اور عنقریب اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔“

وَابْرَاهِيْمَ الَّذِي وَفَّى ۝

”اور اس طرح ابراہیمؑ کے پیغلوں میں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔“

کتاب عل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت منقول ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی شان میں یہ آیت کریمہ وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِي وَفَّى اس لیے نازل فرمائی کہ حضرت ابراہیمؑ صبح و شام یہ دعا پڑھتے تھے:

اصبحت و رہی محمود ، اصبحت لا شرک به شیئاً ولا ادعوا مع اللہ الہاً آخر ولا

اتخذ من دونہ ولیا

”اپنے رب محمود کی قسم! میں نے صبح کی اور اس حال میں صبح کی کہ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہیں دیا

اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارا اور اس کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی نہیں بنایا۔ اسی بنا پر ان

کا نام ”عبدالمکرم“ مشہور ہو گیا۔

وَأَن لَّنْصِلَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَخَى ۝

”اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے کوشش کی ہے۔“

یہ وہ اصولِ فطرت ہے کہ جو ہر شعبہٴ حیات میں کارفرما ہے۔ جو جس قدر محنت کرے گا وہ اس قدر اس کا ثمر پائے گا لیکن بعض کم فہم لوگوں نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ کسی شخص کے کسی عمل کا ثواب دوسرے شخص کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو وہ خود کرتا ہے تو ایسے لوگوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر قرآن میں مرنے والے اہل ایمان کے لیے دعائے مغفرت کا حکم کیوں آیا ہے؟ اس مضمون کی چند ایک روایات پیش کی جاتی ہیں۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ اسحاق بن عمار نے مصوم سے پوچھا: ایک آدمی جمع کرتا ہے وہ اپنے حج، عمرہ، یا اپنے طواف کو اپنے کسی ایسے عزیز کو بخش دیتا ہے جو کسی دوسرے شہر میں ہے تو کیا اس صورت میں اس کے اپنے ثواب میں کمی آجاتی ہوگی؟

امام علیؑ نے فرمایا: یہ تمام ثواب اس کے کرنے والے کو ملتا ہے بلکہ اصل سے بھی بڑھ کر ملتا ہے اور جس کو یہ بخش رہا ہے اُسے بھی ملتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر کوئی مر گیا ہو تو اُسے بھی یہ ثواب ملتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اُس بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرتا ہے، اگر وہ جگہی میں ہے تو اس کے لیے وسعت پیدا کر دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر مرنے والا تادمی ہو تو اُسے فائدہ ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں! اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

چند ایک اور روایات جو حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور مسکرا دیا۔ آپؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہم نے آپؑ کو آسمان کی طرف اپنے سر کو بلند کرتے ہوئے دیکھا اور پھر آپؑ نے مسکرا دیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: مجھے ان دو فرشتوں پر تعجب ہوا کہ وہ آسمان سے زمین کی طرف آئے تاکہ ایک عبد صالح مومن کی طرف جائیں، جو اپنے مصلیٰ پر نمازیں پڑھتا ہے تاکہ اس کے دن رات کے اعمال کو لکھیں۔ جب وہ وہاں گئے تو اُسے اپنے مصلیٰ پر نہ پایا تو دونوں آسمان کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا: ہم اس مومن صالح کی طرف گئے جہاں وہ تیری بندگی کرتا تھا تاکہ اس کے اعمال کو لکھیں لیکن اُسے وہاں نہ پایا۔ جب ہم نے اس کو پایا تو وہ مریض تھا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اس بندے کے دن رات کے اعمال کو اس طرح لکھو جس طرح تم اس کے زمانہٴ صحت میں

کہتے تھے، جب تک کہ وہ مریض ہے کیونکہ مجھ پر لازم ہے کہ اس کا اجر لکھوں جب تک وہ مریض ہے۔
تفسیر فی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن پر
بڑھا پا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے اعمال اس طرح لکھو جس طرح وہ اپنی جوانی میں
بجالاتا تھا۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
”صمیم کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو چاہے وہ زندہ ہیں یا رگے ہیں کہ ان کے لیے نمازیں
پڑھو۔ ان کی طرف سے صدقہ دو، حج کرو اور روزے رکھو۔ جب کوئی ان کے لیے ایسا کرے گا تو اس جیسا ثواب اس کے
نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی اور اجر میں اضافہ کر دیتا ہے۔“

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں روایت ہے کہ عربین بڑید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال
کیا: کیا مُردہ کے لیے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! پڑھی جاسکتی ہے۔ اگر وہ غلّی میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے وسعت پیدا کر دے گا۔
جب اس مرنے والے کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے تو اُسے کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ نے تیری غلّی کو اس نماز کی وجہ سے دُور کر دیا
ہے، جو تیرے فلاں بھائی نے تیرے لیے پڑھی ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا میں دو آدمیوں کو دو رکعتوں میں شریک کر سکتا ہوں؟
آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! ایسا کر سکتے ہو۔ پھر فرمایا: جب میت کے لیے رحم کی دعا کی جاتی ہے یا اس کے لیے استغفار
کیا جاتا ہے تو وہ اس طرح خوش ہو جاتا ہے جس طرح ایک زندہ انسان ہدیے سے خوش ہوتا ہے۔“

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۱﴾

”اور یہ کہ آخر کار تیرے پروردگار ہی کے پاس پہنچتا ہے۔“

تمام اُمور کی انتہا اُسی تک ہے

تمام حساب و کتاب اور جزا و سزا اُسی کے دست قدرت میں ہے۔ بعض روایات میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اذا انتهی الكلام الى الله فامسكوا

”جس وقت گفتگو خدا کی ذات تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ۔“

ان فرامین کا ماحصل یہ ہے کہ زیادہ قیل وقال اور اس کی حقیقت تک رسائی کے سلسلہ میں اذہان کو نہ لڑاؤ۔

تفسیر فی میں ایک روایت منقول ہے جس میں کہا گیا ہے: جب کلام اللہ تک پہنچ جائے تو پھر رک جاؤ۔ عرش کے نیچے کی ہر بات کر سکتے ہو لیکن عرش کے اوپر کی بات نہیں کر سکتے ہو۔

وَأَنَّهُ هُوَ أَصْحَابُكَ وَأَبْنَىٰ ۖ ”اور وہی ہے جو ہنساتا بھی ہے اور رُلاتا بھی ہے۔“

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان کا رونا بارش ہے اور زمین کا ہنسانات کی روئیدگی ہے۔

شاعر کا قول ہے:

کل يوم باقحوان جديد

تضحك الارض من بكاء السماء

”ہر دن باقحوان ① جدید سے جدید تر ہے۔ آسمان کے رونے سے زمین ہنستی ہے۔“

مِنْ نُظْفَةٍ إِذَا تُنْشَى ۖ

”اُس نطفہ سے جب وہ نکلتا ہے اور رحم میں گرتا ہے۔“

الاحتجاج طبری میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے: عبد اللہ بن صوریا نے رسول اللہ ﷺ کے حضور

عرض کیا: یہ فرمائیں کہ بعض اوقات نطفہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات پیدا نہیں ہوتا؟

آپؐ نے فرمایا: جب نطفہ زرد رنگ کا ہوتا ہے تو اُس سے ولادت نہیں ہوتی۔ جب صاف و شفاف ہوتا ہے تو اُس

سے ولادت ہوتی ہے۔

وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۖ

”اور یہ کہ وہی ہے جو بے نیاز کرتا ہے اور باقی رہنے والا سامان عطا کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات انسان کی موجودہ ضروریات کو پورا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے الماک بھی

عطا کرتا ہے جو انسانی زندگی میں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔

① ایک قسم کا پودا ہے جس کے سفید رنگ کے پھول ہوتے ہیں۔ اُسے ہالونہ بھی کہا جاتا ہے۔

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَى ۝ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى ۝
وَشُودًا قِمًا أَبْلَى ۝ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ
وَأَطْغَى ۝ وَالْمُوتَفِكَّةَ أَهْوَى ۝ فَغَشَّيْنَا مَا غَشَّى ۝ فَبِأَيِّ
آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَى ۝ هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِيرِ الْأُولَى ۝
أَرِقتِ الْأَرْفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝ أَفَبِئْسَ
هَذَا الْحَدِيثِ تَعَجُّبُونَ ۝ وَتَصْحَكُونَ وَلَا تَتَّبِعُونَ ۝ وَأَنْتُمْ
سَيِّدُونَ ۝ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝

”اور یہ کہ وہی ہے جو ستارہ شعرئی کا رب ہے۔ اور یہ کہ اُس نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا۔ اور
اسی طرح قومِ ثمود کو اور ان میں سے پھر کسی کو نہ چھوڑا۔ اور اس سے قبل قومِ نوح کو (ہلاک
کیا) کیونکہ وہ سب سے زیادہ ظالم اور سرکش تھے۔ اور اوندھی کرنے والی بستیوں کو گرا دیا۔
پھر چھا دیا اُن پر جو چھا دیا۔ پھر تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں پر شک کرتا ہے؟
یہ (پیغمبرؐ) بھی گزشتہ اعجاز کرنے والوں کی طرح اعجاز کرنے والا ہے۔ آنے والی ساعت
قریب آگئی ہے۔ اللہ کے سوا اُسے دُور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ کیا تم اس کلام پر تعجب
کرتے ہو؟ اور تم ہتے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم ہمیشہ غفلت اور لغویات میں زندگی بسر
کرتے ہو۔ اب جب کہ اس طرح ہے تو تم سب اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

ستارہ شعرئی

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَى ۝ ”اور یہ کہ وہی ہے جو ستارہ شعرئی کا رب ہے۔“

یہ ستارہ آسمان کے ستاروں میں زیادہ چمکنے والا ستارہ ہے اور شعریٰ یمانی کے نام کے ساتھ مشہور ہے۔ کیونکہ یہ جنوب کی سمت میں ظاہر ہوتا ہے اور یمن جزیرہ عرب کے جنوب میں واقع ہے۔ لہذا انھوں نے اس کو یہ نام دیا ہے۔ عربوں کا ایک گروہ قحطیہ خزاعہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ رات کے آخر میں طلوع کرتا ہے۔ (عربہ قصبات کے لیے متصل کتب کی طرف رجوع کریں)
وَالْمُؤْتَفِكَةُ أَهْوَىٰ لِي "اور اودھمی کرنے والی بستیوں کو گرا دیا۔"

آیت کا ظاہر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بحرین کی آبادیوں کو آسمان کی طرف پیچک دیا گیا اور پھر سرنگوں کر کے زمین پر بیچ دیا گیا۔

مفسرین نے الْمُؤْتَفِكَةَ ایسی آبادیاں جو درہم برہم کر دی گئی ہوں۔

تفسیر فی میں آیا ہے: مؤتفکہ سے مراد شہر بھرہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اسے اپنے کلام میں مؤتفکہ کا نام دیا ہے، اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہمارے لیے اس امر پر دلیل ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یا اهل البصرة و یا اهل الموتفة یا جند المرونة و اتباع البهمة
”اے اہل بصرہ! اے زیر و زبر شدہ زمین کے رہنے والو! اے عورت کے لشکر! اے اونٹ کے
چروکارو! جب وہ ہلایا تو تم آگے بڑھے، جب وہ ڈھی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔“

هَذَا تَنْذِيرٌ قَوْلِ التَّنْذِيرِ الْأَوَّلِيِّ ۝

”یہ پیغمبر بھی گزشتہ اہتمام کرنے والوں کی طرح اہتمام کرنے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ کی تفسیر کے لیے علی بن ابراہیم نے علی بن معمر کی روایت نقل کی ہے۔ اُس نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عالم زر میں جب پہلی دفعہ اپنی مخلوق پیدا کی تو ان کی صفیں لگائیں۔ اُس وقت رسول اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے ان سب کو اللہ کی دعوت دی تو کچھ لوگوں نے دعوت قبول کی اور کچھ نے انکار کیا۔

اس لیے اللہ نے فرمایا: هَذَا تَنْذِيرٌ قَوْلِ التَّنْذِيرِ الْأَوَّلِيِّ یعنی محمد ﷺ نے دہراؤل میں انھیں دعوت تو حید دی۔

أَزَقَّتْ الْأَرْقَةُ ۖ ”آ نے والی ساعت قریب آگئی ہے۔“

اس ساعت سے مراد قیامت ہے جو بہت قریب ہے۔

سُورَةُ الْقَمَرِ

سورة القمر مکیہ آیاتھا ۵۵ و رکوعاتها ۳
 ”سورة قمر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پچیس آیات اور تین رکوع ہیں۔“

سورہ قمر کے مضامین

- ۱ اس میں قرب قیامت کا ذکر ہے۔
- ۲ شق القمر کے معجزہ کا تذکرہ ہے۔
- ۳ کفار مکہ کو سحیحہ کی گئی ہے۔
- ۴ جب حجت تمام ہو جاتی ہے تو انبیاء کا فریضہ تبلیغ ادا ہو جاتا ہے۔
- ۵ قیامت کے ابتدائی ہیبت ناک منظر کی بحث۔
- ۶ اقوام سابقہ کے عبرت ناک حالات کا اجمالی تذکرہ۔
- ۷ جناب نوح کی کشتی کا ستاروں کے سہارے چلنے کے بجائے الہی اشاروں پر چلنا۔
- ۸ زمانہ رسالت مآب ﷺ کے کفار و مشرکین کو اعتقاد۔
- ۹ اگر اللہ چاہے تو آنکھ جھپکنے سے قبل قیامت قائم کر سکتا ہے۔
- ۱۰ اعمال نامہ کا تذکرہ۔
- ۱۱ نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن آسان ہے۔
- ۱۲ پرہیزگاروں کے لیے خوش خبری۔

سورہ قمر کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: جو شخص سورہ قمر کی تلاوت کرے گا تو جب اللہ تعالیٰ اُسے قبر سے نکالے گا تو وہ جنت کی ناقہ پر سوار ہوگا، جنت کی طرف آئے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن ابی کعب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورہ قمر کی ہر رات تلاوت کرے گا جب وہ قیامت کے دن مشہد ہوگا تو اس کا چہرہ چھوویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ اور جس نے ہر رات اس کی تلاوت کی تو اس کے درجات اُس سے زیادہ ہوں گے جب وہ قیامت کے دن مشہد ہوگا تو اس کے چہرے کی روشنی تمام مخلوق پر برتر ہوگی۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا
وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَعْتَبٌ ② وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ
أَمْرٍ مُسْتَقَرٌّ ③ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ④
حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ التُّذْرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ
الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ نُكْرٍ ⑥ خُشْعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ
الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ ⑦ مَهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ⑧
يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑨ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ
فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ⑩ فَدَعَا رَبُّهُ أَنِّي
مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرْ ⑪ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَرٍ ⑫
وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑬
وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَاحِ وَدُسِّرَ ⑭ تَجَرَّيَ بِأَعْيُنِنَا ⑮ جَزَاءً
لِّمَن كَانَ كُفِرَ ⑯ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ⑰
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ⑱

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحم و رحیم ہے

”قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ مگر ان لوگوں کی صورت حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ انھوں نے اس کو بھی جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر معاملہ استقرار پانے والا ہے۔

ان لوگوں کے سامنے وہ حالات آچکے ہیں جو (کفر سے) باز رہنے کے لیے کافی ہیں۔ جن میں کافی سامانِ عبرت ہے لیکن تنبیہات ان کے لیے قاعدہ مند نہ رہیں۔ پس آپ بھی ان سے رُخ پھیر لیجیے جس دن پکارنے والا ایک شدید ترین ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔

وہ اپنی قبروں سے اپنی لگا ہوں بچی کر کے نکل پڑیں گے گویا وہ بکھری ہوئی بٹیاں ہیں۔ پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے اس وقت کافر لوگ کہیں گے یہ بڑا کٹھن دن ہے۔

ان سے قبل قومِ نوحؑ نے بھی جھٹلایا تھا۔ انھوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا قرار دیا اور کہنے لگا: یہ دیوانہ ہے اور وہ (جنات کی) طرف سے جھڑکا گیا ہے۔ پس نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا: ”میں مغلوب ہو چکا تو ان سے انتقام لے۔“

پھر ہم نے موسیٰ و ہارونؑ سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین کو پھاڑ کر ہم نے چشمے جاری کر دیئے اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ اور ہم نے (نوحؑ) کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا۔ جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی اور یہ بدلہ اس شخص کی وجہ سے تھا، جس کی قدر کو ہمیں پہچانا گیا تھا۔ اور ہم نے اُس کشتی کو ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟

تو اب دیکھ لو کہ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی رہیں۔

چاند شق ہو گیا

اِفْتَتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ①

”قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔“

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرکین رسول اللہ ﷺ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے: اگر آپؐ بچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر دیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں یہ کر دوں تو ایمان لاؤ گے؟

انھوں نے کہا: جی ہاں! چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ کائنات پر چھایا ہوا تھا۔ تو اللہ کے رسول معظم ﷺ نے اپنے پروردگار کے حضور دعا مانگی:

”اے پروردگار! جو کچھ یہ لوگ چاہتے ہیں وہی عطا فرما!“ فوراً چاند دو ٹکڑے ہو کر رہ گیا۔ ایک ٹکڑا

سامنے والے پہاڑ کی طرف اور دوسرا دوسری طرف نظر آیا۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ نام بنام لوگوں سے فرماتے جاتے تھے: ”اُدھر دیکھو اُدھر دیکھو۔“

حدیث شق القمر کو صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت نے بیان کیا ہے۔ عبداللہ مسعود، انس بن مالک، حذیفہ بن یمان،

ابن عمر، جبیر بن مطعم، ابن عباس اور عبداللہ بن عمران سب نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

تفسیر فی میں اس آیت کی تفسیر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اِفْتَتَرَبَتِ السَّاعَةُ، یعنی قیامت قریب آگئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت ہے۔ رسول اکرم ﷺ

کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔

وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اپنی رسالت کی کوئی نشانی دکھائیں۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے

دعا فرمائی۔ چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ ان تمام لوگوں نے اس معجزہ کا نظارہ کیا۔ پھر چاند اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔

ان مشرکین نے کہا: ہذا سحر مستبر ”یہ تو چل ہوا جادو ہے۔“

ارشاد مفید میں ابویسیر سے روایت ہے: جب قائم آل محمد ﷺ قیام فرمائیں گے تو وہ کوفہ کی طرف جائیں گے اور

وہاں کی چار مساجد کو گرا دیں گے۔ رُوئے زمین پر کوئی ایسی مسجد نہیں ہوگی جس کے کنگرے و پتھر ہوں گے بلکہ آپؐ ان

کنگروں اور پتھروں کو گرا دیں گے، راستہ وسیع کر دیں گے، راستوں کی تمام رکاوٹوں کو چاہے وہ جس صورت میں ہوگی ڈور

کردیں گے۔ دروازوں کے چمچے اور پرتالے جو راستے کی طرف ہوں گے انہیں ہٹا دیں گے اور ہر بدعت کو زائل اور ہر سنت کو قائم کر کے رہیں گے۔ قسطنطنیہ، چین اور دہلیم کے کوہستانی علاقے فتح کر لیں گے اور آپؐ اسی عالم میں سات سال رہیں گے۔ جس کا ہر سال تمہارے ان سالوں میں سے دس سال کے برابر ہوگا۔ پھر اللہ جو چاہے گا وہی کرے گا۔

میں نے آپؐ کے حضور عرض کیا: میں آپؐ پر قربان جاؤں سال کس طرح طویل ہو جائیں گے؟
آپؐ نے فرمایا: خدا آسمان کو سست رفتاری اور کم حرکت کرنے کا حکم دے گا تو اس سے دن اور سال طویل ہو جائیں گے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر آسمان میں کوئی تہدیلی پیدا ہو جائے تو اس سے اس کا نظام فاسد نہیں ہو جائے گا؟
آپؐ نے فرمایا: یہ ذمہ یقوں اور منکرین خدا کی بات ہے لیکن مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتے حالانکہ اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا۔ آپؐ اور آپؐ سے قبل یوشع بن نون کے لیے سورج کو پلٹایا گیا۔ نیز قیامت کے طویل ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ وہاں کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے کہ جنہیں تم شمار کرتے ہو۔

وہ دن جس دن سب قبروں سے باہر نکلیں گے

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَذْمُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ عَظِيمٍ

”پس آپؐ بھی اُن سے رُخ پھیر لیجیے جس دن پکارنے والا ایک شدید ترین ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔“

اصول کافی میں ثور بن ابی قاخضہ کی روایت ہے: مسجد نبویؐ میں حضرت امام زین العابدینؑ بیٹے ہوئے کچھ لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ رسول اللہؐ کی عیادت کرنے کے لیے فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو ان کی قبور سے اٹھائے گا، اللہ کا نور انہیں ہانک کر میدان محشر کی طرف لے جائے گا۔ آخر کار وہ جمع ہوں گے تو لوگوں کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ سانس لینا دشوار ہو جائے گا۔ ان کا پسینہ بہہ رہا ہوگا۔ ان کے نالے و فریادیں بلند ہوں گی، چیخ و پکار کا ساں بندھ چکا ہوگا۔ اللہ کی طرف سے ندا دی جائے گی: خاموش ہو جاؤ اور جبار بادشاہ کی منادی سنو۔ تمام اہل محشر اسی آواز کو سنیں گے۔ اس وقت ان کی آوازیں دھیمی پڑ جائیں گی۔ اُن کی آنکھوں میں خوف ہوگا۔ ان کے دل بیت سے کانپ رہے ہوں گے۔ وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے اور پکارنے والے کی آواز کی طرف متوجہ ہوں گے تو اُس وقت کافر کہے گا: هَذَا يَوْمٌ عَرِيرٌ۔

اے میرے رب میری مدد فرما

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝

”ہنس نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا، میں مغلوب ہو چکا ہوں تو ان سے انتقام لے۔“

تفسیر تہی میں اس آیت کے ضمن میں علی بن ابراہیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال گزارے اور آپؑ نے انھیں رات دن علانیہ اور خفیہ تبلیغ کی لیکن وہ اس سے منہ نہ ہوئے تو ہاراکہ و ربوبیت میں عرض کی: رَبِّهٖ اَنِّیْ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝

الاحزاب طبری سے روایت ہے کہ امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا: آپؑ نے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ کبھی نہ کی جس طرح کہ آپؑ نے محادیہ، طلحہ اور زہیر سے جنگ کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: میرے پاس مجھے نبیوں کا اسوہ ہے انہی میں سے ایک جناب نوحؑ ہیں۔ انھوں نے فرمایا تھا: رَبِّهٖ اَنِّیْ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝ اگر کہنے والا یہ کہے کہ انھوں نے بغیر خوف کے اس طرح کہا تو اس نے کفر کیا۔ پس نبی کا وہی تو ان سے بھی زیادہ عذر رکھتا ہے۔

طوفانِ نوحؑ

تفسیر تہی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جس وقت اللہ تعالیٰ نے قومِ نوحؑ کی ہلاکت کا ارادہ فرمایا تو اچانک جلتے ہوئے عود سے پانی اُٹنے لگا۔ اس عورت کی چھین کل نکلیں۔ فوراً جنابِ نوحؑ وہاں آئے اور انھوں نے پانی کے اُٹنے کی جگہ کو مٹی سے بند کر دیا۔ جب تمام حیوانات کشتی میں داخل ہو گئے تو آپؑ اس عود کے پاس آئے اور اُسے کھول دیا اور پانی اُٹنے لگا۔ سورج کو گہن لگ گیا اور آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ زمین سے خشے اُٹنے لگے۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَقَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمٍ ۖ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ ۚ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَاجِ وَذُكِّرَ ۝

”اور پھر ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر جھٹے جاری کر دیے اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا اور ہم نے نوحؑ

اے میرے رب میری مدد فرما

قَدْ عَارَبْتَهُ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاتَّخِذْ ۝

”پس نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا، میں مغلوب ہو چکا ہوں تو ان سے انتقام لے۔“

تفسیر فی میں اس آیت کے ضمن میں علی بن ابراہیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال گزارے اور آپ نے انھیں رات دن علاقہ اور غنیہ تبلیغ کی لیکن وہ اس سے منہ موئے تو بارگاہ ربوبیت میں عرض کی: رَبِّیْ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاتَّخِذْ ۝

الاحجاج طبری سے روایت ہے کہ امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا: آپ نے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ کیوں نہ کی جس طرح کہ آپ نے معاویہ، طلحہ اور زبیر سے جنگ کی تھی؟

آپ نے فرمایا: میرے پاس مجھے نبیوں کا اسوہ ہے انہی میں سے ایک جناب نوح ہیں۔ انھوں نے فرمایا تھا: رَبِّیْ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاتَّخِذْ ۝ اگر کہنے والا یہ کہے کہ انھوں نے بغیر خوف کے اس طرح کہا تو اس نے کفر کیا۔ پس نبی کا وہی توان سے بھی زیادہ عذر رکھتا ہے۔

طوفانِ نوح

تفسیر فی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جس وقت اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح کی ہلاکت کا ارادہ فرمایا تو اچانک جلتے ہوئے تنور سے پانی اُٹھنے لگا۔ اس عورت کی چھین کل گئیں۔ فوراً جنابِ نوح وہاں آئے اور انھوں نے پانی کے اُٹھنے کی جگہ کو مٹی سے بند کر دیا۔ جب تمام حیوانات کشتی میں داخل ہو گئے تو آپ اس تنور کے پاس آئے اور اُسے کھول دیا اور پانی اُٹھنے لگا۔ سورج کو گہن لگ گیا اور آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ زمین سے چشمے اُٹھنے لگے۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ بِسَاءٍ مُّنْهَبٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلٰی اَمْرِ قَدُّ ۝ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ الْاَوَاجِ وَدُسِّرْ ۝

”اور پھر ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشمے جاری کر دیے اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا اور ہم نے نوح

کوٹھوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا۔“

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مروی ہے کہ جناب نوحؑ نے طوفان کے زمانے میں تمام پانیوں کو بلایا۔ کائنات کے تمام پانیوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، سوائے دو پانیوں کے ایک کبریت اور دوسرے کڑوے پانی نے انکار کیا تو پیغمبرؑ نے ان دونوں پر لعنت کی۔

ابوسعید عقیلمی کا کہنا ہے: میرا امام حسن اور امام حسین علیہ السلام سے گزر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: پانی کی طرف جا رہا ہوں۔ انھوں نے کہا: اس پانی کا کیا فائدہ ہے؟ میں نے کہا: اُسے پیوں گا، اس سے اسہال آجائیں گے اور جسم ہلکا ہو جائے گا۔

یہ سن کر انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس چیز پر لعنت بھیجی ہو اس میں شفا نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ انھوں نے فرمایا: جس وقت اللہ تعالیٰ قوم نوحؑ پر غضب ناک ہوا تو آسمان کے دروازے ان پر کھول دیے اور آسمان ان پر ٹوٹ کر برسا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف بھی وحی کی۔ تمام پانیوں نے لبیک کہی، سوائے اس کڑوے پانی کے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اس لیے اسے کھارا اور کڑوا بنا دیا۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

آسمان سے بارش کا ایک قطرہ جو زمین پر آتا ہے، وہ شمار میں بھی ہوتا ہے اور اس کا وزن بھی اللہ کے ہاں معلوم ہے لیکن طوفان نوحؑ کے وقت آسمان سے جو بارشیں ہوئیں تو وہ شمار سے بھی باہر تھیں۔

تفسیر قمی میں ایک اور روایت موجود ہے کہ جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی بنا کر فارغ ہوئے تو اس قوم کی ہلاکت کے زمانے کی علامت یہ تھی کہ عورت سے پانی اُٹھنے لگا۔ جب عورت سے پانی اُٹھا تو عورت نے انھیں بتایا کہ عورت سے پانی اُٹل رہا ہے۔ آپ اُٹھے اور اُسے بند کر دیا اور آپؑ نے انسانوں اور حیوانوں اور جس کو داخل کرنا چاہتے تھے، اپنی کشتی میں داخل کیا اور جس کو خارج کرنا چاہتے تھے اُسے خارج کیا۔ پھر اس عورت کے پاس گئے اور پانی کو کھول دیا۔ پھر طوفان نوحؑ کا آغاز ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّثْقَلٍ ﴿۱۰﴾ ”پھر ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے۔“ اور زمین سے چشمے اُٹل پڑے۔ فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ ﴿۱۱﴾ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿۱۲﴾ ”پس یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا، اور ہم نے نوحؑ کو کھتوں اور کیلوں والی

(کشتی) پر سوار کیا۔

کتاب الاحتجاج طبری میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت منقول ہے: ایک یہودی جس کا تعلق شام سے تھا، جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی تو آسمان سے موسلا دھار بارشیں نازل ہوئی تھیں۔

اس کے جواب میں حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن ان کی دعا غضب کے لیے تھی۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی تو رحمت کے لیے مانگی تھی اور ان کے لیے بھی آسمان سے موسلا دھار بارش نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو مدینہ والے جمعہ کے دن آپ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کے حضور عرض کیا:

یا رسول اللہ! ایک عرصہ سے بارش بند ہے، غود زرد پڑ گئی ہے، درختوں سے پتے گر چکے ہیں۔ اُس وقت آپ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کیے۔ اچانک بادل نمودار ہو گئے حالانکہ کہیں بادل دکھائی تک بھی نہیں دے رہے تھے۔ موسلا دھار بارش برسی۔ اللہ نے پورے علاقے کو سیراب کر دیا۔ وادیاں پانی سے بھر گئیں۔ ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ ہفتہ برابر بارش برتی رہی۔ اگلے جمعہ لوگ پھر آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے مکان گر گئے ہیں، ہماری سواریاں اور سڑک گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے تو اُس وقت آپ نے فرمایا: آدم کتنا جلد باز ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۝۱۵ كَذَّبَتْ عَادٌ

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي ۝۱۶ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَا

فِي يَوْمٍ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝۱۷ تَنْزِعُ النَّاسَ ۝۱۸ كَانَتْهُمْ أَعْجَارُ نَخْلٍ

مُنْقَعِرٍ ۝۱۹ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي ۝۲۰ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَكِّرٍ ۝۲۱ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝۲۲ فَقَالُوا

أَبَشْرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ ۝۲۳ إِنَّا إِذَا نَفَخْنَا فِي صُورٍ ۝۲۴ وَنُفِخُ فِي

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌّ ۝ سَيَعْلَمُونَ عَذَابَ
 مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُّ ۝ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةَ فِتْنَةً لَهُمْ فَأَرْتَقِبْهُمْ
 وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قُسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُحْتَضَرٌ ۝
 فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ۝
 إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝
 وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۝

”ہم نے اس قرآن کو وحی و نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے تو کیا کوئی ہے جو نصیحت کو
 قبول کرے۔ قوم عاد نے اپنے (نبی) کی تکذیب کی۔ بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات
 کیسی تھیں۔

ایک منحوس اور لمبے دن میں ہم نے ان کی طرف ایک طوفانی ہوا چلائی۔ جو لوگوں کو جڑ سے
 اکھڑے ہوئے سمجھور کے تنوں کی طرح اپنی جگہ سے اٹھا کر پھینک رہی تھی۔
 پس اب بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی ہے جو نصیحت کو قبول کرے؟
 قوم ثمود نے بھی تنبیہ کرنے والوں کو جھٹلایا۔ اور انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے ایک بشر کی
 پیروی کریں؟ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم جنوں اور گمراہی کا شکار ہوں گے۔ کیا ہمارے
 درمیان صرف اس شخص پر یہ ذکر نازل کیا گیا؟ نہیں وہ بہت ہی جھوٹا اور ہوس کا شکار ہے۔
 لیکن کل انھیں معلوم ہو جائے گا بڑا جھوٹا اور ہوس کا شکار کون ہے؟ ہم ناقہ کو ان کی آزمائش
 کے لیے بھیجے والے ہیں تو ان کے انجام کا انتظار کیجیے اور صبر کیجیے۔ اور انھیں بتا دیجیے کہ بستی

کا پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا اور ہر ایک کو اپنے مقرر وقت پر حاضر ہونا چاہیے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بلایا اور اُسے (تھیار) دیا۔ پس اس نے (ناقد) کی کونچیں کاٹ دیں۔ پس بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟ ہم نے ان کی طرف ایک زوردار حج بھیجی جس کے بعد وہ سب پاڑے والے کے سوکھے ہوئے چور چور بھوسے کی مانند ہو گئے۔ ہم نے قرآن کو حفظ و فصاحت کے لیے آسان کر دیا ہے۔ پس کوئی ہے جو فصاحت قبول کرے۔“

قوم عاد کی سرگزشت

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ①

”قوم عاد نے اپنے نبی کی تکذیب کی تو بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟“ اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے عذاب کا ارادہ کرتا ہے اور یہ بھی کہ اسے کس قسم کا عذاب دیا جائے تو اس فرشتے کی طرف وحی کرتا ہے جو ہوا کی اس نوع پر موقوف ہوتا ہے۔ وہ فرشتہ غضب ناک ہو کر اُس ہوا کو حکم دیتا ہے اور ہر ہوا کا اپنا اپنا نام ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ① اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رَیْحًا صَرْصَا فِيْ یَوْمٍ نَّخِیْنِ مُّسْتَوِیٍّ ②

”قوم عاد نے اپنے (نبی) کی تکذیب کی تو بتاؤ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں۔ ایک منحوس اور لمبے دن میں ہم نے ان کی طرف ایک طوفانی ہوا چلائی۔“

روضہ کافی میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان آیات کریمہ کی تفسیر پوچھی:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذْرِ ③ فَقَالُوْا اَبَشْرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ ۥ اِنَّا كَاٰنُقِ ضَلٰلٍ وَّسُعُوْرٍ ④ ؕ اَلْقَى الَّذِیْ كُذِّبَ عَلَیْهِ مِنْ بَیْنِنَا بَلٰی هُوَ كَذٰبٌ اَشْمُوْ ⑤

”قوم ثمود نے بھی حبیہ کرنے والوں کو جھٹلایا اور انہوں نے کہا: ہم اپنے جیسے ایک بشری بھڑوی کریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم جنوں اور گمراہی کا شکار ہوں گے۔ کیا ہمارے درمیان صرف

اس شخص پر یہ ذکر نازل کیا گیا ہے؟ نہیں وہ بہت ہی جھوٹا اور ہوس کا شکار ہے۔“

آپؐ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا: قوم صالحؑ نے جناب صالحؑ کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا، جب تک ان کی طرف کوئی نبی نہ بھیجے تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب صالحؑ کو اس قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انھوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک نہ کہا اور انھوں نے تکبر کیا اور پیغمبرؐ کے سامنے اڑ گئے۔ انھوں نے پیغمبرؐ سے کہا: وہ اس وقت تک تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو اس سخت چٹان سے ناکہ کو نہ نکالے۔ وہ اس چٹان کو مقدس خیال کرتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے اور ہر سال وہاں قربانی کرتے تھے۔

انھوں نے کہا: جب جناب صالحؑ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبے کو پورا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر وحی فرمائی: اے صالحؑ! ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ ایک دن ناکہ پانی پینے کی اور دوسرے دن تم پانی استعمال کرو گے۔ جس دن ناکہ پانی پیتی تھی اُس دن بستی والے سب ناکہ کا دودھ دوہتے تھے۔ اس دن ہر چھوٹا بڑا دودھ چٹا تھا اور دوسرے دن وہ سب پانی پیتے تھے۔ اُس دن ناکہ پانی نہیں پیتی تھی۔ اس طرح ان کا کام چلتا رہا جب تک اللہ نے چاہا، پھر انھوں نے تکبر کرنا شروع کر دیا اور سبھی اکٹھے ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہا: اس ناکہ کو ذبح کر دو اور اس سے اپنی جان چھڑاؤ۔ یہ کیا ہے کہ ایک دن ہم پانی پئیں اور دوسرے دن وہ سارا پانی پی جائے۔ ہمیں یہ منظور نہیں ہے۔ تو پھر انھوں نے اپنی اس میلنگ میں اعلان کیا کہ کون ہے جو اسے ذبح کر ڈالے؟ ہم اُسے منہ مالکا انعام دیں گے؟ ان میں سے ایک آدمی اٹھا جس کا رنگ سرخ و زرد تھا، جس کی آنکھیں نیلی تھیں اور ولد الزنا تھا۔ جس کے باپ کا کسی کو کوئی علم نہ تھا، جس کا نام ظہار تھا جو بد بختی میں سب سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ جب ناکہ پانی پینے کے لیے گئی اور پانی پی کر واپس آئی تو اس نے اس پر تلوار کی ضرب لگائی پھر دوسری ضرب لگائی اور اُسے قتل کر ڈالا اور وہ گر پڑی۔ اس کا بچہ بھاگ گیا اور پہاڑی پر چڑھ گیا اور تین دفعہ اپنی آواز بلند کی۔ پھر قوم صالحؑ پر ٹوٹ پڑی اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اس کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس کا گوشت ہر چھوٹے اور بڑے نے کھایا۔

جب جناب صالحؑ نے ان کی یہ حرکت دیکھی تو ان کے پاس آئے اور انھیں کہا: اے میری قوم! تم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ اس وقت نبیؐ کو وحی ہوئی کہ تیری قوم نے سرکشی کی ہے اور بغاوت کی ہے اور بلاؤ کو قتل کر ڈالا ہے اور اللہ نے بلاؤ کو جہت بنا کر ان کی طرف بھیجا تھا حالانکہ وہ ان کے لیے کسی نقصان کا باعث نہ تھی اور اس میں ان کے لیے فائدہ ہی فائدہ تھا۔ اب انھیں کہہ دو تین دن تک میرا عذاب ان پر پہنچ جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور

عذاب روک دیا جائے گا۔ اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو تیسرے دن میرا عذاب ان پر پہنچ جائے گا۔ جناب صالح ان کے پاس آئے اور انھیں کہا: میں تمہارے پروردگار کا رسول ہوں اور وہ فرما رہا ہے: اگر تم توبہ کر لو اور معافی مانگ لو تو تمہاری توبہ قبول کی جاتی ہے۔

جب جناب صالح نے یہ فرمایا تو وہ سرکش قوم کہنے لگی: اے صالح! اگر تو صادق ہے تو جس عذاب کی بات کر رہا ہے وہ لے آ۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا: اے میری قوم! کل جب تم صبح اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔ دوسرے دن تمہارے چہرے سرخ ہوں گے۔ تیسرے دن پھر تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اب انھوں نے پہلے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے زرد تھے۔ وہ ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے: جو کچھ صالحؑ نے کہا تھا اسی طرح ہو گیا ہے۔ وہ لوگ جو سرکش تھے جو انھوں نے کہا: ہم صالحؑ کی بات قطعاً نہیں سنیں گے ان کی بات ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے سرخ ہو گئے تھے۔ بعض لوگ دوسرے ساتھیوں کے پاس گئے اور کہنے لگے: صالحؑ کی یہ دوسری بات بھی سچ ثابت ہوئی ہے۔ قوم کے سرکشوں نے کہا: اگر ہم سب کے سب ہلاک بھی ہو جائیں تو اس بات کی پرواہ نہیں ہے، صالحؑ کی بات نہیں مانیں گے۔

تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو کہا: اب تیسری بات، صالحؑ کی وہ بھی سچ ثابت ہو گئی ہے تو اس وقت قوم کے سرکشوں نے کہا: جس عذاب کی بات صالحؑ نے کی ہے وہ لے آئے۔ جب آدمی رات ہوئی تو جناب جبریلؑ آئے۔ اس نے ان پر چیخ ماری جس سے ان کے کان پھٹ گئے، ان کے قلوب بھی پھٹ گئے، ان کے جگر نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا، تیسرے دن انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ انھوں نے اپنے آپ کو حوط کیا، کفن پہنے۔ جب اللہ کا عذاب ان پر آیا تو پلک جھپکتے ہی سارے مر گئے اور نہ ان کا کوئی چھوٹا بچا اور نہ بڑا، کبھی مارے گئے۔ ان کا مکمل صفایا ہو کر رہ گیا۔ پھر اللہ نے ان پر آسمان سے آگ بھیجی۔ جس نے انھیں جلا کر راکھ کر دیا۔

اکثر قوموں نے الٰہی رہبروں کا انکار کیا

بصائر الدرجات میں جعفر بن ہارون زیات سے روایت منقول ہے: میں کعبہ کے طواف میں مصروف تھا کہ اس دوران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ تو امام ہیں، لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ ان کی پیروی کرتے۔ کچھ اس طرح سوچے جا رہا تھا کہ اچانک امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ میرے کانٹے پر لگایا اور فرمایا: میری طرف

توجہ کرو۔ آپؐ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی:

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّثْلًا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنْ شَاءَ ابْنُ مَرْيَمَ وَسُوعُ ۝

ہیں انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے ایک بشر کی پیروی کریں؟ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم جنوں اور کمرائی کا شمار ہوں گے۔

انھوں نے اپنے ایک ساتھی کو پکارا

فَكَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۝

”انھوں نے اپنے ساتھی کو بلایا اور اُسے ہتھیار دیا۔ پس اس نے (ناقہ کی) کوٹھیں کاٹ ڈالیں۔“

تفسیر فی میں اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا گیا ہے: ان کے ساتھی سے مراد خدا ہے جس نے ہلاکِ صالح کی کوٹھیں کاٹی تھیں۔ کہشیم النحطوطی ۝ آسانی حج کے بعد وہ اس طرح ہو گئے جیسے خشک اور روندی ہوئی گھاس، جس کو گڈر یا اپنے جانوروں کے لیے اپنے بازو میں جمع کرتا ہے۔

قوم لوط کا عذاب سخت ترین تھا

اصول کافی میں علی بن ابراہیم سے روایت منقول ہے جس میں قوم لوط کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ملائکہ قوم لوط کی طرف آئے۔ قوم لوط کے افراد نے جناب لوط کے گھر داخل ہونا چاہا اور انھوں نے جناب لوط کی بات نہ مانی۔ جناب جبریلؑ نے ان پر حجِ بلند کی اور جناب لوط سے کہا: انھیں چھوڑیے، آنے دیجیے جب وہ داخل ہو گئے تو بعض مفسرین کے مطابق جناب جبریلؑ نے اپنے شہر ان سرکشوں کی آنکھوں پر مارے تو وہ اندھے ہو گئے۔

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَذُلِّيْہِ۔ ”اور آخر کار صبح کے وقت ایک داگی عذاب ان پر آ پہنچا۔“

تمام وصیوں کی تکذیب کی گئی

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذِبًا کہ ”انھوں نے ہماری تمام آیات کی تکذیب کی، میں جو آیات کا تذکرہ ہے اس سے مراد اوصیاء اللہ ہیں، جن کی اقوام نے ہمیشہ تکذیب کی۔“

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِاللُّدْرِ ٢٢ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ
لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ٢٣ نِعْمَةٌ مِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ
شَكَرَ ٢٤ وَلَقَدْ أُنْذِرَهُمْ بِطُغْيَانِ فَتَنَّا رُؤُوسَ الَّذِينَ ٢٥ وَلَقَدْ
رَأَوْهُ عَنِ ضَيْفِهِ فَطَسَّيْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي ۖ وَنُذِرُ ٢٦
وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقَرٌّ ٢٧ فَذُوقُوا عَذَابِي ۖ وَنُذِرُ ٢٨
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ٢٩ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ
فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ٣٠ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ
مُقْتَدِرٍ ٣١ أَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَئِكَ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي
الزُّبُرِ ٣٢ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَبِيحٌ مُنتَصِرٌ ٣٣ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ
وَيُقُولُونَ الدُّبُرُ ٣٤ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى
وَأَمْرٌ ٣٥ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ٣٦ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي
النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ۖ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ٣٧ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ
بِقَدَرٍ ٣٨ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ٣٩ وَلَقَدْ
أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ٤٠ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي
الزُّبُرِ ٤١ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ٤٢ إِنَّ الشَّقِيقِينَ فِي جَنَّتِ
وَنَهَرٍ ٤٣ فِي مَقْعَدِ صَدِيقٍ عِنْدَ مَلِيكَ مُقْتَدِرٍ ٤٤

”جناب لوط کی قوم نے بھی حبیہ کرنے والوں کی تکذیب کی تو ہم نے اُن پر سنگریزے برسانے والی ہوا بھیج دی سوائے آل لوط کے جنہیں ہم نے سحر کے وقت نجات دی۔ ہم ایسی جزا دیجے ہیں ہر اس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔ لوط نے اپنی قوم کو ہماری گرفت سے ڈرایا مگر وہ ساری تنبیہات کو مٹھوک جان کر جھکوتے رہے۔

پھر انہوں نے لوط کے مہمانوں کو اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش کی لیکن ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، لواب میرے عذاب اور تحویف کا حرہ چکھو۔ اور آخر کار صبح کے وقت ایک دائمی عذاب ان پر آ پڑا۔ اب چکھو میرے عذاب اور تنبیہات کا ذائقہ۔

ہم نے قرآن کو فصاحت کے لیے آسان کر دیا ہے، پس کوئی ہے جو فصاحت کو قبول کرے۔ فرعون کی قوم کے پاس بھی تحویف کرنے والے آئے۔ انہوں نے ہماری تمام نشانوں کو جھٹلایا۔ ہم نے انہیں کچھ اس طرح سے پکڑا جس طرح ایک غالب آنے والا طاقتور پکڑتا ہے۔

کیا تمہارے کفار ان سے بہتر ہیں؟ یا پھر تمہارے لیے آسانی کتب میں معافی کا پروانہ لکھا ہوا ہے؟ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو فاتح و کامیاب ہے۔ لیکن انہیں جان لینا چاہیے کہ ان کی جماعت مغربِ گلست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر بھاگیں گے۔

ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے اور قیامت کا عذاب زیادہ ہولناک اور تلخ ہے۔ مجرم لوگ یقیناً گمراہی اور آگ کے شعلوں میں ہیں۔ جس دن وہ منہ کے بل آگ میں گرائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا) آگ کا حرہ چکھو۔

ہم نے ہر شے کو ایک مقدار میں پیدا کیا ہے۔ اور ہمارا امر بس ایک ہی ہوتا ہے پلک جھپکنے کی طرح۔ ہم نے ان لوگوں کو جو تمہاری طرح تھے، کو ہلاک کیا ہے۔ کیا کوئی ہے جو فصاحت حاصل کرے؟ اور جو کام انہوں نے کیا ہے وہ سب نامہ اعمال میں درج ہے۔

ہر چھوٹی اور بڑی بات (اس میں) درج ہے۔ پرہیزگار جنت کے باغات اور نہروں میں ہوں گے۔ نئی عزت کی جگہ بہت بڑے ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں۔

فرقہ قدریہ کا انجام

يَوْمَ يَسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝

”جس دن وہ منہ کے بل آگ میں گرائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا) آگ کا مزہ چکھو۔“

جبریوں کے افراط کے مقابلہ میں اس کے برعکس ایک گروہ جو تفریط کا شکار ہے انھیں قدری یا مغموضہ کہا گیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے اعمال ان کے اپنے اختیار میں ہیں۔ خدا تو ان کے کاموں میں داخل نہیں ہے۔ اس طرح انھوں نے الہی حاکمیت کی حدود کو محدود کر دیا ہے۔ خود کو مستقل خیال کیا ہے اور شرک کو اپنایا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انھیں اس اُمت کا مجوسی قرار دیا۔ یہ آیت ان کی مذمت میں نازل ہوئی۔ کتاب ثواب الاعمال میں روایت نقل کی گئی ہے حضرت امام علی علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا: قدریوں کی ارواح کو موج و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ قیامت تک وہ اس طرح اللہ کے عذاب میں رہیں گے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو انھیں جہنمیوں کے ساتھ مختلف عذابوں میں ڈالا جائے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے لیے خصوصی عذاب بھی تیار کیا ہے اور عمومی عذاب بھی۔ اس وقت ان کے لیے ندا آئے گی:

ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝

”آگ کا مزہ چکھو، ہم نے ہر شے کو ایک مقدار میں پیدا کیا ہے۔“

مقام صدق ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں

فِي مَقْعَدِ صَدِّقٍ عِنْدَ مِلِّينَ مُقْتَدِرٍ ۝

”نبی عزت کی جگہ بڑے ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے۔“

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: قیامت کے دن صاحبان تقویٰ کو جنت کے عالی شان درجات حاصل ہوں گے اور وہ وہاں پاک و پاکیزہ زندگی بسر کریں گے اور انھیں وہاں دائمی آرام و سکون حاصل ہوگا۔

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ

سورۃ الرحمن مکیۃ آیاتھا ۷۸ و رکوعاتھا ۳
 ”سورۃ رحمن مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھتر آیات اور تین رکوع ہیں۔“

سورۃ رحمن کے مضامین

اس سورہ میں بھی طور پر اللہ تعالیٰ کی مختلف مادی و معنوی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سورہ کا نام الرحمن رکھا گیا اور الرحمن اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے اور اس کی رحمت وسیعہ بیان کرتا ہے۔

اس سورہ کے مضامین کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱ اس سورہ کے پہلے حصہ میں خدا کی عظیم نعمتوں، خلقت، تعلیم و تربیت و حساب و کتاب، انسان کے رفاہی مسائل و ذرائع اور اس کی جسمانی اور روحانی غذاؤں کے بارے میں مفصل گفتگو ہے۔

۲ جن وانس کی تخلیق کی وضاحت۔

۳ زمین و آسمان میں جتنی خدائی آیات ہیں، ان کا بیان۔

۴ اخروی نعمات کی تفصیلات۔

اس سورہ کے پانچویں اور آخری حصہ میں مجرم لوگوں کے انجام کی طرف ایک مختصر اشارہ موجود ہے۔ ان کی دردناک سزا کا تذکرہ ہے۔ اس سورہ میں جنت کی نعمات کی تفصیل و تشریح اتنی وسعت کے ساتھ ہے کہ جس سے اہل ایمان کے قلوب خوشی و مسرت سے باغ باغ ہو جاتے ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ سے ایک حدیث منقول ہے: آپؐ نے فرمایا:

لکل شی عروس و عروس القرآن سورۃ الرحمن جل ذکرہ

”ہر چیز کے لیے عروس ہے اور عروس القرآن میں سورۃ رحمن ہے۔“

تلاوت کی فضیلت

کتاب الاعمال میں ایک حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

سورۂ رحمن کی تلاوت اور اس کے ساتھ قیام کو ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ یہ سورہ منافقین کے قلوب میں ہرگز نہیں ٹھہرتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سورہ کو ایک انسان کی شکل عطا کرے گا جو نہایت حسین و جمیل ہوگا اور جس سے عمدہ خوشبو آ رہی ہوگی۔ پھر وہ ایک ایسی جگہ قیام کرے گا کہ خداوند تعالیٰ کے معنوی طور پر بہت قریب ہوگا۔ خداوند تعالیٰ اس سورہ سے پوچھے گا: دنیاوی زندگی میں کون سا شخص تیرے مضامین کے ساتھ قیام پذیر ہوتا تھا اور ہمیشہ تیری تلاوت کرتا تھا؟ وہ سورہ جواب میں کہے گا: پروردگار! وہ فلاں فلاں تیرے بندے ہیں تو اُس وقت ان افراد کے چہرے خوشی سے چمک اٹھیں گے۔ اب خدا اُن سے مخاطب ہو کر کہے گا: تم جس جس کی مغفرت چاہے ہو اس کی سفارش کر سکتے ہو۔ وہ اس وقت اپنی آرزو کے مطابق لوگوں کی بخشش کی سفارش کریں گے۔ اُس سے کہا جائے گا کہ تو جنت میں داخل ہو جا، اور جہاں چاہتا ہے سکونت اختیار کرے۔

ایک اور حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

جو شخص سورۂ رحمن کی تلاوت کرے اور جب وہ آیت قَبْأَتِ الْآءِ رَبَّکُمْ شَکَّدَ بَیْنِ پڑھے تو کہے: اے خداوند! میں تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتا۔ اگر وہ رات کو تلاوت کرے اور اسی رات انتقال کر جائے تو وہ شہید قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر وہ دن کو تلاوت کرے اور وہ اسی دن انتقال کر جائے تو بھی شہید قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر وہ دن کو تلاوت کرے اور وہ اسی دن انتقال کر جائے تو بھی شہید قرار پائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث نقل کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۂ رحمن کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں کی شکرگزاری کا حق کہ جو اُسے عطا کی گئی ہیں خود ادا کرے گا۔

جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سورۂ رحمن کی تلاوت فرماتے تھے تو سامعین خاموش رہتے تھے اور کچھ نہ بولتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن تم لوگوں سے جواب دینے میں احسن ہیں کیونکہ میں جب ان پر سورۂ رحمن پڑھتا ہوں، جب کہتا ہوں قَبْأَتِ الْآءِ رَبَّکُمْ شَکَّدَ بَیْنِ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں: الا ولا شیء من الاء رہبنا کذب، ”ہمیں اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے۔“

○○○

۴۴-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (بِسْمِ اللَّهِ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ
 وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ
 وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ

۱۱) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ
 وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ
 ۱۳) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ
 وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ
 ۱۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ
 وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ ۱۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ
 وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ
 ۱۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ
 وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ ۱۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ
 وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ
 ۱۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ
 وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ ۲۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَمْرِ الْاِسْلَامِ
 وَخَلِّصْهُ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَجِّهِ مِنْ كُلِّ ضَلَالَةٍ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ الْوَحِيدَةِ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

وزن کو انصاف کی بنیاد پر قائم کرو اور میزان میں کمی نہ کرو۔ اور زمین کو اسی نے تمام مخلوقات کے لیے پیدا کیا۔ اور اس میں ہر قسم کے کثرت کے ساتھ لذیذ پھل ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں، اور مختلف قسم کے فطے ہیں جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔ پس (اے جن والہ) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے انسان کو ٹھیکری کی مانند خشک گارے سے بنایا۔ اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ پس (اے جن والہ) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

تفسیر

الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝

تفسیر فی میں روایت منقول ہے: خداوند تعالیٰ کا فرمان جو سورہ فرقان میں ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ

”جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمن کا سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں: رحمن کون ہے؟

ان کے جواب میں کہا گیا ہے:

الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

”رحمن نے قرآن کی تعلیم دی، اسی نے انسان کو خلق کیا۔ اسی نے انسان کو بولنے کا طریقہ سکھایا۔“

تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: البیان اسم اعظم ہے جس کے ذریعے ہر چیز کو جانا گیا ہے۔

تفسیر فی میں حضرت امام ابو الحسن رضا علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپ نے ان آیات کریمہ کی تفسیر فرماتے ہوئے

کہا: الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ کا معنی یہ ہے کہ اللہ علم محمداً القرآن ”اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو قرآن کی تعلیم دی۔“

راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: خَلَقَ الْاِنْسَانَ سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: اس آیت کریمہ میں ”انسان“ سے مراد امیر المومنین جناب امام علی علیہ السلام ہیں۔

وہ کہتا ہے: میں نے عَلَمَةُ الدِّينَانِ کے بارے میں پوچھا۔
 آپؐ نے فرمایا: اس بیان کی تعلیم دی جس کی تمام انسانوں کو ضرورت ہے۔
 میں نے آپؐ سے اَلشَّيْءُ وَالْقَوْمُ بِحُسْنَانِ کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: امام علیؑ کے سیاسی حریفوں کے
 بارے میں ہے جو معذب ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: کیا سورج اور چاند معذب ہوں گے؟
 آپؐ نے فرمایا: ہاں اور ہے جس کو سمجھو۔ سورج اور چاند تو اللہ کی آیات ہیں جو اس کے حکم سے جاری و ساری ہیں
 اور وہ دونوں اُس کے مطیع ہیں۔ ان دونوں کی روشنی اللہ کے عرش کے نور سے ہے اور ان دونوں کی گرمی جہنم کی آگ کی وجہ
 سے ہے۔ قیامت کے روز ان کی روشنی عرش کی طرف چلی جائے گی اور ان کی گرمی جہنم کی طرف چلی جائے گی۔ کیا لوگوں کی
 روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند دونوں نور ہیں اور ان کا نور تار سے ہے؟
 راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؐ نے فرمایا: لوگوں کا یہ قول تم نے سنا ہے؟ کہ فلاں اور فلاں اس امت کے سورج ہیں؟ اور وہ دونوں.....
 راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: ذَا النُّجُمِ وَالشَّجَرُ يَسْجُدُونَ سے کیا مراد ہے؟
 آپؐ نے فرمایا: النجم رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ نے ایک اور مقام پر انھیں ”النجم“ پکارا ہے۔ (ذَا النُّجُمِ إِذَا
 هَوَىٰ)۔ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَعَلَّيْتُ ۚ وَبِالنُّجُمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾ (سورہ نحل: ۱۶)
 ”اور بہت سے لوگ ستارہ سے بھی راہ معلوم کرتے ہیں۔“

علامات اوصیاء اللہ ہیں اور النجم رسول اللہ ہیں۔

میں نے یَسْجُدُونَ وہ دونوں اس کی عبادت کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَالسَّمَاءُ رَاقِعَاتٌ وَيَذَرُهُمُ الْوَيْدَانِ
 تو یہاں ”السماء“ رسول اللہ ﷺ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلندی اور رفعت عطا کی اور ”الویدان“ امام علیؑ ہیں جنہیں
 اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا خلیفہ بنایا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا: اَلَا تَنْظُرُونَ اِي الْوَيْدَانِ ”تاکہ تم میزان میں غلط نہ ڈالو۔“
 آپؐ نے فرمایا: امام وقت کی معصیت نہ کرو۔

میں نے آپ کے حضور وَاَقْبِسُوا الْوَزْنَ بِالْقَيْطِ کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا: ”امام عادل کی اطاعت کرو“۔

میں نے کہا: وَلَا تُخْبِرُوا الْبَيْدَانَ سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: امام حق کا حق نہ مارو۔

میں نے عرض کیا: وَالْأَرْضُ وَصَعَهَا لَدُنَّاہ کی تفسیر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: فِيهَا فَافِكْمَةُ وَالْخُلُ ذَاتُ الْكُمَاہ ”اس میں لوگوں کے لیے ہر قسم کے کثرت کے ساتھ پھل

ہیں اور خوشی والے مجبور کے درخت ہیں“۔

آپ نے فرمایا: کجور کا پھل شکوے میں بڑا ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے باہر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالصَّبُّ ذُو الْعُقْفِ وَالزَّيْحَانُ مختلف قسم کے اناج میں بھوسا ہوتا ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔

آپ نے فرمایا: حب سے مراد گندم، بھو اور دوسرے دانے ہیں۔

”صمغ“ سے مراد انجیر ہے۔ ”الریحان“ جس کو اس سے کھایا جاتا ہے۔

وہ سات عظیم ہستیاں

کتاب خصال میں روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ان باصفا آدمیوں کے لیے زمین خلق کی گئی ہے۔ ان

کے صدقے اہل زمین کو رزق اور بارش ملتا ہے اور انہی کے صدقے بارش ہوتی ہے۔ وہ یہ ہیں: ابوذر، سلیمان، مقداد، عمار،

حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جب میں نے حضرت زہرا کا جنازہ پڑھا تو یہ سب لوگ جنازہ میں حاضر تھے۔

اسلام میں رہبانیت نہیں

اصول کافی میں روایت ہے: جب عاصم بن زیاد نے گمراہ اور کام کاج کو چھوڑ چھاڑ کر علیحدگی اختیار کر لی تو اس کے

بھائی رقیع بن زیاد نے حضرت امام علی علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی کہ اس کے اس فعل سے اس کی بھئی پریشان ہے،

اس کی اولاد حیران و سرگردان ہو کر رہ گئی ہے۔

آپ نے فرمایا: اُسے میرے پاس لے آؤ۔ جب اُسے آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے غضب ناک ہو کر اس کی

طرف دیکھا اور فرمایا: تجھے اپنی اہلیہ سے حیا نہیں آتی اور تجھے اپنی اولاد پر رحم نہیں آتا۔ یہ تو نے کیا کر رکھا ہے۔ کیا تو نے سنا

کہ اللہ نے پاک و پاکیزہ اشیاء تجھ پر طالع کر رکھی ہیں اور اس کا فرمان ہے: **وَإِلَّا تَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَارِ ۚ** ﴿۱۸﴾ **فِيهَا فَالْكِهْ ۖ** **وَالْأَنفُلْ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝** ﴿۱۹﴾ ”اور زمین کو اپنی تمام مخلوقات کے لیے پیدا کیا اور اس میں ہر قسم کے کفرت کے ساتھ لذت پھیل ہیں اور غوثی والے مجبور کے درخت ہیں۔“

اللہ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے جناب رسول اکرمؐ اور جناب امام علیؑ سب سے عظیم ہیں تفسیر فی میں روایت ہے کہ جب معصوم علیؑ سے **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ** کے مطالب پوچھے گئے تو آپؑ نے فرمایا: یہ خطاب جوں اور انسانوں کو ہے۔ جہاں اس آیت میں تمام نعمات کی بات کی گئی ہے وہاں ان دو خاص نعمتوں کی بھی بات کی گئی ہے کہ وہ دو عظیم الشان نعمتیں محمدؐ اور علیؑ ہیں، یعنی جہاں تم اللہ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے تو وہاں اس کائنات کی سب سے عظیم نعمات کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۱۸﴾
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَنِ ۚ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَنِ ۚ فَبِأَيِّ
آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۲۱﴾ **يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ**
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۲۲﴾ **وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ**
كَالِآءِ عَلَامٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۲۵﴾ **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا**
فَانٍ ۚ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۲۸﴾ **يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلُّ**
يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۳۰﴾ **سَنَفْرُغُ لَكُمْ**
أَيَّهَ الثَّقَلَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۳۱﴾

”وہ دونوں مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے دو سمندروں کو جاری کیا کہ باہم مل جائیں۔ پھر بھی ان کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں؟ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اور یہ جہاز اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ہر چیز جو اس زمین پر ہے وہ فنا ہونے والی ہے، اور صرف تیرے رب کی صاحبِ عزت و جلال کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ زمین اور آسمان میں جو بھی ہیں سب اپنی حوائج اسی سے مانگ رہے ہیں اور وہ ہر روز نئی شان میں ہے۔

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اے (میری زمین پر) بوجھ بننے والو! ہم عنقریب تمہاری (جزا و سزا) کی طرف مکمل توجہ دینے والے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

مشرق و مغرب کا رب اللہ ہے

رَبُّ الشَّمْسِ مَبْنِیَّ وَرَبُّ الْمَغْرِبِ ۝

”وہ دونوں مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے۔“

بعض مفسرین نے یہاں دو مشرقوں اور دو مغربوں کی تفسیر سورج کے طلوع و غروب اور چاند کے طلوع و غروب کے اعتبار سے کی ہے اور اسے گزشتہ آیت (الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ) کے مطابق سمجھے ہیں۔

بعض اسلامی روایات میں بھی ان کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ حضرت امام علی علیہ السلام کی ایک حدیث جو الاحتماج طبری میں منقول ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

فان مشرق الشتاء على حده ومشرق الصيف على حده اما تعرف ذلك من قرب الشمس وبعدها

”سردیوں کے آغاز کا مشرق اور ہے اور گرمیوں کے آغاز کا مشرق اور ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ سورج ان دو موسموں میں قریب و دور ہوتا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں آسمان پر سورج کے آنے اور سردیوں کے موسم میں اس کے نیچے چلے جانے کی طرف اشارہ ہے۔“

لؤلؤ والمرجان

یحییٰ بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مَرْجٍ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْتَغِيَانِ ﴿٢﴾ کے بارے میں سنا۔

آپ نے فرمایا: علیٰ وقطرہ دو معیت سمندر ہیں جو ایک دوسرے کے حقوق سے تجاوز نہیں کرتے۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٣﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: حسن اور حسین علیہ السلام لؤلؤ والمرجان ہیں۔

ایک اور روایت میں اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ لؤلؤ اور مرجان آسمان اور سمندر سے خارج ہوتے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو سمندر میں سپہاں اپنا منہ کھول دیتی ہیں تو ان کے منہ میں بارش کے قطرات پگھلتے ہیں تو چھوٹے قطرہ سے چھوٹا موتی پیدا ہوتا ہے اور بڑے قطرہ سے بڑا موتی بنتا ہے۔

ہر چیز کو فنا ہے

ایک حدیث جو حضرت امام علی علیہ السلام رضا علیہ السلام سے میمون اخبار میں نقل ہوئی ہے۔ راوی کہتا ہے: میں نے آپ کے حضور

عرض کیا: اے فرید رسول! یہ کہا گیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے کا ثواب ایسے ہے جیسے اللہ کے چہرہ پر نگاہ کی ہو؟

آپ نے فرمایا: اے ابوصلت! جس نے اللہ کو چہرے کے ساتھ متعف کیا تو اس نے کفر کیا۔ انبیاء اور اس کے اوصیاء

وجہ اللہ ہیں۔ انہی کو دیکھ کر انسان اللہ اور اس کے دین کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿١﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢﴾

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

پس اللہ کے نبیوں اور اس کے رسولوں اور اوصیاء کی زیارت کرنے سے قیامت کے دن اہل ایمان کو عظیم درجات

حاصل ہوں گے۔ اس لیے رسول اللہ نے فرمایا:

من ابغض اهل بيتي وعترتي لم يرني ولم اراه يوم القيامة
”جس نے میرے اہل بیت سے بغض رکھا تو اُس نے نہ مجھے یہاں دیکھا ہے اور نہ وہ قیامت
کے دن مجھے دیکھ سکے گا۔“

ہم ہی اللہ کی حجت ہیں

کتاب مناقب شہر آشوب میں روایت نقل ہوئی ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ذیلِ وَجْه رَبِّكَ کی تفسیر
میں فرمایا: نحن وجه الله ”ہم ہی اللہ کی حجت ہیں۔“

بدیع بھی اللہ ہے اور مُعید بھی اللہ ہے

شیخ الطائفہ کی مصباح میں روایت ہے کہ حضرت اور لیس علیہ السلام کی دعا میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

يا بديع البدائم ومعيدها بعد فناها بقدرته

”اے وہ ذات جو عجائب و غرائب کا خالق ہے اور تمام کائنات کے فنا کے بعد پھر اُسے قدرت کاملہ
سے پہلی شکل دینے والا ہے۔“

وہ ہر وقت ایک نئی شان میں ہے

تفسیر فی میں آیا ہے: مصوم علیہ السلام سے اس آیت کریمہ یَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ
کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: وہ ہر دن زعمہ کرتا ہے، موت دیتا ہے، رزق عطا کرتا ہے۔ کسی کے رزق میں اضافہ کرتا
ہے اور کسی کا کم کر دیتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں البورداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ
کی تفسیر میں فرمایا:

”یہ اس کی شان ہے کہ وہ گناہوں کو معاف کرتا ہے، مشکلات کو دور کرتا ہے۔ ایک قوم کو اٹھا دیتا
ہے اور دوسری قوم کو قدرت دے دیتا ہے۔“

دو بھاری چیزیں

سَنَفَرُكُمْ لَكُمْ آيَةُ الثَّقَلَيْنِ

”اے میری زمین پر بوجھ بننے والو! ہم عنقریب تمھاری (جزا و سزا) کی طرف مکمل توجہ دینے والے ہیں۔“

تفسیر فی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا: نحن و کتاب اللہ۔ دو بھاری چیزیں ہم اہل بیت اور کتاب اللہ ہیں کیونکہ ہمارے پاس دلیل رسول اللہ کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا:

انہی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیعتی

”میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت اہل بیت۔“

خطبہ غدیر سے اقتباس

کتاب الاحجام طبری میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ غدیر میں فرمایا: لوگو! میں قیامت تک کے لیے امامت کے منصب کو اپنی آل میں امانت اور وراثت قرار دے رہا ہوں اور یقیناً جس امر کی تبلیغ کے لیے مجھے مامور کیا گیا تھا، اُسے میں نے سب تک پہنچا دیا تاکہ قیام قیامت تک تمام افراد امت کے لیے خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب ہوں، موجود ہوں یا غیر موجود، پیدا ہو چکے ہوں یا پیدا نہ ہوئے ہوں، یہ ایک حجت بن جائے حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ خلافت کے مقدس منصب کو چھین کر ملکیت میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ اس قسم کا اقدام کرنے والوں اور ان کے ہم نواؤں پر خدا نے نفرین کی ہے اور وہ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

”ہم عنقریب تم دونوں گروہوں کو آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں اور دھوئیں کے بادلوں کی زد میں لیں گے پھر تم ایسے بے بس ہو گے کہ یہ عذاب تمھارے روکے نہیں رک سکے گا۔“

الہی مرغ اور اس کی اذان

عیون الاخبار میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں سے ایک مرغ ہے، جس کے پاؤں تحت طہری میں ہیں اور اُس کی کلفی عرش کے قریب ہے۔ جب رات کے دو حصے گزرتے ہیں اور تیسرا حصہ آتا ہے تو وہ بلند آواز کے ساتھ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے۔ اس کی آواز کو جن و انس کے بغیر ساری کائنات سنتی ہے۔ اس لیے دنیا کے مرغ بھی اذانیں دینے لگتے ہیں۔

وجہ تخلیق جن و انس

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تعالیٰ نے جب اپنی مخلوق کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اس انداز میں مہلکین سے جنوں اور انسانوں کو پیدا فرمایا، تاکہ اس کی ربوبیت جانی جاسکے اور ان کی اطاعت کو دیکھا جاسکے کہ اس کی مخلوق اس کی کئی اطاعت کرتی ہے۔

يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ
وَّ نَحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فَإِذَا
انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبِينَ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يَعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ سَيِّئُهُمْ
فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبِينَ ۝ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ يَطُوفُونَ
بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَبِيبٍ إِنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ وَلَمِنَ
خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

”اے گردو جن و انس! اگر تم آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو کل جاؤ، نہیں کل سکتے اس کے لیے بے پناہ طاقت چاہیے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا، جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اُس وقت جب آسمان پھٹ جائے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ پھر اُس دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اُس کے گناہ کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وہاں مجرم اپنے چہروں سے خود بخود پہچانے جائیں گے۔ پھر انہیں ان کی پیشانیوں اور پیروں سے پکڑ کر کھیٹا جائے گا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ یہ وہی دوزخ ہے اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اور جو شخص اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو، اس کے لیے دو باغ ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یہ دونوں باغ ہرے بھرے گنے شاخوں والے ہوں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

تفسیر آیات

إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ.....

”اگر تم طاقت رکھتے ہو تو آسمانوں کی سرحدوں سے آگے کل جاؤ۔“

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے: جن و انس کو ایک طرف ملائکہ نے اپنے گمیرے میں لیا ہوا ہے اور دوسری طرف آگ کے گرم اور جلانے والے شعلوں اور تیرہ و تار یک دھوئیں نے گمیر رکھا ہے۔ ان پر تمام راستے بند ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ

نے قرآن میں فرمایا:

يَسْتَعْرِضُونَ الْجَنَّةَ وَالْأَنْثَىٰ إِنِ اسْتَعْصَمْتُمْ أَنْ تَتَّقُوا مِنَ أَهْلِ السُّبُوتِ وَالْأَنْثَىٰ فَاتَّقُوا
لَا تَتَّقُوا إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝

”اے گروہ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ نہیں نکل سکتے اس کے لیے بے پناہ طاقت چاہیے۔“

اس ضمن میں مفسرین نے اس آیت کی مختلف تفسیریں کی ہیں۔ ایک حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تمام بندوں کو ایک ہی جگہ جمع کرے گا اور آسمان اوّل کے فرشتوں کو حکم دے گا کہ نیچے اتر دو۔ وہ فرشتے جو روئے زمین پر بسنے والے جن وانس سے تعداد میں دگنے ہیں وہ نیچے اتر آئیں گے۔ اس کے بعد دوسرے آسمان کے فرشتے بھی کہ جو اتنی تعداد میں ہیں، نیچے اتر آئیں گے۔ اس طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے اتر آئیں گے اور سات پردوں کی مانند جن وانس کا چاروں طرف سے احاطہ کر لیں گے۔

یہ وہی مقام ہے کہ مٹادی عدا دے گا: اے جن وانس! اگر تمہارے لیے ممکن ہے تو آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل جاؤ۔ تم الٰہی طاقت کے بغیر ہرگز نہیں نکل سکتے اور تم یہاں دیکھ رہے ہو کہ ان اطراف کو سات عظیم گروہوں نے گھیر رکھا ہے۔
يَبْصُرُونَ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ إِلَّا النَّاسُ وَلَا جَاءَ ۝

”پھر اُسی دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اُس کے گناہ کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔“

تفسیر فی میں ایک روایت منقول ہے کہ جب معصوم علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ انسان اور جن جو جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے پیروکار ہیں اور ان کے اعداء سے بیزار ہیں اور اللہ کی ذات پر ایمان لانے والے اور اس کے حلال کو حلال اور اُس کے حرام کو حرام سمجھنے والے ہیں۔ اگر وہ اس دنیا میں گناہ میں ملوث ہوئے اور انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ نہ کی اور فوت ہو گئے تو عالم برزخ میں انھیں عذاب دیا جائے گا۔ اور جب وہ قیامت کے دن محشور ہوں گے تو ان کے تمام اعمال میں کوئی گناہ باقی نہ بچے گا۔ قیامت کے دن ان پر کوئی سوال نہیں ہوگا۔

گناہ گار اپنی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے

يَعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝

”وہاں مجرم اپنے چہروں سے خود بخود پہچانے جائیں گے۔ پھر انہیں ان کی پیشانیوں اور چہروں سے پکڑ کر کھینٹا جائے گا۔“

مفسرین نے اس آیت کریمہ کے ضمن میں لکھا ہے: قیامت کے دن مجرمین اپنے چہروں سے جانے جائیں گے کہ وہ مجرم ہیں لیکن اس ضمن کی روایت نقل ہوئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے بارے میں اپنے ایک صحابی معاویہ رضی عنہ سے پوچھا: لوگ اس آیت کی کیا تفسیر کرتے ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجرمین کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لے گا تو ان کے لیے حکم جاری فرمائے گا کہ ان کی پیشانیوں سے پکڑو اور جہنم میں ڈال دو۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کیا خداوند تعالیٰ اس امر کی احتیاج رکھتا ہے۔ وہ تو ان کا خالق ہے۔ خالق کو ان باتوں کی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! اصل بات کیا ہے؟
آپ نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ جب قائم آل محمد قیام فرمائیں گے تو خداوند تعالیٰ انہیں مجرمین کی شناخت کی علامات بتائے گا۔ وہ ان علامات کے ذریعے مجرمین کو پہچان لیں گے اور حکم دیں گے کہ ان کو پیشانیوں سے اور پاؤں سے پکڑو اور پھر انہیں تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

جنت اور جہنم اللہ کی مخلوق میں

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿١٠٠﴾ يَطُوفُونَ فِيهَا بَيْنَ ذَيْنِ حَيْثُومٍ ﴿١٠١﴾
”یہ وہی دوزخ ہے جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔“

عیون الاخبار میں ایک روایت منقول ہے: راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا: اے فرزند رسول اللہ! کیا جنت اور جہنم دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔

آپ نے فرمایا: جی ہاں! جب معراج پر اللہ کے رسول ﷺ جنت میں داخل ہوئے تھے اور جہنم کو دیکھا تھا۔ جب اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: کچھ لوگوں کا کہنا ہے ان دونوں کے ایام ہیں جو مقدر ہیں جو مخلوق نہیں ہیں؟
یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ایسا نظریہ رکھنے والے نہ ہم سے ہیں اور نہ ہم اُن میں سے ہیں، جس نے جنت اور جہنم کے
مخلوق ہونے کا انکار کیا تو اُس نے نبی اکرم ﷺ اور ہماری مکتوب کی اور اُنھیں ہماری ولایت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ
ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿١٠٠﴾ يَطْوُونَ لَهَا يَئِيسًا وَبَيْنَ حَيْثُمْ اِنْ ﴿١٠١﴾

دو جنتیں خائفین کے انتظار میں

وَلَيْسَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ ﴿١٠٢﴾

”اور جو شخص اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو اس کے لیے دو باغ ہیں۔“

داؤد رقی سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: جس شخص نے یہ جان
لیا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے وہ اچھائی ہے یا بُرائی، اللہ کی اس پر نگاہ ہے تو ایسا انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے اور
یہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ (سورۃ نازعات: ۴۰)

”جو شخص اپنے پروردگار کے مقام سے ڈرے اور اپنے نفس کو خواہشات نفس سے روکے تو اس کے
لیے جنت ہے۔“

من للاحقرہ المقلبہ میں حدیث ہے: ”جس کو شہوتِ فعل حرام پر اکسائے اور اللہ کے خوف سے اس سے اجتناب
کے تو اللہ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے، اور قیامت کے دن بھی وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا اور اُس نے اپنی
کتاب میں جو وعدے کیے ہیں وہ پورا فرمائے گا۔“

دو اُمن اور دو خوف اکٹھے نہیں ہو سکتے

کتابِ خصال میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و
جلال کی قسم کھا کر کہا:

میں اپنے بندوں پر دو خوف اور دو امن ایک ساتھ اکٹھا نہیں کروں گا۔ جو شخص دنیا میں یمن اور سکون کے ساتھ ہوگا تو آخرت میں اُسے خوف زدہ کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں خوف زدہ رہے گا تو قیامت کے دن میں اُسے امن و راحت عطا کروں گا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: درجات تین ہیں: کفارات تین ہیں، اور باقیات تین ہیں اور نجات دینے والی چیزیں بھی تین ہیں۔ امام علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: نجات دینی والی چیزوں میں سے ایک چیز یہ ہے کہ بندہ غلوت اور جلوت میں اللہ کا خوف رکھے۔

فِيهِمَا عَيْنَيْنِ تَجْرِيَنِ ۝ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا
 مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ رَوْحٌ ۝ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
 مُتَّكِئِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۝ وَجَنَّا الْجَنَّتَيْنِ
 دَانٍ ۝ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فِيَهُنَّ قُصُورٌ الطَّرَفُ ۝
 لَمْ يَطْمِئِنَّ أَنْسَ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۝ كَانَهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۝ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ فَيَايَ الْآءِ
 رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ ۝ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۝ مُدْهَأَ مَثْنٍ ۝ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
 فِيهِمَا عَيْنَيْنِ نَضَّاحَتَيْنِ ۝

”ان دونوں (باغوں) میں مسلسل چشمے جاری ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو بھلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں موجود ہیں۔“

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ ایسے فرشتوں پر بھیجے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے اُستر ریشمی ہوں گے اور ان دونوں باغوں کے میوے ان کی دسترس میں ہوں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ان جنت کے باغوں میں ایسی حوریں ہیں جو سوائے اپنے شوہروں کے کسی اور سے محبت نہیں رکھتیں اور اس سے قبل کسی جن دانس نے انھیں مس نہیں کیا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہ یاقوت اور مرجان کی طرح ہیں۔

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دو باغوں کے علاوہ دو اور باغ بھی ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

دونوں باغ گہرے سبز اور گھنے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش کی حالت میں ہیں۔“

دو اور حیران کن جنتیں

مُذَاهَمَاتٌ..... فَبَيْنَهُمَا عَيْنٌ نَّضَّاحَتٌ..... فَبَيْنَهُمَا قَاقِبَةٌ وَنَحْلٌ وَرُمَّانٌ

”دونوں باغ گہرے سبز اور گھنے ہیں، ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش کی حالت میں ہیں،

ان دونوں میں میوے اور کجوریں اور انار ہیں۔“

کتاب سعد السعود میں جناب ابن طاووسؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقداد کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیر و کاروں کے فضائل بتاتے ہوئے فرمایا: یہ حدیث بہت طویل ہے۔ اسے بطور خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اُس وقت ان کا پروردگار ان سے کہے گا: اب تم اپنے پروردگار کی عطایا کو دیکھو جو تمہیں دے دیے گئے ہیں۔ تو انھیں اچانک بلند و بالا اُٹھے نظر آئیں گے اور عجلات نظر آئیں گے جو اعلیٰ علیہم میں ہیں، جو سرخ اور سبز، سفید اور زرد یا قوت سے بنائے گئے ہیں اور اُن سے نور کی شعاعیں بلند ہو رہی ہوں گی۔ اور پھر ان یا قوتی عجلات میں

بزرگواروں کے فرش لگے ہوئے ہوں گے۔ انہی کے بارے میں فرمایا گیا:

مُذْهَبًا مَّشْنٌ عَيْنَيْنِ مَخَاطِنِ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَيْنِ ﴿٥٥﴾

تفسیر مجمع البیان میں فُصُصَاتُ الظَّرْفِ کا معنی یہ لیا گیا ہے کہ ”بہشت کی عورتوں نے اپنے شوہروں کے علاوہ کبھی کسی دوسرے مرد کو نہ دیکھا ہوگا اور نہ کسی دوسرے مرد سے محبت کی ہوگی۔ وہ دو شیرہ ہوں گی اور ہر لحاظ سے پاک و پاکیزہ ہوں گی۔ جناب ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ جنت والی بیوی اپنے شوہر سے کہے گی: مجھے پروردگار کی عزت کی قسم ہے کہ میں جنت میں تجھ سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتی۔ سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں کہ جس نے مجھے حیرت انگیز بیوی بنایا اور تجھ کو میرا شوہر قرار دیا۔

نیکی کا بدلہ نیکی

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿٥٦﴾

”کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہے۔“

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی تو فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا پروردگار تم سے کیا کہنا چاہتا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارا رب یہ فرما رہا ہے کہ جس نے میری توحید کا اقرار کیا تو اس کا انعام صرف اور صرف جنت ہے۔

چار باتوں سے بہت جلد سزا ملتی ہے

کتاب خصال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

چار باتوں سے بہت جلد سزا ملتی ہے:

- ① تو نیکی کرے اور اس کا بدلہ بُرائی سے ملے۔
- ② تو زیادتی نہ کرے مگر حیرے ساتھ زیادتی ہو۔
- ③ تو اپنے عہد کو پورا کرے اور دوسرا تجھ سے بے وفائی کرے۔
- ④ تو صلہ رحمی کرے اور دوسرا قطع رحمی کرے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢٨﴾ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَانٌ ﴿٢٩﴾
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٠﴾ فِيهِنَّ خَيْرٌ حَسَنٌ ﴿٣١﴾ فَبِأَيِّ
 آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٢﴾ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٣٣﴾ فَبِأَيِّ
 آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ لَمْ يَطْمِثْنِ إِنَّسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٣٥﴾
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ مُتَكِبِينَ عَلَى رَفْرَفٍ خُضِرٍ
 وَعَبَقَرِيٍّ حَسَنِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٨﴾ تَبَارَكَ اسْمُ
 رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٣٩﴾

”پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں میوے کثرت کے ساتھ
 ہیں، کجھوریں اور انار ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان ہانوں
 میں نیک سیرت اور خوبصورت بیویاں ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو
 جھٹلاؤ گے۔

وہ حوریں جو جنت کے خیموں میں مستور ہیں پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو
 جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں کہ جنہیں پہلے نہ کسی انسان نے مس کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پس
 تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وہ سبز قالینوں اور نفیس فرشوں پر تجھے لگائے ہوئے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس
 کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ آپ کے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو صاحب جلال و
 اکرام ہے۔

پھل بھی اللہ کی عظیم نعمت ہیں

فِيهِمَا قُلُوبُهُمَا وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝

”ان میں میوے کثرت کے ساتھ ہیں اور کجوریں اور انار ہیں۔“

پانچ جنت کے میوے

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: دنیا کے پانچ پھل جنت کے پھل ہیں:

① الملیسی انار (جو بہت میٹھا ہوتا ہے) ② سیب شامی ③ بجی ④ خرما مشان (کجور کی ایک خاص قسم) ⑤ کجور
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

ما على وجه الارض ثمرة كانت احب الى رسول الله ﷺ من الرمان وكان
والله اذا اكله لا يشركه فيها احد

”رسول اللہ ﷺ کو انار سے زیادہ روئے زمین کا کوئی پھل پسند نہیں تھا۔ آپؑ جب بھی انار
تناول فرماتے تو اس میں کسی کو شریک نہ کرتے تھے۔“

جنت کی بیویوں کا دوبارہ تذکرہ

فِيهِنَّ حُورٌ حَسَنَاتٌ ۝

”ان باغوں میں نیک سیرت اور خوبصورت بیویاں ہیں۔“

مجمع البیان میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا:

حُورٌ حَسَنَاتٌ سے مراد ایسی جنت کی عورتیں ہیں جن کے اخلاق پاک و پاکیزہ ہوں گے اور حسن و جمال میں اپنی
مثال آپ ہوں گی۔

من لا يحضره المصنف میں ایک روایت جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اس دنیا کی وہ عورتیں جنہوں نے پاک و پاکیزہ زندگی بسر کی تو وہ جنت میں جنت کی حوروں سے زیادہ خوبصورت
ہوں گی۔

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ ”وہ عورتیں جو جنت کے محیوں میں مستور ہیں۔“

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبہ معراج جب میں جنت میں ایک نہر سے گزرا وہ نہر مرجان کے قہر سے نکل رہی تھی تو اُس سے آواز آئی: السلام علیک یا رسول اللہ! اُس وقت میں نے جبرئیل سے پوچھا: یہ آواز کہاں سے آئی ہے؟ اُس نے کہا: یہ جنت کی حوروں کی آواز ہے۔ انھوں نے پروردگار سے آپ پر سلام کرنے کی اجازت لی ہے۔ اب انھیں اجازت ملی ہے تو وہ کہہ رہی ہیں:

نحن الخالدات فلا تموت ونحن الناعمات فلا نباس انروا ج رجال کرام
 ”ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں، ہمارے پاس موت آنے والی نہیں ہے۔ ہم ہمیشہ جوان رہنے والیاں ہیں، ہم کریم مردوں کی بیویاں ہیں۔“

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿۱﴾
 ”آپ کے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو صاحبِ جلالت و اکرام ہے۔“
 حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا:

نحن جلال الله وکرامته التي اکرم الله تبارک وتعالی العباد بطاعتنا ومحبتنا
 ”ہم ہی اللہ کا جلال اور اس کی کرامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت اور محبت سے اپنے بندوں کو کرم کیا۔“

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ

سورۃ الواقعة مکیہ آیاتھا ۹۶ و رکوعا تھا ۳

”سورۃ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں۔“

سورۃ واقعہ کے مضامین

سورۃ واقعہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے قیامت اور اس کی خصوصیات کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس سورہ کے مضامین کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- ① قیامت کے واقعہ کا آغاز اور اس کے وحشت ناک مناظر۔
- ② انسانی تقسیم، انھیں تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔
- ③ مقررین کے انعامات۔
- ④ اصحاب الیمین کے احوال۔
- ⑤ اصحاب الشمال کے عذاب کے تفصیلی احوال۔
- ⑥ مسئلہ محار پر مختلف دلائل۔
- ⑦ حالت احتضار کی تصویر کشی۔
- ⑧ مومنین کی جزا و ثواب اور کفار کے عذاب پر ایک اجمالی نظر۔

سورۃ واقعہ کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں روایت منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہر شب سورۃ واقعہ کی تلاوت کرے گا تو خدا اُسے دوست رکھتا ہے اور اُسے لوگوں کا محبوب بنا دیتا ہے اور وہ دنیا میں ہرگز ناراضی اور تکلیف نہیں دیکھتا۔ فخر واقعہ اور آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے اور اُس کا شمار امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے رفقاء میں سے ہوگا اور یہ سورہ جناب امیر المومنین کا سورہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت منقول ہے کہ جسے جنت کا اشتیاق ہے تو وہ سورۃ واقعہ کی تلاوت

کرے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص ہر رات کو سونے سے قبل سورۃ واقعہ کی تلاوت کرے جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کا چہرہ چمکدیں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

مجمع البیان میں حدیث نقل ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ کی تلاوت کرے اس کا نام قاطلین میں نہیں لکھا جائے گا۔

جناب عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا: من قرء سورۃ الواقعة کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا ”جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ کی تلاوت کرے گا تو وہ کبھی اللہ کا شکار نہیں ہوگا۔“

کتاب خصال میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپؐ بہت جلد بوڑھے ہو گئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: پشتنی ہود، والواقعة والمرسلات وعم یتساء لون ”مجھے سورۃ ہود، واقعہ، مرسلات اور عم بماء لون نے بوڑھا کر دیا ہے۔“

اصول کافی میں ایک روایت ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وقت شہادت آیا تو آپؑ فحش میں چلے گئے۔ جب اتفاق ہوا تو آپؑ نے سورۃ واقعہ کی تلاوت فرمائی اور سورۃ فتح کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: تمام تعزیریں اس ذات کے لیے ہیں، جس نے ہم سے جو وعدہ فرمایا اُسے پورا کر دکھایا۔ ہمیں اپنی زمین کے لیے جنت قرار دیا اور جنت میں ٹھکانا عطا کیا۔ پس عمل کرنے والوں کا اجر کتنا عظیم ہے۔ پھر آپؑ کی روح پرواز کر گئی۔ اس کے علاوہ آپؑ نے اور کچھ نہ فرمایا۔

پھوڑے پھنسیوں کا مجرب عمل

عیون اخبار الرضا سے ایک روایت منقول ہے: علی بن نعمان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضور عرض کیا: مولا! میرے جسم پر پھوڑے پھنسیاں ہیں جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔ میری درخواست ہے کہ مجھے ایسی چیز کی تعلیم فرمائیں جس کی وجہ سے مجھے ان سے نجات مل جائے۔

آپؑ نے فرمایا: ہر پھوڑے کے لیے سات سو کے دانے لو اور ہر سو کے دانے پر سات مرتبہ پڑھو:

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۖ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۖ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۖ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ

رَجًّا ۖ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۖ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّبْكًا ۖ (سورۃ واقعہ: ۱-۶)

پھر سات مرتبہ پڑھو:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۖ لَا تَبْقَىٰ فِيهَا
عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۚ (سورہ طہ: ۱۰۶، ۱۰۷)

پھر ایک ایک ہو لے کر ایک ایک پھوڑے پر لگاؤ اور تمام ہو لے کر انہیں ایک نئے کپڑے میں باندھ لو اور اس
کپڑے میں کوئی ایک پتھر بھی باندھ دو۔ پھر اس کپڑے کو کسی پرانے کونے میں ڈال دو۔
راوی کہتا ہے: میں نے ایسا کیا اور جب میں نے ساتویں دن اپنے جسم کو دیکھا تو وہ میری ہتھیلی کی طرح بالکل صاف
تھا۔ یہ عمل چاند کی آخری تاریخوں میں کرنا چاہیے۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۖ خَافِضَةٌ
رَّافِعَةٌ ۝ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا ۖ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۖ
فَكَانَتْ هَبَاءً مُتْبَثًا ۖ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۖ فَأَصْحَبُ الْمِيسَةِ
ۖ مَا أَصْحَبُ الْمِيسَةِ ۖ وَأَصْحَبُ الْمَشْأَةِ ۖ مَا أَصْحَبُ
الْمَشْأَةِ ۖ وَالسَّيْقُوتُ السَّيْقُوتُونَ ۖ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۖ فِي
جَنَّتِ النَّعِيمِ ۖ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۖ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۖ
عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۖ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ۖ

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”جب قیامت کا واقعہ ہوگا، تو اُس کے وقوع کا کوئی انکار نہ کر سکے گا۔ وہ (واقعہ) نہ وہالا کرنے والا ہوگا۔ جس وقت زمین پوری طرح سے ہلا دی جائے گی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور غبار کی شکل میں منتشر ہو جائیں گے۔

اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔ دائیں ہاتھ والے سودائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا، اور بائیں ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا، اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے

والے ہیں۔ وہی تو مقرب لوگ ہیں۔ نعمتوں بھری جنتوں میں رہیں گے۔
بہت سے پہلی امتوں میں سے ہیں اور تھوڑے لوگ آخری امت میں سے۔ وہ مرصع تختوں پر،
ان پر نگلیہ لگائے ہوئے آٹھ سائے بیٹھے ہوں گے۔“

عظیم ترین واقعہ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ لَنُيَسِّرَنَّ لِلَّذِينَ كَانُوا يُسِرُّونَ ۚ

”جب قیامت کا واقعہ ہوگا تو اس کے وقوع کا کوئی انکار نہ کر سکے گا۔“

تفسیر فی میں ان آیات کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں لکھا گیا ہے کہ قیامت کا وقوع حق ہے۔ خافضۃ سے مراد اللہ کے
دُشمن ہیں جنہیں قیامت نجات دیکھائے گی۔ اور شرافۃ سے مراد اللہ کے اولیاء ہیں۔ قیامت انہیں بلند و بالا کر دے گی۔

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا ۚ

”جس وقت زمین پوری طرح سے ہلا دی جائے گی۔“

جب زمین کو دھڑلہ آئے گا اور اس کی ہر جڑ دوسری جڑ سے ٹکرائے گی:

وَبُشَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۚ

”پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔“

یعنی پہاڑ زمین سے اپنی جڑوں سمیت ٹکس گئے۔

فَكَانَتْ هَبَاءً مُّتَّبِعًا ۚ

”اور غبار کی شکل میں منتشر ہو جائیں گے۔“

لفظ هَبَاءً کا معنی ہے کہ جب سورج کی شعاع کسی سوراخ کے ذریعے اندر میرے کی جگہ داخل ہو جائے تو اس میں

ذرات حیرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یعنی بہت ہی چھوٹا غبار۔

تین گروہ

اصول کافی میں جابر جہلی سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تین قسم

کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

وَلَكُمْ أَرْوَاحًا ثَلَاثَةٌ ۖ فَأَصْحَابُ الْإِيمَانِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْإِيمَانِ ۖ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۚ

أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ وَالشَّقِيقُونَ الشَّقِيقُونَ ۖ أُولَٰئِكَ الْمَقَرَّبُونَ ۖ

”اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔ دائیں ہاتھ والے سودائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا اور بائیں

ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا۔ اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہیں وہی تو مقرب

لوگ ہیں۔“

آپؐ نے فرمایا: ”سابقون“ اللہ کے رسولؐ ہیں اور خاصانِ خدا ہیں۔ اللہ نے ان میں پانچ ارواح عطائے ہیں اور روح القدس سے ان کی تائید کی گئی ہے جس سے انہوں نے اشیاء کی معرفت حاصل کی اور روح ایمان سے ان کی تائید کی گئی کہ اس کے ذریعے انہیں خوفِ خدا حاصل ہوا، اور روح القوت سے ان کی تائید کی گئی۔ اس سے انہیں اللہ کی اطاعت کی قدرت حاصل ہوئی اور اہل ایمان اور اصحابِ یمینہ میں روح ایمان رکھا، جس سے ان کے قلوب میں اللہ کا خوف پیدا ہوا اور ان میں روح القوت بھی رکھا، جس سے انہیں اللہ کی اطاعت کی قدرت نصیب ہوئی اور ان میں شہوت کی روح رکھی، جس سے انہیں اللہ کی اطاعت کی اشتہا ہوئی اور ان میں روح مدرج رکھی، جس کے ذریعے وہ لوگوں میں آتے اور جاتے رہتے ہیں۔

سب سے آگے بڑھ جانے والے

وَالشَّقِيقُونَ الشَّقِيقُونَ ۖ

”اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہیں۔“

سابقون وہ لوگ ہیں جو نہ صرف ایمان میں پیش قدمی کرتے ہیں بلکہ انسانی صفات اخلاق میں بھی سبقت رکھتے ہیں اور وہ لوگوں کے لیے نمونہ عمل ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

”سابقون“ چار ہیں: ① ابن آدم مقتول ② مومن آلِ فرعون (امت موسیٰ) ③ حبیب (امت عیسیٰ)

④ علی بن ابی طالب (امت محمدیہ)

امامی شیخ الطائفہ میں روایت مقتول ہے کہ جناب ابن عباسؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید کی

ان آیات وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۚ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۚ فَيَجَنَّبُ اللَّهُ النَّارَ ۚ فَيَجَنَّبُ اللَّهُ النَّارَ ۚ فَيَجَنَّبُ اللَّهُ النَّارَ ۚ نے فرمایا: ”جبرئیل نے مجھے کہا ہے کہ اس آیت کے مصداق علیؑ اور اس کے پیرو ہیں جو جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور وہ اللہ کی کرامت کی وجہ سے مقرب ہوں گے۔“

جب منادی عداوے کا

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اُس وقت منادی عداوے کا: اللہ کے رسول محمد بن عبد اللہ کے حواری کہاں ہیں؟ جنہوں نے نہ عہد توڑا اور آپؐ کی اطاعت میں زندقہ بسر کی۔ اُس وقت جناب سلمان فارسی، مقداد، ابوذرؓ انھیں گے۔

پھر عداوے کی: علی بن ابی طالبؑ، اللہ اور اس کے رسول محمد بن عبد اللہ کے پیرو کہاں ہیں؟ اُس وقت عمرو بن لُحَمٰی، حمزہ بن ابی بکر، میثم بن یحییٰ التمار (جو بنو اسد کے آزاد کردہ تھے) اور اویس قرنیؓ انھیں گے۔

پھر عداوے کی: رسول اللہ ﷺ کے نواسے امام حسنؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے صحابی کہاں ہیں؟ اُس وقت سفیان بن یحییٰ ہمدانی اور حذیفہ بن اسد غفاریؓ انھیں گے۔

پھر آسمان سے عداوے کی: حسین بن علیؑ کے صحابی کہاں ہیں؟ وہ شہداء جنہوں نے آپؐ کے ساتھ شہادت پائی، وہ انھیں گے۔

پھر عداوے کی: نواسہ رسولؐ حضرت امام زین العابدینؑ کے صحابی کہاں ہیں؟ اُس وقت جبیر بن مطعم، یحییٰ بن اُمّ الفضل، ابو خالد الکاملی اور سعید بن مسیبؓ انھیں گے۔

پھر منادی عداوے کا کہ محمد بن علیؑ اور جعفر بن محمدؑ کے حواری کہاں ہیں؟ اُس وقت عبد اللہ بن شریک عامری، زارہ بن ائمن، نُمَید بن معاویہ عجمی، محمد بن مسلم، ابو بصیر لیث بن یحییٰ المرادی، عبد اللہ بن ابی منصور، عامر بن عبد اللہ بن جذاعة، جبر بن زائدہ اور حران بن ائمنؓ انھیں گے۔ پھر منادی آئمہ اہل بیتؑ کے ماننے والوں کا نام ان کے آئمہ کے نام سے پکارے گا اور وہ کہے گا: جی ہاں ایہ سب سابقون اور مقربین ہیں۔

سباق خمسہ

خصال صدوق میں روایت ہے کہ حضرت امام علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا:

پوری کائنات پر سبقت رکھنے والے پانچ ہیں: میں تمام عرب پر سبقت رکھنے والا ہوں۔ سلمان تمام فارس پر سبقت رکھنے والے ہیں۔ بلال حبشہ پر سبقت رکھنے والے ہیں اور خبابؓ ہمد قبیلہ پر سبقت رکھنے والے ہیں۔

کتاب کمال الدین وتمام الحسنہ میں حدیث ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

نحن السابقون السابقون ونحن الآخرون "تمام سبقت رکھنے والوں پر ہم سبقت رکھنے والے ہیں اور آخرین میں سے بھی ہم ہیں۔"

سلم بن قیس ہلاقی راوی ہیں: حضرت عثمان کے دور حکومت میں حضرت امام علی علیہ السلام نے مہاجرین و انصار کے ایک اجتماع سے خطاب کیا اور ان لوگوں کو قسم دے کر فرمایا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیات وَالشَّيْقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ (التوبة: ۱۰۰) وَالشَّيْقُونَ أُولَئِكَ الْمُتَّقُونَ کے بارے میں جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کس کے حق میں نازل ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے انبیاء اور ان کے اوصیاء کے حق میں اُتارے، میں تمام نبیوں سے افضل ہوں اور علی بن ابی طالب میرے وصی ہیں اور وہ تمام وصیوں سے افضل ہیں۔ سامعین میں سے ہر ایک نے کہا: جی ہاں! ایسا ہی ہے۔

اولین میں سے تین

جناب مفید کی کتاب روضة الواعظین میں روایت نقل کی گئی ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ سے مراد حضرت ہاتل، مومن آل فرعون اور صاحب لیثین ہیں اور ثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ سے مراد علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانِ مُخَلَّدُونَ ۝ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ ۝ وَكَأَنَّ
مِنْ مَعِينٍ ۝ لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْفَرُونَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِمَّا
يَتَخَيَّرُونَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَحُورٍ عِدَّةٌ ۝ كَأَمْثَالِ
الَّذِينَ الْمَكْنُونُ ۝ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا

لَعُوا وَلَا تَأْتِيَنَّهُ ۝۲۵ إِلَّا قِيْلًا سَلْبًا سَلْبًا ۝۲۶ وَأَصْحَبُ الْيَمِينِ ۝۲۷
أَصْحَبُ الْيَمِينِ ۝۲۸ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝۲۹ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۝۳۰ وَظَلٍّ
مَّمْدُودٍ ۝۳۱ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝۳۲ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝۳۳

”ان کے ارد گرد تابدار رہنے والے لڑکے بھر رہے ہوں گے۔ اپنے (ہاتھوں میں) پیالے،
کوزے اور صاف و شفاف شراب کے جام لیے ہوئے۔ لیکن وہ ایسی شراب ہوگی جس سے
نہ سر کا درد ہوگا اور نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا، اور ہر قسم کے میوے جنہیں وہ پسند کریں
گے اور پرندوں کا گوشت جس کے وہ خواہش مند ہوں گے اور حسین آنکھوں والی حوریں
ہوں گی جو چمپا کر رکھے گئے مردار پر کی طرح (حسین) ہوں گی۔

یہ سب جزا ہے ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے ہیں۔ وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے
اور نہ ہی گناہ کی کوئی بات۔ صرف اور صرف جسے وہ سنیں گے وہ سلام ہی سلام ہے، اور وہ
دائیں ہاتھ والے تو دائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا، وہ چھری کے بے خار درختوں میں، اور کیلوں کے
پتھروں، اور لمبے اور وسیع سائے میں، اور رواں دواں پانیوں، اور فراواں پھلوں میں ہوں گے۔“

جاودانی نوجوانان

يَطْلُوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَدَانِ مُخَلَّدُونَ ۝۳۴

”ان کے ارد گرد تابدار رہنے والے لڑکے بھر رہے ہوں گے۔“

تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے: مفسرین نے الولدان میں اختلاف کیا ہے؟
ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ الولدان سے مراد اس دنیا کے وہ بچے ہیں جو بچپن میں فوت ہو گئے۔ وہاں
آخرت میں نہ تو ان کی نیکیاں ہوں گی کہ انہیں وہاں ثواب ملے اور نہ ان کی برائیاں ہوں گی کہ انہیں کوئی سزا ملے اس لیے
انہیں یہی مقام عطا کیا جائے گا۔

جب رسول اللہ ﷺ سے ولدان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد مشرکین کے بچے ہیں اور وہ جنت میں جنتیوں کی خدمت کریں گے۔

اہل جنت کے لیے پرندوں کے گوشت ہوں گے

وَلَنَحْمُ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۵۶﴾

”اور پرندوں کے گوشت جس کے وہ خواہش مند ہوں گے۔“

اہل جنت جس قسم کی غذا چاہیں گے فوراً ان کے لیے حاضر کر دی جائے گی۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: دنیا و آخرت کا سب سے بڑا کھانا کون سا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: گوشت۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: وَلَنَحْمُ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۵۶﴾

حضرت رسول اکرم ﷺ کی بھی معروف حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللحم سيد الطعام في الدنيا والآخرة ”دنیا اور آخرت کا بڑا کھانا یا پسندیدہ ڈش گوشت ہے۔“

جنت میں صرف پسندیدہ باتیں ہوں گی

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿۵۷﴾

”وہاں وہ نہ کوئی بے ہودہ بات سُنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات۔“

تفسیر فی میں روایت منقول ہے کہ جنت میں اہل جنت نہ کوئی فحش بات سُنیں گے اور نہ کوئی جھوٹی بات اور نہ وہاں فحش و موسیقی وغیرہ ہوگی۔

اصحاب الیمین کون ہیں؟

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿۵۸﴾

”اور وہ دائیں ہاتھ والے تو دائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا۔“

تفسیر فی کی روایت کے مطابق کہ جب مصوم سے پوچھا گیا: اس آیت کرمہ سے مراد کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

علی بن ابی طالبؑ اور اُن کے پیروکار۔

اصول کافی میں روایت منقول ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی آدمی نے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكَ ۖ
قَالُوا بَلَىٰ (سورۃ اعراف: ۱۷۲)

”اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور ان پر خود انھیں گواہ بنا کر (پوچھا تھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! تو ہمارا رب ہے۔“

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ مٹی لی تھی اور اسی سے جناب آدم کو خلق فرمایا۔ اس مٹی پر اس نے بیٹھا پانی ڈالا اور بعد ازیں اسے چالیس دن کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر چالیس دنوں کے بعد اس پر کھارا پانی ڈالا اور اسے چالیس دن کے لیے چھوڑ دیا۔ جب وہ مٹی یک جان ہو گئی اور پھر اس کو اچھی طرح سے گوندھا تو پھر اس مٹی سے ارواح ذکر کی مانند دائیں ہائیں لٹکے۔ پھر انھیں حکم دیا کہ وہ سب آگ میں داخل ہو جائیں۔ جو دائیں طرف لٹکے تھے وہ فوراً آگ میں داخل ہو گئے۔ اللہ نے ان پر اپنی آگ کو شفا کر دیا تھا اور جو بائیں طرف لٹکے تھے تو انھوں نے آگ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور دوران خطبہ اپنا زباناں ہاتھ بلند کیا اور اپنی ہتھیلی کو بند کیا اور فرمایا: اے لوگو! یہ بتاؤ میری مٹی میں کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس میں قیامت تک آنے والے اہل جنت اور ان کے آباء اور ان کے قبائل کے نام ہیں۔ پھر آپ نے اپنا بائیں ہاتھ بلند کیا اور اپنی ہتھیلی بند کی اور فرمایا: بتاؤ اس میں کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔

آپ نے فرمایا: اس میں قیامت تک آنے والے اہل دوزخ اور ان کے آباء اور ان کے قبائل کے نام ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اور اس کا فیصلہ حق ہے۔ اس طرح دودفعہ فرمایا: ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا فریق جہنم میں جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک طولانی حدیث منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ اور اس کے دشمن کی طینت کو خلق فرمایا۔ پھر آپس میں ملا دیا۔ تم لوگ دیکھو گے کہ علی کا شیعہ نہ زانی ہوگا اور نہ وہ لواطت کرے گا اور نہ وہ حج، روزہ اور جہاد کو ترک کرے گا اور نہ وہ خائن ہوگا۔ اس سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہوگا اور جو علی کا دشمن ہے اس سے ہر قسم کی بُرائی ہوگی اور وہ نہ نماز پر مداومت کرے گا اور نہ روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کو ادا کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ تمام نیکیاں

مومن کی طینت سے مربوط ہیں کیونکہ حسنت کا اکتساب اسی سے ممکن ہے اور گناہوں سے بچنا بھی اسی سے ممکن ہے۔

امام علی علیہ السلام اپنے دائیں ہاتھ میں انگٹھی کیوں پہنتے تھے؟

محمد بن ابی عمیر کی روایت ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: امام علی علیہ السلام اپنے دائیں ہاتھ میں انگٹھی کیوں پہنتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے دائیں ہاتھ میں انگٹھی پہنتے تھے کیونکہ وہ بعد از رسول اللہ ﷺ صحابہ یحییٰ کے امام تھے اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب یحییٰ کی اپنے قرآن میں مدح فرمائی ہے اور اصحاب شمال کی مذمت فرمائی ہے۔

وہ نعمات جو اصحاب یحییٰ کو حاصل ہوں گی

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ

”وہ بھری کے بے خار درختوں میں۔“

علی بن ابراہیم نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ جب اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اصحاب یحییٰ ایسے درختوں کے سائے میں ہوں گے، جن میں کانٹے نہیں ہوں گے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت کی قرأت فرمائی۔

وَذَلِيلٍ مُّنْضُودٍ

”اور کیلوں کے پتھوں۔“

طلح ایک سبز، خوش رنگ اور خوشبودار درخت ہے۔ ایک گردہ کا قول ہے: وہ کیلے کا درخت ہے، جس کے چوڑے، سبز اور خوبصورت پتے ہوتے ہیں اور اس کا پھل خوش ذائقہ اور شیریں ہوتا ہے۔

لبے سائے

وَذَلِيلٍ مُّنْضُودٍ

”اور لبے اور وسیع سائے ہیں۔“

ایک حدیث میں آیا ہے: جنت میں ایک درخت ہے اگر ایک سوار سو سال تک اس کے سائے میں چلا رہے تو پھر بھی

اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ اس لیے اللہ نے قرآن میں فرمایا: وَظِلٌّ مَّرْهُوۃٌ ﴿۳۱﴾ اصحابِ یمن لیے سایوں میں ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے: جنت کے اوقات گرمیوں کی محو کی مانند ہوں گے، نہ جس میں گرمی ہوگی اور نہ سردی۔

لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿۳۱﴾ وَفُرُشٌ مَّرْفُوعَةٍ ﴿۳۲﴾ اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ
اِنْشَاءً ﴿۳۳﴾ فَجَعَلْنَهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۴﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۵﴾ لَا صُحْبُ
الْيَمِيْنِ ﴿۳۶﴾ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاَصْحَابُ
الشِّمَالِ ﴿۳۹﴾ مَا اَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿۴۰﴾ فِيْ سُوْمٍ وَّحِيْمٍ ﴿۴۱﴾ وَظِلٌّ مِّنْ
يَّحْمُومٍ ﴿۴۲﴾ لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۳﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ
مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلٰى الْحُبِّثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا
يَقُوْلُوْنَ اَيْدَا مِثْنًا وَّكَفًّا اَتْرَابًا وَعِظَامًا اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۶﴾
اَوْ اَبَاوُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۷﴾

”جو نہ ختم ہوتے ہیں اور نہ ممنوع ہیں، اور ہادقار ہسران (بیوی یا شوہر) ہم نے انہیں
ایک سے انداز سے تخلیق کیا ہے، اور ہم نے سب کو باکرہ بنایا۔ جو اپنے شوہروں کی ہم عمر
اور شیدائی ہوں گی۔ یہ سب کچھ اصحابِ یمن کے لیے ہے۔

جن کا ایک گروہ انگوں میں سے ہوگا اور ایک گروہ پچھلوں میں سے ہوگا۔ رہے بائیں ہاتھ
والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا۔ وہ جلتی ہوا اور جلانے والے پانی میں، اور سیاہ
دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جس میں نہ ٹھنڈ ہے اور نہ راحت۔

وہ اس سے قبل ناز پروردہ تھے، اور بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرتے تھے، اور کہتے تھے

کہ جب ہم مرجائیں گے، مٹی اور ہڈی بن گئے تو کیا پھر قبروں سے نکالے جائیں گے۔ یا ہمارے اولین آباؤ اجداد بھی؟“

جنت کے پھل نہ ختم ہوں گے اور نہ ممنوع ہوں گے

لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ

”جو نہ ختم ہوتے ہیں اور نہ ممنوع ہیں۔“

روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: جب رسول اللہ ﷺ سے جنت کے احوال پوچھے گئے تو آپ نے سب کچھ فرمایا۔ یہ حدیث ایک طولانی حدیث ہے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جنت کے پھل اہل جنت کے بالکل قریب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَتْلِيًا ۝ (سورہ دہر: ۱۳)

”اور گھنے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور میوؤں کے کچے ان کے بہت قریب ہر طرح ان کے اختیار میں۔“

مومن ان ثمرات سے استفادہ کرے گا اور جو پھل چاہے گا اس کے سامنے حاضر ہوگا اور وہ پھل مومن سے خطاب کریں گے۔ اے اللہ کے ولی! اس سے قبل یہ پھل نوش جان کرو۔

احجاج طبری میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے: آپ کے حضور کسی نے عرض کیا: اہل جنت میں سے کوئی آدمی ایک پھل کھائے گا تو فوراً اس جیسا اور پھل وہیں پیدا ہو جائے گا۔ کیا واقعی ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! جس طرح ایک دیے سے شعلہ لیا جاتا ہے اور اُس سے اور دیا لیا جاتا ہے تو اُس دیے کے شعلے میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا اور یہی حال ہے جنت کی نعمات کا۔ وہ ختم ہونے والی نہیں ہیں۔

اہل جنت کی ازواج گرام قدر اور ہمسر ہوں گی

وَلَهُنَّ مَزْجُوعَاتٌ

”اور ہاؤس ہمسران (شوہریا بھئی)۔“

تفسیر فی میں لکن الذین اتَّقُوا رَبَّ لَهُمْ عُزْفٌ مِّنْ قَوْلِنَا عُزْفٌ (سورہ زمر: ۲۰) ”لیکن جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بالاخانے ہیں جن کے اوپر (مزید) بالاخانے بنے ہوئے ہیں“ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے: حضرت امام علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ یہ بالاخانے کس لیے بنائے گئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے یہ بالاخانے اپنے اولیاء کے لیے بنائے ہیں اور یہ بالاخانے موتیوں، یاقوت اور زمرد سے بنائے گئے ہیں اور ان کی چھت سونے سے بنائی گئی ہے اور اس میں جو نقوش بنائے گئے ہیں، وہ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔ ہر بالاخانے کے ایک ہزار دروازے ہیں۔ ہر دروازہ سونے کا بنا ہوا ہے اور ہر دروازے پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور اس میں بلند و بالا فرش ہیں۔

فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْنَاءَ الرَّسُولِ غُرَبَاءَ أَشْرَ آبَاءِ

”ہم نے انھیں باکرہ بنایا ہے جو اپنے شوہروں کی ہم عمر اور شیدائی ہوں گی۔“

روایت میں آیا ہے: جنت کی عورتیں عربی میں گنگو کریں گی۔ اشرابا جنت کی حوریں، اہل جنت کی ہم سن ہوں گی۔ اصحاب یمن کے لیے ہوں گی یعنی اصحاب امام علیؑ کے لیے۔

ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میں آپؐ پر قربان جاؤں، مجھے جنت کی طرف توثیق لائیے۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابو جہر! جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر لو جوان لڑکیاں اس طرح معلوم ہوں گی (جیسے سنبل کے درخت اُگے ہوتے ہیں) جب کوئی مومن ان میں سے کسی کو پسند کرے گا تو وہ اس کے پاس آجائے گی اور اس کی جگہ ایک اور حور نہر کے کنارے سے نکل کر کھڑی ہو جائے گی۔

ابو بصیر کہتا ہے: میں آپؐ پر قربان جاؤں مزید بیان فرمائیے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک مومن جنت میں آٹھ سو باکرہ اور چار ہزار غیر باکرہ سے شادی کرے گا اور دو حور الحین سے شادی کرے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں کیا آٹھ سو باکرہ سے تزویج کرے گا؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! مومن جتنی حوریں چاہے گا اتنی اُسے مل جائیں گی۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں یہ فرمائیں: حورالعین کس چیز سے پیدا کی گئی ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: جنت کی نورانی تربت سے ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ ان کی پنڈلی کی چمک دمک ستر غلوں سے باہر
دکھائی دے گی۔

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں کیا وہ اہل جنت سے گفتگو کریں گی؟
آپؐ نے فرمایا: وہ ایسا بیٹھا اور شیریں کلام کریں گی کہ اس جیسی گفتگو نہ سنی گئی ہوگی۔
راوی کہتا ہے: وہ کیا کہیں گی؟
آپؐ نے فرمایا: وہ پیار بھری آواز میں یہ ترانہ لائیں گی:

حورول کا ترانہ

نحن الخالدات فلا نموت

نحن الناعمات فلا بنؤس

نحن المقيمات فلا نظعن

نحن الراضيات فلا نسخط

طوبى لمن خلق لنا

وطوبى لمن خلقنا له

ونحن اللواتى

لو ان قرن احد

علق فى جو السماء

لا ننشى نورة الابصار

”ہم ہمیشہ زندہ رہنے والی ہیں، ہم مرنے والی نہیں ہیں
ہم ہمیشہ جوان رہنے والی ہیں، ہم پر بڑھاپا آنے والا نہیں ہے
ہم ہمیشہ ساتھ رہنے والی ہیں، چھوڑ جانے والی نہیں ہیں

ہم ہمیشہ خوش رہنے والی ہیں، بھگڑا کرنے والی نہیں ہیں
خوش قسمت ہیں وہ جو ہمارے لیے پیدا کیے گئے۔“

جوامع الجامع میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب اُم سلمہ سے فرمایا:
من اللواتی قبضن فی دار الدنیا عجائز رمصا، شمطا خلقهن اللہ بعد الکبر
فجعلهن عذارى

”یہ وہ عورتیں ہیں، جو اس دنیا میں فوت ہوئیں، بوڑھی پھولیں، آنکھوں میں چھڑ، سر کے بال سفید،
اس بڑھاپے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں پھر سے ہاکرہ پیدا کرے گا۔“

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

یدخل اهل الجنة الجنة جرأً مردأً بیضاً جعاداً مکحلین ابناء ثلث وثلثین
”اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے، مسیں بھیج
رہی ہوں گی مگر داڑھی نہ نکلے ہوگی، گورے چٹے ہوں گے، گٹھے ہوئے بدن ہوں گے، آنکھیں
سریں ہوں گی، سب کی عمریں ۳۳ سال کی ہوں گی۔“

كَلَّةٌ مِّنَ الْاَزْلَيْنِ ۚ وَكَلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرَيْنِ ۝

”جن کا ایک گروہ انگوٹوں میں سے ہوگا اور ایک گروہ پچھلوں میں سے ہوگا۔“

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے: اس آیت سے مراد ایک جماعت گذشتہ امتوں میں سے ہے جو اس امت سے
پہلے آئی ہیں اور ایک جماعت اس امت کے مومنین ہیں۔

مقابل و حطا اور باقی بہت سے مفسرین نے یہی نقل کیا ہے لیکن مجاہد، ضحاک اور زجاج نے دو ٹوک کی روایت کی ہے
اور انہوں نے اس روایت کو لیا ہے جو جگر نے ابن عباسؓ سے لی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو ٹوک میری امت میں
سے ہیں لیکن جو روایت قول اول کی تائید کرتی ہے وہ ابن مسعود کی روایت ہے۔

ابن مسعود کہتے ہیں: ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ہم اپنے گھروں کی
طرف چلے گئے۔ جب صبح ہوئی اور واپس مسجد نبویؐ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گذشتہ رات مجھ پر انبیاء کو وحی
کیا گیا۔ میرے سامنے انبیاء اپنے تابع دار امتوں کے ساتھ پیش ہوئے۔ بعض نبی گزرتے تھے اور بعض نبیوں کے ساتھ

ایک جماعت تھی اور بعض نبیوں کے ساتھ صرف تین آدمی بھی تھے اور کچھ ایسے نبی بھی تھے جو اکیلے تھے، جن کے ساتھ اُمت کا کوئی فرد نہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ کا گزر ہوا تو ان کے ساتھ بنواسرائیل کی بہت بڑی جماعت تھی۔ میں نے پوچھا: اے پروردگار! یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ تمہارے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ اُن کے اطاعت گزار اُمت کے افراد ہیں۔ میں نے پوچھا: اے میرے اللہ! پھر میری اُمت کہاں ہے؟ فرمایا: اپنے دائیں طرف نیچے کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی۔ لوگوں کے اکثر چہرے چمک رہے تھے۔ پروردگار نے فرمایا: اب تو تم خوش ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں خوش ہوں۔ پھر اللہ نے فرمایا: اپنے بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو وہاں بھی بے شمار لوگ تھے۔ پھر ندا آئی: اب تو تم راضی ہو گئے ہو۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر اللہ نے فرمایا: سنو! ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ سن کر حضرت عکاشہ کھڑے ہو گئے۔ یہ قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے تھے اور حصن کے بیٹے تھے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے انھی میں سے بنا دے۔ آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہا: میرے لیے بھی دعا فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ اگر تم سے ہو سکے تو تم ان ستر ہزار میں سے بیوہ بے حساب جنت میں داخل ہوں مگر ورنہ کم سے کم دائیں جانب والوں میں سے ہو جاؤ۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی لٹک جاتے ہیں۔

پھر فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہوگی۔ پس ہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی ہوں گے۔ ہم نے پھر تکبیر بلند کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: سنو! جنت میں نصف تعداد تم لوگ ہو گے۔ ہم نے پھر تکبیر بلند کی۔ بعد ازیں رسول اللہ ﷺ نے اسی آیت کَلَّمَ قَوْمَ الْأَوَّلِينَ ﴿٦﴾ وَكَلَّمَ قَوْمَ الْآخِرِينَ ﴿٧﴾ کی تلاوت فرمائی۔

اصحابِ شمال کون ہیں؟

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ^١ مِمَّا أَصْحَابُ الشِّمَالِ^(٢)

”رہے بائیں ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھتا۔“

تفسیری میں آیا ہے: اصحابِ ثمال سے مراد وہ لوگ ہیں، جنہوں نے آلِ محمدؐ اور ان کے اصحاب سے عداوت رکھی وہ اصحابِ ثمال ہیں۔

فِي سَنُوهِمْ وَحَيْثُ ۞

”وہ جلتی ہوا اور جلانے والے پانی ہیں۔“

موصومؑ نے فرمایا: ”سوم“ جہنم کی آگ کا نام ہے۔ ”حیم“ ایسا پانی جو گھول رہا ہو، جوش میں ہو۔

وَقَلْبٍ مِّنْ يَّخْتُمُهُ ۞

”اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔“

ایسا دھواں جو بہت زیادہ سیاہ ہو اور جس میں جھلسا دینے والی گرمی ہو۔

لَا يَأْرِيهِ وَلَا كُرْهِيمَ ۞

”جس میں نہ ٹھنڈ ہے اور نہ راحت۔“

یعنی ایسا پانی جس میں کوئی راحت کا سامان نہ ہو بلکہ اس میں عذاب ہی عذاب ہو۔

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۞ لَّمْ يَجْمَعُونَ ۞ إِلَىٰ مِيقَاتِ
يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۞ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيْهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۞ لَا تَكُونُونَ
مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زُقُومٍ ۞ فَسَالُّونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۞ فَشَرِبُونَ
عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۞ فَشَرِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ ۞ هَذَا نُزْلُهُمْ يَوْمَ
الدِّينِ ۞ نَحْنُ خَلَقْنَكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ۞ أَفَرَأَيْتُمْ مَا
تُسْنُونَ ۞ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۞ نَحْنُ
قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۞ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ

أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۱۱ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ
الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝۱۲ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝۱۳ ءَأَنْتُمْ
تُرْسِلُونَہَا أَمْ نَحْنُ الْمُرْسِلُونَ ۝۱۴

”کہہ دیجیے کہ اولین و آخرین، سب کے سب ایک مقرر دن کے وقت جمع کیے جائیں گے۔ پھر تم اسے بھٹانے والے گمراہ لوگو! یقیناً تھور کے درخت سے کھاؤ گے۔ اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر گرم کھولا ہوا پانی پینے والے ہو۔ پھر پیاسے اُنٹوں کی طرح پینے والے ہو گے۔ یہ ہے قیامت کے دن ان کی ضیافت۔ ہم نے قسمیں پیدا کیا ہے، پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے۔

اچھا پھر تم یہ تناؤ جو پانی تم (رحم میں) ٹپکاتے ہو کیا اس (انسان) کو تم بناتے ہو یا اس کی تخلیق کرنے والے ہم ہیں۔ ہم ہی نے موت کو تمہارا مقدر بنایا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری صورتوں کو تبدیل کر کے قسمیں ایسی صورتوں میں پیدا کریں جنہیں تم نہیں پہچانتے۔ قسمیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش تو معلوم ہی ہے، پھر تم عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ تناؤ کہ تم جو کچھ کرتے ہو۔ اُسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟“

مجرمین مسلسل عذاب میں ہوں گے

لَا يَكُونُ مِنْ شَجَرٍ قَبْلَ زُقُورٍ ۖ فَمَا تُثَوِّرُونَ ۖ مِنْهَا الْهَيْطُونَ ۖ فَتُشْرَبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْعَوْنِ ۖ
فَتُشْرَبُونَ شُرْبَ الْإِيمِ ۖ

”جنہیوں کی غذا تھور کا درخت ہوگا، انہیں کھلایا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ پور ہو جائیں گے کیونکہ وہ جبراً ان کے حلق میں ٹھوسا جائے گا۔ پھر اس پر کھولا ہوا پانی انہیں دیا ہوگا۔“

حدیث میں ہے: اگر رقوم کا قطرہ دنیا کے پانی میں ملا دیا جائے تو تمام دنیا والے آں واحد میں مرجائیں۔

تفسیر فی کی روایت کے مطابق: اَللّٰهُمَّ اِیْہَا اَوْثَجَس کو پیاس کی پیاری لگ گئی ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: جب پانی پیا جائے تو تین دفعہ سانس لے کر پیا جائے۔ ایک سانس میں پینا اچھا نہیں ہے کیونکہ یہ مکروہ ہے اور ایسا پینا میم کے مشابہ ہے۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا: میم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: چوپایہ ہے۔

هٰذَا شُرَّ لَهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝

”یہ ہے قیامت کے دن ان کی ضیافت۔“

دوزخی چونکہ اللہ کے محرم ہیں، وہ اللہ کے مہمان نہیں ہیں۔ یہ ان پر ایک قسم کا طر ہے تاکہ وہ اعذارہ لگالیں کہ ان کی پذیرائی کا یہ عالم ہے تو پھر ان کے عذاب کی کیا حالت ہوگی۔ ابھی ان کے عذاب کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔“

ان دانوں کو زمین سے اُگانے والا خدا ہے

اَفَرءَیْتُمْ مَّا تَحْنُوْنَ ۝ ؕ اَنْتُمْ تَرْحَمُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ الذَّارِعُوْنَ ۝

”اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ بڑے ہو، اُسے تم ہی اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں۔“

زراعت کا اسلامی طریقہ

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب تم زراعت کا ارادہ کرو تو اپنی مٹھی میں بیج اٹھاؤ اور قبلہ رخ ہو جاؤ اور ان آیات اَفَرءَیْتُمْ مَّا تَحْنُوْنَ ۝ ؕ اَنْتُمْ تَرْحَمُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ الذَّارِعُوْنَ تک کی تین دفعہ تلاوت کرو۔ پھر تین مرتبہ کہو: زارع اللہ کی ذات ہے۔ پھر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اَجْعَلْہٗ مُبَارَکًا وَّارْزُقْنَا فِیْہِ السَّلَامَۃَ

”اے میرے اللہ! اسے مبارک بنا اور اس میں ہماری سلامتی کا رزق قرار دے۔“

پھر مٹھی کو کھولو اور دانوں کو زمین میں بودو۔

سندیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: ایک دفعہ بخواسرا تکل جناب موسیٰ کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا: آپؑ ہمارے لیے اللہ سے سوال کریں کہ جب ہم ارادہ کریں تو بارش برس پڑے اور

جب ہم چاہیں تو بارش بند ہو جائے۔ جناب موسیٰ نے اللہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ تمہاری دعا قبول ہے۔ جناب موسیٰ نے اپنی قوم کو خبر دی تو انہیں جو کچھ ملا اُسے زمین میں بونہا کر دیا۔ پھر انہوں نے بارش طلب کی اور خوب بارش ہوئی۔ اس طرح ان کا سلسلہ جاری رہا۔ جب چاہے بارش ہو جاتی اور جب چاہے تو رک جاتی۔ تو ان کی کھیتیاں پہاڑ اور جنگل کی مانند ہو گئیں۔ انہوں نے اپنی فصاحت کو کاٹا اور اُن سے دانے نکالنے کی کوشش کی لیکن انہیں حاصل کچھ نہ ہوا۔ پھر وہ جناب موسیٰ کے پاس آئے اور شکایت کی۔ جناب موسیٰ نے اللہ کے حضور سوال کیا: میری قوم نے یہ شکایت کی ہے کہ انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے بنو اسرائیل کا رزق مقرر کر دیا تھا لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے جو کچھ انہوں نے چاہا تھا تو اس کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ اب انہوں نے دیکھ لیا ہے کہ انہیں کیا حاصل ہوا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے: جب تم کوئی پودا لگانا چاہو تو ہر دانے پر پڑھو: سبحانہ الباعث الوارث۔ اگر اللہ نے چاہا تو نقصان نہیں ہوگا۔

مجمع البیان میں آیا ہے کہ تم یہ نہ کہو: نہ رعت بلکہ کہو: حرثت کیونکہ زارع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝۱۵۰ اِنَّا لَمُعْرِضُونَ ۝۱۵۱
 بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝۱۵۲ اَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝۱۵۳
 ؕ اَآَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۝۱۵۴ لَوْ نَشَاءُ
 لَجَعَلْنَاهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝۱۵۵ اَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي
 تُورُونَ ۝۱۵۶ ؕ اَآَنْتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۝۱۵۷
 نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ۝۱۵۸ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ
 الْعَظِيمِ ۝۱۵۹ فَلَا اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝۱۶۰ وَاِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّو
 تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝۱۶۱ اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝۱۶۲ فِیْ كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝۱۶۳ لَا

يَمْسُهُ إِلَّا الْمَطْهُرُونَ ﴿٥٠﴾ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٥١﴾

”اگر ہم چاہیں تو اُسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرانی و پریشانی میں باتیں بناتے ہی رہ جاؤ۔ تو کیا ہم پر تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم بالکل بے نصیب ہی رہ گئے۔ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو اُسے بادلوں سے کیا تم برساتے ہو یا اس کے برہانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے کڑوا بنا دیں۔ پھر تم شکرگزاری سے کیوں کام نہیں لیتے۔

اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم روشن کرتے ہو؟ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اُس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اُسے یاد دہانی کا ذریعہ اور ضرورت مندوں کے لیے سامانِ زیست بنایا ہے۔ پس اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔

پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے (ڈوبنے کے) مقامات کی اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے کہ یہ قرآن بڑی عزت والا ہے۔ جو ایک پوشیدہ کتاب کے اندر ہے۔ جسے صرف پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوس سکتا۔ یہ عالمین کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔“

یہ پانی اور آگ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں

وَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمْوَا مِنَ الْمُنْزِلِ اَمْ نَخُنُ الْمُنْزِلُونَ ﴿٥٢﴾

”اُسے بادلوں سے کیا تم برساتے ہو یا اُس کے برہانے والے ہم ہیں۔“

خداوند تعالیٰ نے اپنی پانی جیسی نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے کہ دیکھو اس کا برساتا بھی میری قدرت میں ہے، کوئی ہے جو

اُسے بادلوں سے اُتار کر لے آئے۔

تفسیر حق میں ہے: پانی کو بادل سے نازل کیا۔

نَخُنُ جَعَلْنَاهَا تَدْكِرًا وَ مَتَاعًا لِّلْمَشْقُوِينَ ﴿٥٣﴾

”ہم نے ہی اُسے یاد دہانی کا ذریعہ اور ضرورت مندوں کے لیے سامانِ زیست بنایا ہے۔“

یعنی اس دنیا کی آگ قصص آخرت کی آگ کی یاد دلائے گی اور پھر اس آگ سے انسان اپنی ضرورتوں کو پیدا کرتا ہے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا ستر حواں حصہ ہے۔ پھر اسے دو
مرتبہ پانی میں بجھایا گیا۔ پھر یہ استعمال کے قابل ہوئی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کوئی بھی آدمی اس کو نہ بجھا سکتا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

”پس اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔“

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں آیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
اب رکوع میں بھی تسبیح پڑھو۔

روضہ شمس

جویریہ بن مسمر سے روایت ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کے لیے روضہ شمس ہوا تھا تو آپؐ نے جویریہ سے فرمایا:
اے جویریہ! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے عظیم اسم کے توسل سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے سورج کو پلٹا دیا۔

فَلَا أَقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ۝

”پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے (ڈوبنے کے) مقامات کی۔“

تفسیر فی میں روایت نقل ہوئی ہے: یہاں اس آیت میں لفظی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ذائدہ ہے اور تاکید کے لیے
آیا ہے، یعنی مجھے ستاروں کے مواقع کی قسم!

فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝

”جو ایک پوشیدہ کتاب کے اندر ہے۔“

عبدالرحیم القصیر سے روایت ہے کہ جب میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ن وَالْقَلَمِ کے بارے میں پوچھا
تو آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے علم جنت کے درخت سے پیدا کیا اور اُس جنت کو خالد کہا گیا ہے۔ پھر جنت کی نمر سے کہا گیا: توسیای

بن جا، تو وہ سیاہی بن گئی، اور برف سے بھی زیادہ سفید ہو گئی اور شہد سے زیادہ شیریں ہو گئی۔

پھر قلم سے فرمایا: تو لکھ! تو اُس نے کہا:

اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اُسے کہا گیا: جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اُسے لکھ۔

قلم نے رقیق جلد پر لکھا، جو چاندی سے بھی زیادہ سفید تھی اور یا قوت سے بھی زیادہ شفاف تھی۔ پھر اُسے لپیٹ لیا گیا اور عرش کے رکن میں رکھ دیا گیا۔ پھر قلم کے منہ پر ہر لگا دی گئی تاکہ وہ کبھی بول نہ سکے یہی وہ کتاب کھنوں ہے۔



سُورَةُ الْحَدِيدِ

سورة الحديد مدينة آياتها ۲۹ و رکوعاتها ۴
 ”سورة حديد مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔“

سورۂ حدید کے مضامین و مطالب

اس سورہ کی ابتدائی آیات میں توحید اور اس کی صفات کے بارے میں مدلل بحث ہے۔ اس سورہ کے دوسرے حصہ میں قرآن مجید سے متعلق بحث ہے اور اس نورانی کے بارے میں گفتگو ہے، جو شرک کی تاریکیوں میں چمکا۔ تیسرے حصہ میں قیامت کے روز جو مومنین اور منافقین کی کیفیات ہوں گی، ان کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھے حصہ میں قبول ایمان کی دعوت دی گئی ہے اور شرک سے دُور رہنے کی بات کی گئی ہے۔ اس حصہ میں گزشتہ اقوام کے کافروں کے احوال موجود ہیں۔

پانچویں حصہ میں اتفاق فی سبیل اللہ کی تاکید کی گئی ہے۔
چھٹے حصہ میں اجتماعی عدالت پر بحث کی گئی ہے۔
آخر میں رہبانیت کے مسئلہ کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ حدید کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
جو شخص نماز فریضہ میں ہمیشہ سورۂ حدید اور سورۂ مجادلہ پڑھا کرے تو اس کی موت تک اللہ اُسے کوئی سزا نہیں دے گا اور وہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال میں کبھی کوئی بُرائی نہیں دیکھے گا۔
مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو آدمی سورۂ حدید کے پڑھنے کا معمول بنائے تو اُس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے، جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے۔

ایک اور حدیث جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے سونے سے قلم مسجات کی تلاوت فرماتے تھے۔

مستحیات وہ سورتیں ہیں جو سبح اللہ یا یسبح اللہ سے شروع ہوتی ہیں اور وہ پانچ ہیں: سورۃ حدید، حشر، صف، جمعہ اور لقمان۔

آپؐ نے فرمایا: ان میں سے ایک ایسی آیت ہے، جو ہزار آجوں سے افضل ہے۔

ایک اور حدیث حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

جو شخص مستحیات کی تلاوت کرے گا تو وہ اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھے گا جب تک حضرت مہدی علیہ السلام کا ظہور

نہ ہو جائے۔ اگر وہ اس سے قبل اس دنیا سے چلا بھی گیا تو دوسرے جہان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسایہ ہوگا۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ① لَهُ
 مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ ② هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي
 سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ
 وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ
 مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④ لَهُ مُلْكُ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ⑤ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ
 فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ
 الصُّدُورِ ⑥ اٰمِنُوۤا بِاللّٰهِ وَرَاسُوۤلِهٖ ۚ وَاٰنْفِقُوۤا مِمَّا جَعَلَكُمْ
 مُّسْتَخْلَفِيۡنَ فِيْهِ ۚ فَاَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۤا مِنْكُمْ وَاٰنْفَقُوۤا لَهُمْ اَجْرٌ
 كَثِيْرٌ ۚ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوۡكُمْ

لْتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ هُوَ
الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى
النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي
مَنْكُم مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلٍ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً
مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَتْلُوا ۚ وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا
حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ ۚ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ
الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ
آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ
فَالْتَبِسُوا نُورًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ۚ بَاطِنُهُ فِيهِ
الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ
مَعَكُمْ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

وَعَرَّيْتُمْ الْأَمَانِي حَتَّى جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝
 فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَا أُولَئِكَ
 الْثَّامِرُ ۚ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝
 أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا
 أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۚ وَلَا يَكُونُوا
 كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ
 قُلُوبُهُمْ ۚ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن درحیم ہے

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ زبردست اور
 حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کے لیے ہے۔ وہی زندگی بھی دیتا ہے
 اور موت بھی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وہی پہلے ہے اور وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے
 والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو جسے دن میں پیدا کیا پھر عرش پر غالب
 ہوا اور وہ اُسے بھی جانتا ہے، جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور اُسے بھی، جو اُس سے باہر
 آتا ہے اور اُسے بھی جانتا ہے، جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اس کی طرف چڑھتا
 ہے تم جہاں بھی ہو، وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو، وہ اُسے دیکھ رہا ہے۔
 آسمانوں اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے اور تمام امور اُسی کی طرف پہنچائے جاتے ہیں۔
 وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور وہ دلوں کے رازوں کو خوب جانتا
 ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اُس مال میں سے (اس کے راستے میں)

خرچ کرو، جس میں اُس نے تمہیں دوسروں کا جائشیں بتایا ہے۔ پس تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے اور خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے ہو حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے۔ اگر تمہیں یقین ہو وہ تو تم سے مضبوط عہد بھی لے چکا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں امداد و مدد سے نور کی طرف لے جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر مہربان و رحیم ہے۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم اللہ کے راستے پر خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمین کی میراث کا مالک صرف اللہ ہی ہے۔ تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے قبل انفاق کیا ہے، وہ بہتر ہیں۔ وہ ان سے بلند مقام رکھتے ہیں، جنہوں نے فتح کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے۔ وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ درجے میں اُن سے بڑھ کر ہیں، جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ ہاں! بھلائی اور نیکی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا اُن سب سے ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اُسے وہ خوب جانتا ہے۔

کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسد دے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اُس کے لیے بہترین اجر ہے۔ جس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف تیزی سے چل رہا ہوگا (اُن سے کہا جائے گا) آج تمہارے لیے جنت کے ایسے باغوں کی بشارت ہو، جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بہترین کامیابی ہے۔

اُس دن منافق مرد اور منافق عورت مومنین سے کہیں گے: ہماری طرف نظر کرو تاکہ ہم تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو اُن سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو تو اُس وقت اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی، جس میں

دروازہ بھی ہوگا اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ وہ (منافق) اہل ایمان کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں تھے! لیکن تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اور انتظار ہی میں رہے اور شک و شبہ میں مبتلا رہے اور تمہیں تمہاری فضول خواہشات نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم آ پہنچا اور تمہیں دھوکا دینے والے نے دھوکے میں ہی رکھا۔ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان سے جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی تمہارے لیے اوتی ہے اور کیا ہی وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ کیا اب تک ایمان لانے والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکرِ خدا سے اور جو حق نازل ہو چکا ہے، اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں، جنہیں ان سے قبل کتاب دی گئی تھی۔ پھر جب ان پر ایک طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔“

گہری فکر رکھنے والے

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں، ان کی معرفت سے انسان اپنے رب تک پہنچ سکتا ہے اور جب صاحبانِ نظر و فکر اس میں جس قدر غور و فکر کرتے ہیں تو اس قدر انہیں گوہرِ آبدار حاصل ہوتے ہیں۔

عاصم بن حمید سے روایت ہے: جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں کچھ قومیں آئیں گی، جو مسائل میں غور و فکر سے کام لیں گی۔ اس لیے اللہ نے سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور سورہ حدید کی ابتدائی آیات علیم بذات الصدور تک نازل فرمائیں۔ پس جو شخص اس سے ہٹ کر کسی اور چیز کا طالب ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ①

”تمام موجودات عالم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کی ذات پاک و پاکیزہ ہے اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور اُسے موجودات عالم پر تسلط حاصل ہے اور وہ ہر چیز پر محیط ہے۔“

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

”وہی پہلے ہے اور وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔“

جب مصوم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کے بعد ہے اور وہ جو کچھ سینوں کے اندر ہے، یعنی دل میں ہے، اُسے بھی خوب جانتا ہے۔
عبداللہ بن منصور نے جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

موجودات عالم میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی ابتداء نہ ہو، جس میں تغیر نہ ہو، جس میں زوال نہ ہو۔ چیزیں اپنے رنگ بدلتی ہیں، اپنے حالات و احوال بدلتی ہیں۔ ایک صفت کو چھوڑ کر دوسری صفت سے متصف ہو جاتی ہیں۔ کبھی اُن میں اضافہ ہوتا ہے اور کبھی نقصان اور کبھی نقص سے اضافہ کی طرف بڑھتی ہیں لیکن عالمین کا پروردگار ان تمام حالات و صفات سے پاک و پاکیزہ ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی ایک ہی حالت ہے۔ وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز کے بعد ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، جس طرح کہ انسان میں تغیر و تبدل آتا ہے۔ انسان اپنے آغاز میں مٹی تھا، پھر وہ گوشت میں بدلا، پھر خون اور ایک وقت آیا کہ صرف اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ اس طرح کجور کا حال ہے وہ بھی اپنی حالتیں بدلتی ہے۔ کبھی وہ بُر ہے تو کب رطب ہے اور کبھی خشک ہو کر کجور بن گئی لیکن خداوند تعالیٰ ان حالات سے پاک و پاکیزہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: ایک یہودی عالم حضرت امام علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین!

تیرا رب کب سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، وہ کب سے نہیں تھا۔ میرا رب تو اس وقت تھا کہ ابھی ”قل“ ہی نہ تھا، اور ہر بعد کے بعد رہے گا۔ اس کی غایت ہے اور نہ اس کی انتہا ہے۔ تمام غایات کی انتہا وہی ہے۔ اُس یہودی نے کہا: کیا آپ نبی ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: افسوس ہے: انا عبد من عبید محمدؐ ”میں اپنے نبی کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔“
جب آپؐ سے یہ پوچھا گیا کہ جب زمین و آسمان کی تخلیق نہیں ہوئی تھی تو اس وقت ہمارا رب کہاں تھا؟
آپؐ نے فرمایا: تمہارا یہ سوال ہی غلط ہے، اللہ تعالیٰ کن وہ مکان کا محتاج نہیں ہے۔
حضرت امام حسن علیہ السلام نے توحید کے بارے میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذي لم يكن فيه اول معلوم والاخر متناه ولا قبل مدرك ولا بعد محدود، فلا تدرك العقول اوهامها ولا الفكر خطراتها ولا الالباب واذنانها صفتها فتقول، متى ولا بدع مبادع ولا ظاهر على ما؟ ولا باطن فيما؟
”حمد ہے اس خدا کے لیے جس کی ابتداء معلوم نہیں اور نہ اس کی انتہا محدود ہے، عقل و فہم اور فکر و خرد کبھی اس کی صفات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت سے ہے اور کس سے اس کی ابتدا ہوئی اور کس چیز پر ظاہر ہوا اور کس میں پوشیدہ ہے؟“

قدرت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ الخ
”وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر غالب ہوا..... الخ۔“
یہ آیت مع تفسیر چند مقامات پر گزر چکی ہے۔ سورہ اعراف آیت ۵۴ کی بحث میں مکمل وضاحت کی جا چکی ہے کہ جیسے دنوں سے مراد کیا ہے؟ عرش پر حکم اور غالب آنے کا کیا مفہوم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسمانی طور پر تو ممکن نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ جسم و جسمانیات سے مبرا و منزہ ہے۔

فتح مکہ سے قبل اسلام لانے والے عظیم درجات رکھتے ہیں

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ آمَنَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدِ وَ قَتَلُوا
”تم لوگوں میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے قبل انفاق کیا ہے، وہ بہتر ہیں۔ وہ ان سے بلند مقام رکھتے ہیں، جنہوں نے فتح کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے۔“

فتح مکہ سے قبل اسلام کمزور تھا، مسلمانوں کی تعداد کم تھی، حالات سخت تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی بڑھ چڑھنے میں تھی، مال و جان خرچ کرنے سے کسی دنیوی فائدہ کی امید نہ تھی۔ جب مکہ فتح ہوا، اسلام طاقتور ہو گیا، اب جان و مال خرچ کرنے سے آخروی اور اس سے قبل دنیوی فوائد کی توقع بھی تھی۔ اس لحاظ سے فتح مکہ سے قبل اسلام لانے والوں کا درجہ بہت بلند ہے اور ان کے مقابلے میں دوسروں کا پست ہے۔

میون اخبار میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرے بیٹے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک مرد خروج کرے گا، اس کا نام امیر المومنین کا نام ہوگا، وہ خراسان میں طوس کی طرف سفر کرے گا اور وہاں زہر سے شہید کر دیا جائے گا اور وہاں مسافرت میں دفن ہوگا جس نے اس کے حق کو پہچان کر اس کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ اُسے فتح مکہ سے قبل والے مسلمانوں کا اجر عطا کرے گا۔

ایمان اور انفاق، انسانی خوش بختی کے دو عظیم سرمائے

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ وَلَةَ أَجْرًا كَرِيمًا ۝

”کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسد دے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے بڑھاتا چلا جائے اور اُس کے لیے بہترین اجر ہے۔“

اصول کافی میں روایت ہے کہ جب امام علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: نزالت فی صلہ الامام، یہ آیت امام کو ہدیہ دینے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنے بندوں سے کسی احتیاج کی بنا پر قرض کا مطالبہ نہیں کیا جو خدا کے حقوق ہیں، وہ اس کے ولی اور نمائندہ کے لیے ہیں۔

خصال صدوق میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے بندوں کو دنیا عطا کی ہے تاکہ اُسے کئی گنا کروں جو آدمی مجھے قرض دے گا تو میں اُسے دس گنا سے ستر گنا زیادہ عطا کروں گا۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے، آپؑ فرماتے ہیں:

وانفقوا موالکم وخذوا من اجسادکم تجودوا بها علی انفسکم ولا تبخلوا بها عنہا،

فقد قال سبحانه (من الذي يقرض الله قرضاً حسناً فيضاعفه له وله اجر كريم)
واستقرضكم وله خزائن السموات والارض وهو الغني الحميد وانما اراد ان
يبلوكم ايكم احسن عملاً

”اپنے مال کو اسی کی راہ میں خرچ کرو، اپنے جسموں کو اپنے نفسوں پر قربان کر دو اور اُن سے نکل نہ
برو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت
قدم رکھے گا اور پھر فرمایا: کون ہے جو اللہ کو قرض حسد دے تو اللہ اس کے اجر کو دوگنا کر دے گا اور
اس کے لیے عمدہ ترین جزا ہے، خدا نے کسی کمزوری کی بنا پر تم سے مدد نہیں مانگی اور نہ بے مانگی کی
وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے۔ اُس نے تم سے مدد چاہی ہے باوجودیکہ اس کے پاس آسمان و
زمین کے خزانے ہیں اور وہ بے نیاز و لائق حمد و ثناء ہے۔ اُس نے چاہا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں
اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔“ (نسخ البلاغہ، خطبہ ۱۸۱)

اللہ کے راستے میں انفاق کی شرائط

تفسیر مجمع البیان میں محققین نے قرض حسد کی شرائط بیان کی ہیں، وہ شرائط دس ہیں:

- ۱۔ مال کے بہترین حصہ میں سے اس کا انتخاب ہو۔
- ۲۔ ایسے اموال میں سے ہو، جس کی انسان کو ضرورت ہو۔
- ۳۔ ایسے لوگوں پر انفاق کرو جنہیں شدید ضرورت لاحق ہو۔
- ۴۔ انفاق اگر پوشیدہ طور پر ہو تو سب سے بہتر ہے۔
- ۵۔ کسی طرح کا احسان جتنا اور آزاد پہنچانا، اس کے ساتھ نہ ہو۔
- ۶۔ انفاق اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ کیا جائے۔
- ۷۔ جو کچھ خرچ کرو اُسے کمتر خیال کرو، خواہ وہ بظاہر بہت بڑا ہو۔
- ۸۔ انفاق ایسے مال میں سے ہو، جو بہت محبوب ہو۔
- ۹۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو بھی اپنے مال کا حقیقی مالک تصور نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو اپنے خالق اور اس کی

خلوق کے درمیان واسطہ سمجھے۔

◆ اتفاق مال حلال میں سے ہونا چاہیے۔

مومنین کے اوصاف

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ الخ
”جس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں
طرف چل رہا ہوگا۔“

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اتباع کرنے والوں کے
بارے میں فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۚ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي
الْأَنْبِيَاءِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ۚ (سورہ فتح: ۲۹)

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر سخت گیر ہیں اور آپس
میں مہربان ہیں۔ آپ انھیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے
طلب گار ہیں۔ سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی
اوصاف تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ہیں۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

يَوْمَ لَا يَخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۚ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
”اُس دن اللہ اپنے نبی کو رسوا کرے گا اور نہ اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان کا
نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔“ (سورہ تحریم: ۸)

مومنین کی سات خوبیاں

کتاب خصال میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک روز میں بارگاہ نبوت میں حاضر تھا کہ اچانک

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے ابوالحسن! کیا میں آپ کو خوشخبری سناؤں؟

حضرت امام علی علیہ السلام نے عرض کیا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرئیل امین ہیں اور مجھے اللہ کی طرف سے خوشخبری دے رہے ہیں کہ اللہ نے آپ کے دوستوں کو سات خوبیاں عطا کی ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱ موت کے وقت آسانی

۲ وحشت کے وقت انس

۳ تاریکی و ظلمت میں نور و روشنائی

۴ خوف کے موقع پر امن

۵ میزانِ عمل کے موقع پر عدل و انصاف

۶ نیک صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جانا

۷ دیگر لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہونا۔ اس حالت میں کہ ان کے نور اُن کے سامنے اور دائیں جانب سہی کر رہے ہوں گے۔

تفسیر فی میں منقول ہے: قیامت کے دن نور تقسیم ہوگا۔ جس کسی کا جتنا ایمان ہوگا اس قدر اُسے نور ملے گا۔ منافقین کو بھی نور ملے گا۔ ان کے ہائیں اگلوٹھے میں سے معمولی سا نور لٹکے گا۔ وہ اپنے نور کو دیکھے گا اور مومنین سے کہے گا: اپنے نور میں سے کچھ نور اُسے دے دیا جائے تو اُس وقت اُن سے مومنین کہیں گے:

اٰرْجِعُوْا وَاَرَاۤءَکُمْ فَانْتَوَسُوْا نُوْرًا

”تم واپس پیچھے کی طرف پلٹ جاؤ اور نور کو تلاش کرو۔“

پھر ان کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی، جس میں دروازہ ہوگا اور وہ اُس دیوار کے پیچھے سے مومنین کو یہ دعا دیں گے:

اَلَمْ نَنْتُنْکُمْ مَّعَکُمْ ”کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے“ تو وہ کہیں گے: بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَنَسَکُمْ اَنْفُسَکُمْ ”جی ہاں! لیکن تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا۔“

اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ
 لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ الْمَصْدِيقِينَ وَالْمَصْدِيقَتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ
 قَرْضًا حَسَنًا يُّضَعْفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا
 بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۚ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
 لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
 أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٧﴾ اَعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ
 وَلَهُمْ زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۚ
 كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
 يَكُونُ حُطَامًا ۚ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ
 وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ الْغُرُورِ ﴿٨﴾ سَابِقُوا
 إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ
 وَالْأَرْضِ ۚ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ
 اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٩﴾ مَا أَصَابَ
 مَن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ
 أَنْ تَبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٠﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا

فَاتَّكُمُ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ
فَخُورٍ ۝٣٣ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۚ وَمَنْ
يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝٣٤ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا
بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ
بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ
وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ
عَزِيزٌ ۝٣٥ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا
النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ ۚ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝٣٦ ثُمَّ
تَقَيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاتَيْنَاهُ
الْإِنْجِيلَ ۚ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۚ
وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانٍ
اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ
أَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝٣٧ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا
اللَّهَ وَآمِنُوا بِرُسُلِهِ يُؤْتِكُمْ كُفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ
نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝٣٨ لَئِلاَّ

يَعْلَمَ أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ
الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

”یقین کرو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے اپنی آیات تمہارے لیے بیان کی ہیں شاید تم سمجھ لو۔ صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور جو اللہ کو قرض حسنہ دیں، اُن کے لیے وہ رقم کئی گنا ہو جائے گی اور اُن کے لیے پسندیدہ اجر و ثواب ہے۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر جو ایمان رکھتے ہیں۔ وہی لوگ صدیقین اور شہدا ہیں۔ ان کے (اعمال) کا اجر اور ان کا نور اُن کے لیے ہے اور جو لوگ کافر ہو گئے اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔

جان لو! دنیاوی زندگی صرف کھیل تماشا، زینت اور آپس میں تفاخر ہے اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے تئیں زیادہ بتلانا ہے، جس طرح بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو بہتر معلوم ہوتی ہے اور پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو وہ زرد رنگ کی دکھائی دینے لگتی ہے۔ پھر وہ خشک بھوسہ کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ آخرت میں سخت عذاب ہے۔ خدا کی مغفرت اور رضا ہے۔ بہر حال دنیاوی زندگی متاع غرور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرو۔ اپنے پروردگار کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے اور اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دیتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔

کوئی مصیبت زمین پر اور تم پر نہیں آتی مگر یہ اس کے پیدا کرنے سے قبل وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ اللہ کے لیے یقیناً یہ آسان ہے، تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر

رنجیدہ خاطر نہ ہو جایا کرو، اور جو چیز تم لوگوں کو عطا ہو اس پر اترایا نہ کرو، اللہ اترانے والے، فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو خود بھی بخل کریں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیں جو بھی رُک گردانی کرے تو اللہ یقیناً بڑا بے نیاز اور حمد و ثنا کے لائق ہے۔

یقیناً ہم نے اپنے نبیوں کو واضح دلیلیں دے کر بھیجا ہے اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں اور ہم نے لوہے کو اُتارا جس میں بہت زیادہ طاقت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اُس کے رسولوں کی نصرت بن دیکھے کون کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا ہے اور غالب آنے والا ہے۔ بے شک ہم نے نورح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی ہے تو ان میں سے کچھ ہدایت یافتہ ہوئے اور اُن میں سے بہت فاسق ہو گئے۔ پھر ہم نے اُن کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ان سب کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور انہیں ہم نے انجیل عطا کی اور جنھوں نے اُن کی پیروی کی اُن کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا ہے اور رہبانیت کو تو انھوں نے خود ہی ایجاد کر لیا۔ ہم نے اُن پر رہبانیت کو واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی رضا کے حصول کے، سو انھوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔ پھر بھی ہم نے اُن میں سے جو ایمان لائے تھے، انھیں ان کا اجر دیا۔ اُن میں سے زیادہ تر لوگ فاسق ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دُور ہر احسن عطا کرے گا اور تمہیں وہ نواز دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔

یہ اس لیے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل میں اُن کا کچھ بھی اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٥٠﴾

”یقین کرو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے اپنی آیات تمہارے لیے بیان کی ہیں شاید تم سمجھ لو۔“

کتاب کمال الدین وقام الصمدۃ میں منقول ہے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قائم کے ذریعے اپنی زمین کو زندہ کرے گا کیونکہ زمین کے رہنے والے کافر ہو چکے ہوں گے اور کافر اللہ کے نزدیک مردہ ہوتا ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہم میں سے بارہ مہدی ہیں۔ ان کے اول امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور آخری جو نویں نمبر پر ہیں، وہ قائم بالحق ہیں کہ اُن کے ذریعے اللہ اپنی زمین کو زندہ فرمائے گا حالانکہ وہ اس سے قبل مر چکی ہوگی، اور الٰہی دین تمام ادیان پر غالب آ جائے گا اگرچہ مشرکین ناپسند بھی کریں۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: زمین کے زندہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی اس لیے اُسے زمین کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب اُسے عدل سے بھر دیا جائے گا تو یہ کیفیت اس کی زندگی ہوگی۔

صدیقین و شہداء

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ

وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾

”اللہ اور اُس کے رسولؐ پر جو ایمان رکھتے ہیں، وہی لوگ صدیقین اور شہداء ہیں۔ ان کے اعمال کا اجر

اور ان کا نور ان کے لیے ہے اور جو لوگ کافر ہو گئے اور انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔“

کتاب خصال میں جناب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے:

ہمارا دوست جو گناہوں میں مبتلا ہوگا جب اس پر موت آئے گی تو دورانِ موت اس پر سختی کر دی جاتی ہے تاکہ وہ سختی

اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے یا اس کے علاوہ اپنے اموال یا اولاد کے ذریعے آزمایا جاتا ہے تاکہ جب وہ اپنے اللہ سے

ملاقات کرے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہو۔ کیونکہ جو ہمارا دوست ہے وہ شہید ہوتا ہے یا صدیق۔ وہ ہمارے امور کی تصدیق کرنے والا ہوتا ہے اور وہ ہمارے لیے ہی محبت کرتا ہے اور ہماری وجہ سے وہ بخش رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارا دوست یہود باللہ و برسولہ کا مصداق ہوتا ہے اور پھر آپؐ نے اسی آیت کریمہ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ..... الخ کی تلاوت فرمائی۔

نباء عظیم اور صدیق اکبر میں ہوں

اصول کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام علیؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

وانی النباء العظیم والصدیق الاکبر

”سب سے بڑی خبر میں ہوں اور صدیق اکبر بھی میں ہوں۔“

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے ماننے والوں سے کہا جاتا ہے کہ تم پاک و پاکیزہ ہو اور تمہاری عورتیں بھی پاک و پاکیزہ ہیں۔ ہر مومنہ عورت خوراحین ہے اور ہر مومن صدیق ہے۔“

عیاشی نے روایت کی ہے: منہال قصاب نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے حضور عرض کیا: آپؑ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ان المؤمن شہید ”مومن شہید مرتا ہے۔ پھر آپؑ نے مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ہمارا دوست جب مرتا ہے تو اُسے شہید لکھ دیا جاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر وہ بستر کی موت مر جائے تو پھر بھی وہ شہید ہے؟ آپؑ نے فرمایا: بخدا! پھر بھی وہ شہید ہے اور وہ اپنے پروردگار کے ہاں رزق کھاتا ہے۔

علیؑ قسیم النار والجنة

امالی شیخ الطائفہ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ⑤ (مائدہ: ۹) کے بارے میں سوال کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو آپؐ نے فرمایا:

قیامت کا دن ہوگا تو اُس وقت نورائیں کا پرچم لایا جائے گا۔ منادی ندا کرے گا: سیدالمؤمنین اور ان کے ساتھی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بھشت کے وقت ایمان قبول کیا تھا، وہ کھڑے ہو جائیں۔ اُس وقت امیرالمؤمنین حضرت

اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نُنْزِلَ آهَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٥٠﴾

”کوئی مصیبت زمین پر اور تم پر نہیں آتی مگر یہ اس کے پیدا کرنے سے قبل وہ ایک کتاب میں لکھی ہوتی ہے۔ اللہ کے لیے یقیناً یہ آسان ہے۔“

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں کتاب علل الشرائع میں روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

رحم کے اندر دو لطفے آپس میں ملتے ہیں، ان میں جو زیادہ ہوا، کچھ اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اگر عورت کا نطفہ زیادہ ہو تو کچھ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا۔ اگر مرد کا نطفہ زیادہ ہو تو کچھ اپنے چچاؤں سے مشابہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ نطفہ رحم میں چالیس دن تک اپنی حالت کو بدلتا رہتا ہے۔ اب اگر کوئی چاہے تو اس چالیس دن کے اندر خلق ہونے سے پہلے دعا مانگ لے تو اللہ رحم کے فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اُسے اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے: اے پروردگار! یہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، اس کی طرف وحی کرتا ہے فرشتہ اُسے لکھ دیتا ہے۔

اس کے بعد عرض کرتا ہے: پروردگار! اس کا رزق کتنا ہوگا اور اس کی عمر کتنی ہوگی؟ پھر وہ فرشتہ اس کے تمام مقدرات جو اس کو اس دنیا میں ملنے والے ہیں اس کے ماتھے پر لکھ دیتا ہے اور پھر اُسے واپس لاتا ہے اور رحم میں ڈال دیتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي الْخ

أصول کافی میں حدیث ہے: جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو یزید لعین کی مجلس میں ایسی حالت میں لے جایا گیا کہ آپ اُس وقت زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے تو یزید نے امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے سورۃ شوریٰ کی یہ آیت پڑھی: وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (شوریٰ: ۳۰)

اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ خاندانِ رسالت کے مصائب خود ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح وہ امام علیہ السلام کے دل پر زخم لگانا چاہتا تھا لیکن امام علیہ السلام نے خود اس کے کلام کی تردید کرتے ہوئے یہ فرمایا:

كَلَّا مَا نَزَّلَتْ هَذِهِ فِينَا إِنَّمَا نَزَّلَتْ فِينَا..... مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نُنْزِلَ آهَهَا

یہ آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ ہمارے بارے میں ایک اور آیت نازل ہوئی ہے جو یہ ہے کہ جو مصیبت بھی تمہارے وجود میں یا زمین پر پڑتی ہے تمہاری تخلیق سے قبل لوح محفوظ میں ثبت ہے۔

زُہد

يَكْنِيْلَا تَأْسُوا عَلَىٰ مَا قَاتَلْتُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ
”تا کہ تم اپنے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جاؤ اور جو چیز تم لوگوں کو عطا ہو، اس پر اترایا نہ کرو۔ اللہ اترانے والے فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا۔“

حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں: زُہد کی حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں زُہد کی حدود بتائی ہیں: يَكْنِيْلَا تَأْسُوا عَلَىٰ الخ جناب امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے، آپؑ نے فرمایا:

لوگوں کی تین اقسام ہیں: ۱) زاہد ۲) راغب ۳) صابر۔ زاہد وہ ہے، جو اپنے دل سے ہر کم کے خون اور مسرت کو نکال دے۔ وہ دنیا کی کسی چیز پر نہ خوش ہو اور اس کے فقدان پر پریشان نہ ہو۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعَةٌ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ
إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ

”یقیناً ہم نے اپنے نبیوں کو واضح دلیلیں دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تا کہ لوگ عدل قائم کریں اور ہم نے لوہے کو اتارا، جس میں بہت زیادہ طاقت ہے اور لوگوں کے لیے فائدہ ہے ہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اُس کے رسولوں کی نصرت مَن دیکھے کون کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا ہے اور غالب آنے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی تین چیزیں لے کر آیا: ۱) بیانات ۲) کتاب اور ۳) میزان۔

یہ تمام چیزیں نبیوں اور رسولوںؐ کی صداقت اور حقانیت کی دلیل ہیں۔ اور جہاں تک اَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ کا مفہوم ہے

وہ یہ ہے یہاں نازل ہونے سے مراد حقیق ہے کہ ہم نے لوہے کو پیدا کیا۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے چار برکتیں زمین پر نازل کیں: ۱۔ لوہا ۲۔ آگ ۳۔ پانی ۴۔ نمک۔

عزت اور اُمت میں فرق

حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامون عباسی کے دربار میں تشریف فرما تھے تو جب عزت اور اُمت کی بات ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ وراعت و طہارت مصطفیٰ اور ہدایت یافتہ افراد کے لیے مخصوص ہے اور دوسروں کے لیے نہیں ہے۔

علماء نے کہا: آپؑ کے اس قول کی بنیاد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: قرآن مجید کی آیت ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۷۱﴾

”اور یقیناً ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی ذریت میں نبوت،

کتاب کو رکھا، پس ان میں کچھ ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں سے زیادہ فاسقین ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے وراعت و نبوت کے لیے ہدایت یافتہ افراد کا انتخاب کیا اور فاسقین کو اس سے محروم رکھا۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ جب نوحؑ کا نافرمان بیٹا غرق ہونے لگا تو نبیؑ نے اس کی نجات کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ مِنْ اَهْلِ وَاۡنْ وَعَدْتَ الْحَقَّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ (ہود: ۷۵)

”پروردگارا بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تو احکم الحاکمین ہے۔“

یہ الفاظ حضرت نوح علیہ السلام نے اس لیے کہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے اور اس کے اہل کو طوفان سے نجات دے گا۔ اس لیے انہوں نے خدا کو وعدہ یاد دلایا کہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تھی:

يُؤْمِرُ إِنَّهُ لَيَسَّ مِنْ أَهْلِكَ ۚ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۚ فَلَا تَسْتَلِينَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ
عِلْمٌ ۚ إِنَِّّي آعْطَيْتُكَ أَنْ تَكُونُ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٣٦﴾ (ہود: ۳۶)

”اے نوح! یہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے، یہ عمل غیر صالح ہے، لہذا مجھ سے اس چیز کے بارے
میں سوال نہ کرو، جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمہارا شمار جاہلوں میں نہ
ہو جائے۔“

رہبانیت

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهَا إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ
”اور رہبانیت کو انہوں نے خود ہی ایجاد کر لیا، ہم نے ان پر رہبانیت کو واجب نہیں کیا تھا سوائے
اللہ کی رضا کے حصول کے لیے۔“

رہبانیت کے بارے میں ابن مسعود کی روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھا
کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ رہبانیت کب پیدا ہوئی؟ اُس نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسولؐ بھتر جانتے
ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جبارین کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔ اہل ایمان نے ان کے ساتھ
تین دفعہ جنگ کی لیکن شکست کھائی۔ آخر کار وہ جنگوں میں جا چمپے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے موعود (حضرت محمد ﷺ) کے
ظہور کے انتظار میں پہاڑوں کی قاروں میں عبادت میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے کچھ اپنے دین پر باقی رہے اور بعض
کافر ہو گئے۔

بعد ازیں آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے میری امت کی رہبانیت کیا ہے؟
عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ بھتر جانتے ہیں؟

الهِجْرَةُ وَالْجِهَادُ وَالصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالْحَجُّ وَالْعِمْرَةُ

”میری امت کی رہبانیت ہجرت، جہاد، نماز، روزہ، حج اور عمرہ ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَأَمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا ڈھرا حصہ عطا کرے گا اور تمہیں وہ نور دے گا، جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔“

مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے اس آیت کی وضاحت میں فرمایا: کلمین سے مراد حضرت امام حسن اور امام حسین علیہ السلام ہیں اور نور سے مراد حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

لَيْلًا يَعْلَمُ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنَّهُ يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ قَبْلَ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ - وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾

”یہ اس لیے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل میں اُن کا کچھ بھی اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے مذکورہ بالا آیت کے شان نزول کے بارے میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن طیار کو ستر افراد کے ساتھ ملک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف بھیجا۔ حضرت جعفر طیارؓ نجاشی بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ دعوت قبول کر کے ایمان لے آیا۔ حبشہ سے واپسی کے وقت اس ملک کے چالیس افراد نے جو ایمان لاپچکے تھے۔ حضرت جعفر طیارؓ سے کہا: ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دیں اور اپنا اسلام آپ کے حضور پیش کریں۔ پھر یہ لوگ حضرت جعفر طیارؓ کے ساتھ مدینہ آ گئے۔ جس وقت انھوں نے مسلمانوں کا فخر اور ناداری دیکھی تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہم اپنے ملک میں بہت زیادہ مال و متاع کے مالک ہیں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم اپنے ملک واپس جا کر اپنا مال یہاں لے آئیں اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔ وہ گئے اور اپنا مال لے آئے اور مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی تعریف میں فرمایا:

الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالْكَتَبَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ (سورہ قصص: ۵۲)

”جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی، وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں..... الخ

اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے، جب انھوں نے یہ جملہ جو مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں آیا ہے، سنا: اُولَٰئِكَ يَوْمَئِذٍ أَجْرُهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا۔ ”وہ اپنا اجر اپنے مبر و استقامت کی بنا پر دو مرتبہ حاصل کریں گے۔“ تو وہ

مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا: ”اے مسلمانو! جو شخص تمہاری کتاب اور ہماری کتاب دونوں پر ایمان لائے گا اُسے دُہرا اجر ملے گا اور جو ہماری کتاب پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے تمہاری طرح صرف ایک اجر ہے۔ اس بنا پر تمہارے اپنے اقرار کے مطابق تم ہم پر کوئی فضیلت نہیں رکھتے۔“

یہ وہ مقام تھا کہ جس کے پیش نظر اُپر والی آیات نازل ہوئیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اور اعلان کیا کہ مسلمانوں کو بھی دُگنا اجر ملے گا۔ خدائی نور اور مغفرت کے علاوہ۔ پھر مزید کہا: اہل کتاب یہ جان لیں کہ وہ خدا کے فضل و رحمت میں سے کوئی چیز اپنے ہاتھ میں لینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ بھی ہے کہ جس کسی کی لوطری ہو اور وہ اُسے علم و ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے پھر اُسے آزاد کر دے اور اس کا نکاح کر دے، وہ بھی دُہرے اجر کا مالک ہے۔ آپ کی ایک اور حدیث بھی ہے کہ اہل کتاب میں سے جو آدمی اپنے نبی پر ایمان رکھتا ہو اور پھر محمد ﷺ پر بھی ایمان رکھے تو اس کے لیے دُواجر ہیں۔

سُورَةُ الْمَجَادَلَةِ

سورة المجادلة مدینہ آیاتھا ۲۲ و رکوعاتها ۳

”سورة مجاولہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بائیس آیات اور تین رکوع ہیں۔“

سورۃ مجادلہ کے مضامین

اس سورہ کے تمام مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ① اس کے پہلے حصہ میں ”مسئلہ ظہار“ کے بارے میں گفتگو ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ”ظہار“ سے دائمی ہدائی ہو جاتی تھی۔ اسلام نے اس کی صحیح راہ متعین کی۔
- ② دوسرے حصے میں مجالس کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔
- ③ اس حصے میں بچے مسلمانوں کو گروہ منافقین اور شیاطین میں داخل ہونے سے ڈرایا گیا ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

من قرأ سورة الحديد المجادلة في صلاة فريضة او منها لم يعذبہ اللہ حتی يموت ابدًا ولا یورى فی نفسه ولا اہله سواء ابدًا ولا فصاحة فی بدنه
 ”جو شخص سورۃ حدید اور مجادلہ واجب نمازوں میں پڑھے اور اس کا ورد رکھے تو خدا اس کی پوری زندگی میں اس پر کوئی عذاب نازل نہیں کرے گا اور وہ اپنی ذات میں اور اپنے اہل خانہ میں کوئی بُرائی نہیں دیکھے گا۔ نیز وہ فقر و بد حالی میں گرفتار نہ ہوگا۔“

تفسیر مجمع البیان میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة المجادلة كتب من حزب الله يوم القيامة
 ”جو شخص سورۃ مجادلہ کی تلاوت کرے گا تو روز قیامت وہ حزب اللہ میں شمار ہوگا۔“

○○○

جلد ہفتم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ

وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۖ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ① الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُم مِّنْ نِّسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ ۖ إِنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا آئٍ وَلَدَنَّهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌ غَفُورٌ ② وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَنْ يَتَنَاسَا ۖ ذَلِكُمْ تُوَعِّظُونَ بِهِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَنَاسَا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۖ ذَلِكُمْ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ④ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادِّثُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُتِبُوا كَمَا كُتِبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑤ يَوْمَ

يَبْعَثُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ١ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ٢
وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ٣ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ٤ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ
رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا
أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ٥ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ
الْقِيَامَةِ ٦ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ٧ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا
عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَجَّوْنَ بِالْإِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ ٨ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوكَ بِمَا لَمْ
يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ٩ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا
نَقُولُ ١٠ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ ١١ يَصْلَوْنَهَا ١٢ فَيُئْسَ الْبَصِيرُ ١٣ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَجَّوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَى ١٤ وَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ١٥ إِنَّهَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ١٦ وَعَلَى
اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ١٧ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ

تَفْسَحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَأَفْسَحُوا يَفْسَحَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ
 انْشُرُوا فَاَنْشُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ ۖ وَالَّذِينَ
 اٰتَوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۱۱

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں گنگو کر
 رہی تھی اور اللہ کے حضور شکایت کر رہی تھی اور اللہ آپ دونوں کی گنگو سن رہا تھا، اللہ یقیناً
 بڑا سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں
 تو وہی ہیں جن کے حکم سے وہ پیدا ہوئے یقیناً یہ لوگ ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں اور جھوٹ
 بولتے ہیں اور اللہ یقیناً معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں، اور پھر اپنے قول سے رجوع کریں، انہیں باہمی
 مقاربت سے قبل ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ اس طرح حصص نصیحت کی جاتی ہے اور جو
 کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے خوب باخبر ہے۔

پس وہ جسے غلام نہ ملے وہ باہمی مقاربت سے قبل دو مہینے متواتر روزے رکھے اور جو ایسا نہ
 کر سکے اس کے لیے دو ماہ کے متواتر روزے ہیں، اور جو ایسا بھی نہ کر سکے وہ ساٹھ مسکینوں
 کو کھانا کھلائے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھو، یہ اللہ
 کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ یقینی صورت میں اسی

طرح ذلیل کیے جائیں گے، جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو ذلیل کیا گیا ہے اور بے شک ہم واضح آیات اُتار چکے ہیں اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے۔

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے ہیں مگر اللہ نے انھیں شمار کر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ کبھی تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر یہ کہ اُن کا چوتھا اللہ ہوتا ہے مگر نہ پانچ آدمیوں کی مگر یہ کہ اُن کا چھٹا اللہ ہوتا ہے۔ اور نہ اُس سے کم اور نہ زیادہ کا مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے دن انھیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا۔ اللہ یقیناً ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا، جنھیں سرگوشی کرنے سے روک دیا گیا تھا؟ جس کام سے انھیں روکا گیا تھا وہ پھر اس کا اعادہ کر رہے ہیں اور آپس میں گناہ گاری کی اور ظلم و زیادتی اور نافرمانی پیغمبر کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں۔ جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے آپ سے کہتے ہیں: اللہ ہماری باتوں پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا ہے؟ ان کے لیے جہنم کافی سزا ہے، جس میں وہ جھلسائے جائیں گے، سو وہ برا ٹھکانا ہے۔

اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور ظلم و زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کیا کرو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشیاں کیا کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے۔

مُدی سرگوشیاں تو صرف شیطان کا کام ہے تاکہ مومنین کو رنجیدہ خاطر کرے حالانکہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اہل ایمان کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشاہکی پیدا کرو تو کشاہکی پیدا کر دیا کرو۔ اللہ تمہیں کشاہکی دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو تم کھڑے ہو جاؤ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات کو بلند کرے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے خوب باخبر ہے۔“

زمانہ جاہلیت کا ایک فوج ترین عمل

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَعَاوُرَ كُفْرًا ۖ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ①

”بے شک اللہ نے اُس عورت کی بات سنی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اللہ یقیناً بڑا سنتے والا، دیکھنے والا ہے۔“

بہت سے مفسرین نے اس سورہ کی پہلی آیات کے لیے کئی شانِ فزول نقل کیے ہیں لیکن سبھی کا نفسِ مضمون ایک ہے۔ ایک خاتون جو گروہ انصار سے تعلق رکھتی تھی، جس کا نام خولہ تھا، اس کے شوہر کا نام اوس بن صامت تھا۔ کسی بات پر اُن کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اوس ایک مدحِ مزاج آدمی تھا۔ اُس نے اپنی بیوی سے طبعی کارِ ارادہ کر لیا اور کہا:

أَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي

”تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔“

زمانہ جاہلیت میں یہ ایک طلاق کی قسم تھی لیکن یہ طلاق کچھ اس طرح کی تھی کہ نہ تو اس میں رجوع تھا اور نہ عورت مرد سے آزاد ہو جاتی تھی۔ اُس بعد ازیں سخت پشیمان ہو گیا تو اُس نے اپنی بیوی سے کہا: اب تو مجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ یہ سن کر عورت نے کہا: تو ایسا نہ کہہ۔ تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جا اور اس مشکل کا حل دریافت کر۔ اوس نے کہا: مجھے شرم آتی ہے۔ عورت نے کہا: میں جاتی ہوں۔ وہ عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کے حضور سارا واقعہ بیان کیا کہ اوس میرے شوہر نے مجھ سے شادی کی۔ اُس وقت میرے پاس مال تھا۔ میں جوان بھی تھی اور خوبصورت بھی تھی۔ اب میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ اب میرا خاندان بھی بکھر گیا ہے۔ اب اُس نے ”بھہار“ کیا ہے لیکن اس اقدام کے بعد وہ پشیمان ہے۔ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ہم ایک دوسرے سے رجوع کر لیں؟

حضرت خیر اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔

پھر اس نے آپ ﷺ کے حضور عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے طلاق کا صیغہ جاری نہیں کیا۔ پھر وہ میری اولاد کا

باپ بھی ہے، اس کے علاوہ مجھے اس سے محبت بھی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس پر حرام ہو چکی ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور حکم نہیں ہے۔

لیکن وہ عورت اصرار کرتی رہی اور گڑگڑا کر عرض کرتی رہی۔ پھر اس نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

اشكوا الى الله فاقنتي وحاجتي وشدة حالي اللهم فانزل علي لسان نبيك

”اے میرے پالنے والے میں اپنی بے چارگی اور پریشانی کی تجھ سے عرض کرتی ہوں: اے میرے

اللہ! کوئی فرمان اپنے نبی پر نازل فرما اور میری مشکل کو حل فرما۔“

ایک اور روایت میں اس نے اس طرح دعا مانگی:

اللهم انك تعلم حالي فارحمني فان لي صبيته صغار ان صنتهم اليه صناعوا وان

فمنهم التي جاعوا

”اے میرے اللہ! تو میری حالت کو جانتا ہے، مجھ پر رحم فرما کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں

اگر میں انھیں اپنے شوہر کے حوالے کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے۔ اگر اپنے پاس رکھوں تو

بھوکوں مر جائیں گے۔“

اسی وقت خیر اکرم ﷺ پر حالتِ وحی طاری ہوئی اور اس سورہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جو ظہار کی مشکل کا

حل بتاتی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے شوہر کو بلا کر لے آ۔ جب وہ آیا تو رسول اکرم ﷺ نے اس کے سامنے مذکورہ

آیات کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازیں فرمایا: کیا تو ظہار کے کفارہ کے لیے ایک غلام آزاد کر سکتا ہے؟

اس نے کہا: میں اگر ایسا کروں تو میرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتا ہے۔

اس نے کہا: اگر میرے کھانے میں تین دفعہ کی تاخیر ہو جائے تو میری آنکھ بیمار ہو جائے اور مجھے اس بات کا خوف

ہے کہ میں نابینا ہو جاؤں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ساتھ مسکینوں کو کھانا کلا سکتا ہے؟

اس نے عرض کیا: نہیں، مگر اس صورت میں کہ آپ میری مدد کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں حیری مدد کروں گا۔ آپ نے ۱۵ صاع جو ساتھ مسکین کی خوراک بنتے ہیں اُسے

دیے اور اُس نے کفارہ ادا کیا۔ اس طرح وہ دونوں میاں بیوی پھر سے اپنی ازدواجی زندگی کی طرف پلٹ آئے۔

صحیح البیہان میں روایت ہے کہ مذہب اہل بیتؑ یہ ہے کہ ظہار والے پر کفارہ اس وقت واجب ہوگا، جب وہ وطی کا

ارادہ کرے گا کیونکہ وطی کفارہ سے قبل جائز نہیں ہے۔

اصول کافی میں منقول ہے فضل بن یزار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ایک غلام نے

ظہار کیا ہے۔ اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ظہار پر عمل اس وقت ہوگا، جب وہ اُسے دخول کرے گا۔

اصول کافی کی ایک اور روایت کے مطابق ظہار غصے کی حالت میں وقوع پذیر نہیں ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے مروی ہے: جب عورت اپنے شوہر سے کہے:

نروجی علی کظہر اُمی فلا کفارة لہا، تو اس صورت میں عورت پر کفارہ نہیں ہے۔

قاسم بن محمد زیات سے روایت ہے: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں نے اپنی بیوی کو

ظہار کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے کیا کہا تھا؟

میں نے عرض کیا: میں نے کہا تھا: انت علی کظہر اُمی ان فعلت کذا و کذا ”کہ تو میری ماں کی طرح ہے،

اگر میں نے ایسا ایسا کیا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول خدا ﷺ کے حضور حاضر ہوا اور اُس نے عرض

کیا: اُس نے اپنی بیوی کو ظہار کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ایک غلام آزاد کرو۔ اُس نے عرض کیا: میرے پاس غلام نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: دو ماہ مسلسل روزے رکھو۔ اس نے کہا: مجھے اتنی طاقت نہیں کہ ایسا کر سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ساتھ مسکین کو

کھانا کھاؤ۔ اُس آدمی نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی بنایا، اپنے علاقے میں اپنے آپ اور اپنی اہل و اولاد سے زیادہ محتاج کسی کو نہیں پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ یہ سب کچھ لے جاؤ، خود بھی کھاؤ اور اپنے گمراہوں کو بھی کھاؤ۔

ابوجزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: غلام اگر ظہار کرے تو اُس پر بھی کفارہ ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: آزاد کے مقابلے میں نصف تعداد میں روزے رکھے گا۔ اس پر باقی کفاروں میں سے کچھ نہیں ہے، نہ اُس پر کفارہ صدقہ ہوگا اور نہ غلام کا آزاد کرنا ہوگا۔

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام سے جب پوچھا گیا: ایک مرد کی دس لوطیاں تھیں اُس نے سبھی کو ایک کلمہ کے ساتھ ظہار کیا، اب اس کا حکم کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس پر دس کفارے ہوں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: ایک آدمی نے اپنی بیوی سے یہ کہا: تو میرے لیے مہری ماں یا میری پھوپھی یا خالہ کی طرح ہے تو کیا اُس پر کفارہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! کفارہ ہوگا۔ (ظہار کے احکام کی تفصیلات کے لیے فقہ کی کتب کی طرف رجوع فرمائیں)

خداوند تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے

مَا يَلْعَنُ مِنْ لَّجَؤٍ ثَلَاثَةً إِلَّا هُوَ رَآهُمْ وَلَا حَسْبُهُ إِلَّا هُوَ سَادَهُمْ وَلَا آذُنُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا

”کبھی تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر یہ کہ ان کا چہنچا اللہ ہوتا ہے۔ مگر نہ پانچ آدمیوں کی مگر یہ کہ ان کا چہنچا اللہ ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم اور نہ زیادہ کا، مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے..... الخ“۔

خداوند تعالیٰ کی ذات جسم و جسمانیات سے پاک و پاکیزہ ہے، اس لیے اس کے لیے زمان و مکان کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

فانما اراد بذلك استيلاء أمثاله بالقدره التي ركبها فيهم على جميع خلقه وان فعلهم فعله

”خداوند تعالیٰ کے جو اُمتا ہیں، انہیں جو قدرت بخشی گئی ہے، اُس کی وجہ سے وہ ساری مخلوق پر تسلط رکھتے ہیں کیونکہ جو ان کا فضل ہے، وہ اُس کا فضل ہے لہذا اس حضور کی اُس کی طرف نسبت دی گئی ہے۔“

مشہور ترین کتاب اہلچہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: اللہ کو جو سچ کا نام دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تین افراد آپس میں سرگوشی نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ بعد ازیں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

يَسْمَعُ وَيُبَيِّنُ افْتَمَلْ عَلَى الصِّفَا وَخَفَقَانِ الطَّيْرِ فِي الْهَوَا لَا يَخْفَى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ وَلَا شَيْءٌ مِمَّا ادْرَكَهُ السَّمْعُ وَالْأَبْصَارُ وَمَا لَا تَدْرِكُهُ السَّمْعُ وَالْأَبْصَارُ، مَا حَلَّ مِنْ ذَلِكَ وَمَادَقٌ وَمَا صَغُرَ وَمَا كَبُرَ

”سخت چٹان پر چوٹی کے چلنے کی وہ صدا سنتا ہے اور فضا میں پرندوں کے پھڑ پھڑانے کی آواز وہ سنتا ہے۔ کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ شے جس کا کان اور آنکھیں ادراک کرتی ہیں اور وہ جس کا ادراک نہیں کرتیں چھوٹی اور بڑی سب اس کے لیے ظاہر و آشکار ہیں۔“

اصول کافی میں ہے کہ جاثیق نے جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام پر سوال کیا: این ہو؟ وہ اللہ کہاں ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ یہاں بھی ہے، وہاں بھی ہے، وہ فوق بھی ہے، تحت بھی ہے۔ اس نے ہمارا احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ ہمارے ساتھ بھی ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى..... الخ

اصول کافی میں منقول ہے کہ یہ مندرجہ بالا آیت حضرت امام علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کے بارے میں نازل ہوئی، جب انھوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوں گے تو خلافت کو بنو ہاشم میں نہیں جانے دیا جائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس دن یہ معاہدہ لکھا گیا تو سمجھ لیجئے اُسی دن کل امام حسین علیہ السلام کی بنیاد رکھ دی گئی۔ کتاب ارشاد مفید میں روایت موجود ہے: دنیائے یہودیت کا ایک عالم حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: کیا اچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت کے خلیفہ آپ ہیں؟

آپ نے کہا: جی ہاں، میں خلیفہ ہوں۔ اُس عالم نے کہا: ہم نے تو رات میں دیکھا ہے کہ انبیاء کے خلفاء سب سے بڑے عالم ہوتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کیا اللہ آسمانوں میں ہے یا زمین میں ہے؟

یہ سن کر حضرت ابوبکر نے کہا: وہ آسمانوں میں عرش پر ہے۔ اُس یہودی عالم نے کہا: اگر اللہ عرش پر ہے تو پھر زمین پر

نہ ہوا۔ آپ کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا ایک جگہ میں ہے اور دوسری جگہ میں نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر نے کہا: تم تو زندہ یقین والی بات کر رہے ہو، مجھ سے دُور چلا جا ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔

عالم نے حیران ہو کر پشت پھیری کہ واپس چلا جائے کہ امیر المومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی!

تو نے جو سوال کیے ہیں تو تجھے جواب نہیں ملا، آ میں تجھے حیرے سوالوں کا جواب دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ نے آئین کو آئین کیا ہے یعنی کہاں کو کہاں کیا ہے۔ اس لیے کوئی آئین نہیں ہے

اور وہ اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ کوئی جگہ اس کا احاطہ کر سکے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے بغیر اس سے مُس ہونے کے اور بغیر اس میں

پناہ لینے کے اس کا علم محیط ہے، اُس نے ہر چیز کو اپنے احاطہ قدرت میں لے رکھا ہے۔ کوئی جگہ اس کی تدبیر سے خالی نہیں۔

اب میں تمہیں وہ بات بتاتا ہوں، جو تمہاری کتاب میں آئی ہے۔ وہ میری بات کی تصدیق کرتی ہے، جو میں نے ابھی تم سے

بیان کی ہے۔ اگر تم اُس کو جان لو تو ایمان لے آؤ گے؟

یہودی نے کہا: جی ہاں!

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری اپنی کتاب میں ہے کہ ایک دن جناب موسیٰ بیٹھے تھے تو ایک فرشتہ اُن کے پاس مشرق

کی طرف سے آیا۔ جناب موسیٰ نے اُس سے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ اُس نے کہا: اللہ کی طرف سے۔ پھر ایک اور فرشتہ

آپ کے پاس مغرب کی طرف سے آیا تو آپ نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ اُس نے کہا: اللہ کی طرف سے آرہا ہوں۔

پھر اُن کے پاس ایک اور فرشتہ آیا اور اُس نے کہا: میں ساتویں آسمان سے اللہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ پھر ایک اور فرشتہ آیا

کہ میں ساتویں زمین کے نیچے سے آرہا ہوں۔ جناب موسیٰ نے فرمایا: وہ ذات پاک و پاکیزہ ہے، جس سے کوئی جگہ خالی

نہیں ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔

یہ سن کر یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سب کچھ حق ہے اور آپ نیابت نبی کے منصب کے زیادہ

حق دار ہیں۔

آپ ہم سے سرگوشی نہیں کرتے

مجمع البیان میں حدیث ہے کہ جب کچھ لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اُس (علی) سے سرگوشی کرتے

ہیں اور ہم سے نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا: میں اُن سے سرگوشی نہیں کرتا بلکہ اللہ اُن کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔

خدا فی سلام

وَإِذَا جَاءَ ذُكْحُوكَ بِمَا لَمْ يَحْكِيكَ بِهِ اللَّهُ

”اور جب وہ میرے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔“

اکثر محدثین جیسے صحیح بخاری و مسلم اور بہت سے مفسرین نے لکھا ہے: ایک دفعہ یہودیوں کا ایک گروہ پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور السلام علیک کے بجائے السّام علیک یا محمد (اس کا معنی ہے کہ اے محمد! تجھ پر موت آئے) کہا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اُن کے جواب میں فرمایا: وعلیکم۔ اُس وقت یہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

تفسیر فی میں اس آیت کے ضمن میں حدیث موجود ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے صحابہ میں کچھ لوگ آپ کے پاس آئے تو انھوں نے کہا: انعم صباحاً وانعم مساءً ”آپ کی صبح راحت سے ہم کنار ہو اور آپ کی شام راحت سے ہم کنار ہو“۔ یہ زمانہ جاہلیت کا سلام تھا۔ قرآن نے اس سے منع کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ہمیں اس سے بہتر سلام کا حکم دیا ہے اور وہ اہل بھشت کا سلام ہے: السلام علیکم۔ جس کے معنی ہیں: سلام اللہ علیکم، آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔

إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَرَرٍ لَّهُمْ شَيْئاً إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ٥١

”تمہری سرگوشیاں تو صرف شیطان کا کام ہے تاکہ مومنین کو رنجیدہ خاطر کرے، حالانکہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اہل ایمان کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں فرمایا:

ایک رات حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے خواب دیکھا: رسول اللہ ﷺ نے انھیں، حضرت امام علی علیہ السلام اور حضرت حسن و حسین علیہ السلام کو ساتھ لیا اور مدینہ سے باہر چلے آئے۔ اُن کے سامنے دو راستے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دائیں راستے کو اپنایا۔ چلتے چلتے سامنے باغ آگیا جس میں کھجوریں تھیں اور پانی بھی تھا۔ وہاں رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری خریدی جس کے ایک کان میں سفید نقطہ تھے۔ پس آپ نے اس کے ذبح کا حکم دیا۔ جب ان سب نے وہ گوشت کھایا

تو سب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس دوران آپؐ خوف زدہ ہوئیں اور رونے لگیں۔

اس خواب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو نہیں بتایا گیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سواری لے کر تشریف لائے اور حضرت زہرا علیہا السلام، حضرت علیؑ اور حسنین شریفینؑ کو سوار کیا اور مدینہ سے باہر چل پڑے۔ جب مدینہ سے باہر نکلے تو سامنے دو راستے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دائیں راستے کو اختیار کیا اور اسی راستے پر چل پڑے۔ جاتے جاتے آپؐ کے سامنے ایک مقام پر مجبوروں کا باغ آیا۔ جہاں پانی بھی موجود تھا۔ آپؐ نے وہاں ایک بکری خریدی اور وہ بکری بالکل اسی طرح کی تھی جس کو حضرت فاطمہؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ آپؐ نے اس کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

اُسے ذبح کیا گیا اور پکایا گیا۔ جب پک کر تیار ہو گئی اور انھوں نے کھانے کا ارادہ کیا تو جناب فاطمہؑ زہرا علیہا السلام خوف زدہ ہو کر رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپؐ سے پوچھا: بات کیا ہے؟ آپؐ نے عرض کیا: میں نے گزشتہ رات اس طرح کا خواب دیکھا تھا اور آج اسی خواب کے مطابق آپؐ نے سب کچھ کیا۔ اور اب مجھے خوف ہے کہ کہیں وہی بات خواب والی سامنے نہ آجائے۔ رسول اللہ ﷺ اُس وقت اٹھے، دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے پروردگار کے حضور مناجات کی۔ اس وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا: یہ شیطان ہے کہ جسے ”رہا“ کہا جاتا ہے۔ اسی نے حضرت زہراؑ کو خواب میں ڈرایا ہے اور وہ اہل ایمان کو نیند کی حالت میں اذیت دیتا ہے۔ اُس وقت جناب جبرئیلؑ نے حکم دیا اور اُسے لایا گیا اور اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے حضرت فاطمہؑ زہراؑ کو خوف زدہ کیا تھا؟ اُس نے کہا: جی ہاں!

جبرئیل امینؑ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کیا: جب کبھی آپؐ خواب میں کوئی ناپسندیدہ امر دیکھیں یا کوئی مومن ناپسندیدہ امر دیکھے تو اُس وقت یہ دعا پڑھے:

اعوذ بما عاذت به ملائكة الله المقربون وانبياء الله المرسلون وعبادة الصالحون

من شر ما رأيت من رؤياي

بعد ازیں سورہ حم، سورہ معوذتین اور سورہ توحید پڑھے۔ اس کے پڑھنے سے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے نقصانات

سے بچا جاسکتا ہے۔

اس وقت مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی: إِنَّمَا الشَّيْطَانُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا

وَلَيْسَ بِضَاةٍ لَهُمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ①

① یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اولیاء اللہ پر شیطان کا تسلط نہیں ہو سکتا۔

اسلامی مجالس کے آداب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ
انْشُرُوا فَاثْبُرُوا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۖ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

”اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو تو کشادگی پیدا کر دیا کرو۔ اللہ
حصص کشادگی دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو تم کھڑے ہو جاؤ۔ تم میں سے جو لوگ
ایمان لے آئے اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے، اللہ ان کے درجات کو بلند کرے گا اور جو کچھ تم
کر رہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔“

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں
آئے تھے تو لوگ آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کر کے اٹھنے سے روک دیا۔
لیکن طبری نے مجمع البیان میں اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کا شان نزول کچھ یوں لکھا ہے: ایک دفعہ رسول
اللہ ﷺ جمعہ کے دن صعدہ، جو چھوٹا تھا، مسجد نبوی کے قریب تھا، تشریف فرما تھے کہ بہت سے لوگ آپ کے پاس موجود
تھے۔ جگہ تنگ تھی، پیغمبر اکرم ﷺ اصحاب بدر کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ بدریوں کا ایک گروہ اس وقت آیا جب
ہر طرف لوگ بیٹھے تھے اور جگہ خالی نہ تھی۔ جب وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے سامنے آئے تو انہوں نے آپ کو سلام کیا۔
پیغمبر اکرم نے ان کے سلام کا جواب دیا لیکن حاضرین میں سے کسی نے انہیں جگہ نہ دی۔ یہ بات پیغمبر اکرم ﷺ پر
بھاری گزری۔ آپ نے چند افراد کو اٹھایا تاکہ آنے والے بیٹھ سکیں لیکن یہ بات اُن لوگوں کو ناگوار گزری۔ ناراضگی کے آثار
ان کے چہروں پر واضح تھے۔ ادھر منافقین کو بھی موقع مل گیا۔ کہنے لگے: پیغمبر اکرم نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ جو لوگ پہلے
سے بیٹھے تھے انہیں اٹھا دیا، جو بعد میں آئے تو انہیں جگہ دے دی تو اس وقت یہ منہ بجا بالا آیت نازل ہوئی۔

جو چیزیں انسان کے رجبہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند کرتی ہیں، وہ ایمان اور علم ہے۔ ہمیں معلوم ہے شہید کا اسلام
میں بلند ترین مقام ہے۔ لیکن رسول اللہ کی حدیث ہے: ”عالم شہید سے ایک درجہ بلند ہے اور شہید عابد سے ایک درجہ بلند
ہے اور عالم کی فضیلت باقی ان لوگوں پر اُن میں سے پست ترین کے مقابلے میں میری فضیلت جیسی ہے۔“

ایک اور حدیث ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت و برتری چودھویں رات کے باقی تمام ستاروں پر برتری کی مانند ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ
نَجْوِكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَظْهَرُ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑫ ءَأَسْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ
نَجْوِكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقْبِسُوا
الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا
تَعْمَلُونَ ⑬ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ
مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۚ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ ⑭ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ⑮ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ⑯ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ⑰
يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ
وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَذِبُونَ ⑱ اسْتَحْوَذَ
عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا
إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ⑲ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادِّثُونَ اللَّهَ

وَرَسُولُهُ أُولَٰئِكَ فِي الْآذَانِ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَ أَنَا
 وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا
 آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ
 فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۚ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
 ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

”اے صاحبان ایمان! جب تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے قبل کچھ صدقہ
 دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ بات ہے۔ اگر صدقہ دینے کی طاقت
 نہیں رکھتے تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا تم اپنی سرگوشیوں سے قبل صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو؟ اب جب کہ یہ کام تم نے نہیں کیا
 اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اس کے رسول کی
 اطاعت کرو اور جو کچھ تم بجالاتے ہو اللہ اُس سے خوب آگاہ ہے۔

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں، جن پر اللہ غضب
 ناک ہوا ہے؟ یہ لوگ نہ تمہارے ہیں اور نہ اُن کے حالانکہ وہ خود جانتے ہیں (کہ وہ جھوٹ
 بول رہے ہیں۔ اللہ نے اُن کے لیے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو کچھ انجام دے
 رہے ہیں وہ یقیناً برا ہے۔

انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ پس ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ اُن کے مال و اولاد یقیناً کسی طرح بھی انھیں عذاب الہی سے بچا نہیں سکتے۔ یہ دوزخ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس طرح اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح آج تمہارے لیے قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ کوئی کام کر سکتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

شیطان اُن پر غالب آچکا ہے اور اللہ کی یاد اُن کے قلوب سے نکال کر لے گیا ہے، وہ شیطان کا گروہ ہیں۔ یہ جان لو کہ شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے عداوت کرتے ہیں وہ یقیناً ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔ خدا نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آ کر رہیں گے۔ یقیناً اللہ ہی بڑی قوت والا، غالب آنے والا ہے۔

کسی قوم کو آپ نہیں پائیں گے، جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرے خواہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا اُن کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح کے ذریعے ان کی تائید کی ہے اور وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا اُن سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ وہ اللہ کا گروہ ہیں۔ یقین رکھو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَاجَعْتُمْ الرُّسُولَ فَخُذُوا بِبَيْنِ يَدَيْهِ تَجُولُكُمْ صَدَقَةٌ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ
لَّكُمْ وَأَظْهَرُ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵۸﴾

”اے صاحبانِ ایمان! جب تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے قبل کچھ صدقہ دے دیا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ بات ہے۔ اگر صدقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

شانِ نزول

صاحبِ تفسیر مجمع البیان اور بہت سے ائمہ مفسرین نے ان آیات کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے: امر اطعمہ پیغمبر اکرم ﷺ کی محفل میں آکر بیٹھتے تھے اور وہ آپ سے سرگوشی کرتے تھے۔ اسی طرح پیغمبر اکرم ﷺ کا قیمتی وقت بے جا صرف ہوتا۔ اس کے علاوہ غریبوں کی پریشانی کا سبب بھی بنتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل کیں اور انہیں حکم دیا کہ پیغمبر اکرم ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیں۔ امراء نے جب یہ حکم سنا تو انہوں نے سرگوشی کرنا چھوڑ دی۔ پھر اس پر دوسری آیت نازل ہوئی اور انہیں ملامت کی اور پہلے حکم کو منسوخ کر دیا، اور سب کو سرگوشی کی اجازت دے دی مگر لیکن اس میں اطاعت پروردگار کو لازمی کر دیا گیا۔

آیتِ نجویٰ اور صدقہ پر عمل کرنے والی شخصیت

ائمہ مفسرین چاہے شیعہ ہیں یا سنی، سب نے یہی کچھ لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ پر جس شخصیت نے عمل کیا وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

احتجاج طبری میں روایت ہے کہ جناب امیر علیؑ کا اہنایان ہے:

آیۃ من کتاب اللہ لم يعمل بها احد قبلی ولا يعمل بها بعدی کان لی دینار
فصرفته بعشرة دراهم فکنت اذا جئت الی النبی تصدقت بدرہم
”قرآن میں ایک ایسی آیت ہے، جس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل
کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا، میں نے اُسے دس درہموں میں تبدیل کر لیا۔ جس وقت میں
چاہتا، رسول اکرم ﷺ سے نجویٰ کروں تو ایک درہم صدقہ میں دے دیتا۔“

فخر الدین رازی نے بھی یہی کچھ لکھا ہے۔ اُس نے محدثین کی ایک جماعت کے ذریعے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔
ذہبیؒ میں بھی متعدد روایات نقل ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب کی وفات کے بعد جناب امام علی علیہ السلام نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

نَشَدْتُمْ بِاللّٰهِ هَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ نَزَلَتْ فِيهِ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَأَجَّيْتُمْ

الرُّسُولَ الْخ - فَكُنْتُ أَنَا الَّذِي قَدِمَ الصَّدَقَةُ غَيْرِي؟ قَالُوا: لَا

”میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم میں سے کوئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ”اے صاحبانِ ایمان! اگر تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے قبل کچھ صدقہ دے دیا کرو، تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ بات ہے“ صرف میں تھا کہ جس نے صدقہ دیا اور رسول اللہ سے نبوی کیا۔ کیا میرے علاوہ کوئی اور تھا؟ سب نے کہا: نہیں! صرف آپ تھے۔“

حضرت امام علی علیہ السلام نے جب حضرت ابوبکر سے احتجاج کیا تو فرمایا: تجھے اللہ کی قسم! کیا تو نے رسول اللہ ﷺ سے نبوی کے لیے صدقہ دیا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم کو عتاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: أَسْفَقْتُمْ أَنْ تُتْقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَاتُكُمْ صَلَاتُكُمْ؟ کیا تم سرگوشیوں سے قبل صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو۔ کیا تم میں صرف میں نہیں تھا کہ جس نے صدقہ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے نبوی کیا؟

حضرت ابوبکر نے کہا: جی ہاں! آپ تھے۔

جناب عبداللہ بن عمر بن خطاب کہا کرتے تھے:

كَانَ لِعَلِيٍّ ثَلَاثٌ لَوْ كَانَتْ لِي وَاحِدَةً مِنْهُمْ كَانَتْ أَدَبٌ إِلَيَّ مِنْ حِمْرِ النِّعَمِ
”حضرت علی علیہ السلام کی تین ایسی فضیلتیں ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو سرخ رنگ کے اڈوں سے بہتر تھی۔“

پہلی فضیلت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی آپ سے کرنا، دوسرے خیر کے دن آپ کو ملے عطا کرنا اور تیسری آیت نبوی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلَفُونَ عَلَى الْكُذِبِ ۖ وَهُمْ يُعْتَبُونَ ۝

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں، جن پر اللہ غضب ناک ہوا ہے۔ یہ لوگ نہ تمہارے ہیں اور نہ ان کے، حالانکہ وہ خود جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔“

یہ مندرجہ بالا آیت منافقین کی بعض سازشوں کو بے نقاب کرتی ہیں۔ کچھ ایسے لوگ تھے، جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ اس لیے پروردگار عالم نے فرمایا: کیا آپ نے ان افراد کو نہیں دیکھا جو ایسی قوم سے دوستی رکھتے ہیں، جس پر خدا نے غضب نازل کیا ہے۔ آپ سے وفاداری کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن ان کی قسمیں جھوٹی ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے شدید ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حزب شیطان

اِسْتَحْذَرُوْهُمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْتَسِبُوْهُمْ ذَكَرَ اللّٰهُ - اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ - اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْغٰثِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

”شیطان اُن پر غالب آچکا ہے اور اللہ کی یاد اُن کے دل سے نکال کر لے گیا ہے۔ وہ شیطان کا گروہ ہیں۔ یہ جان لو کہ شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے۔“

گذشتہ آیات میں منافقین کے بارے میں گفتگو تھی تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطان ان پر مسلط ہو گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کا گروہ ہیں۔ اسی شیطانی گروہ کو کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان الفاظ میں خطاب فرمایا تھا۔ جب آپ کی نگاہ ابن زیاد کے لشکر پر پڑی تھی تو آپ نے فرمایا تھا:

فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبُّنَا وَبِئْسَ الْعِبَادُ اَنْتُمْ اَقْرَبْتُمْ بِطَاعَةِ وَاٰمَنْتُمْ بِالرَّسُوْلِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ اَنْتُمْ رَاجِعْتُمْ اِلٰى ذُرِّيَّتِهِ وَعَتَرَتِهِ تَرِيْدُوْنَ قَتْلَهُمْ (لَقَدْ اسْتَحْذَرْتُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ فَاَنْتَسَكُمُ ذَكَرَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ فَتَبَّ لَكُمْ وَلِمَا تَرِيْدُوْنَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ فَبَعْدُ لَلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ

”ہمارا پروردگار کتنا اچھا پروردگار ہے اور تم لوگ بدترین لوگ ہو، تم نے اطاعت کا اقرار کیا اور محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ اب تم نے اسی رسول کی عزت کی طرف رجوع کر رکھا ہے کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ شیطان نے تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے وہ خدائے عظیم کی یاد تمھارے دلوں سے نکال کر لے گیا ہے، تمھارے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ تم کیا چاہتے ہو ہم تو اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ قوم ہے کہ ایمان لانے کے بعد کفر کو اپنا لیں، پس ایسی ظالم قوم پر لعنت ہو۔“

اصول کافی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ جناب موسیٰ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس ان کے پاس آ نکلا۔ وہ کئی رنگوں والا خاص لباس پہنے ہوئے تھا جس کے ایک حصے سے سر کو بھی ڈھانپ لیا جاتا ہے۔ اُس نے جناب موسیٰ کو سلام کیا۔ جناب موسیٰ نے اُس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اُس نے کہا: میں ابلیس ہوں۔ جناب موسیٰ نے اُس سے فرمایا: اچھا تو ابلیس ہے، خدا تیرے گھر کے قریب نہ کرے۔ کیا کام ہے؟ اُس نے کہا: میں آپ کی عظمت کی وجہ سے آپ کو سلام کرنے آیا ہوں۔ جناب موسیٰ نے فرمایا: یہ خاص لباس کیوں پہن رکھا ہے؟ اُس نے کہا: اس کے ذریعے بخود کے قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔ جناب موسیٰ نے اُس سے کہا: تو یہ بتا کہ تو بخود پر کب مسلط ہوتا ہے کہ وہ گناہ کر اٹھتا ہے۔ ابلیس نے جواب دیا: اُس وقت جب وہ غرور و تکبر کرتا ہے اور اپنی نیکی کو بہت زیادہ دیکھنے لگتا ہے اور اپنے گناہ کو چھوٹا خیال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب داؤد سے فرمایا تھا: ”اے داؤد! گناہ گاروں کو خوش خبری سناؤ اور صدیقین کو انداز کرو۔“

جناب داؤد علیہ السلام نے عرض کیا تھا: وہ کس طرح بدترین کو بشارت دوں اور صدیقین کو انداز کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ گاروں کو بشارت دو کہ میں توبہ کو قبول کرنے والا ہوں اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہوں اور صدیقین کو ڈراؤ کہ وہ اپنے اعمال صالح پر نہ اترائیں۔ کیونکہ کوئی عبد ایسا نہیں ہے جب اس کے اعمال کا حساب کیا جائے تو وہ حساب میں پورا اترے، اُس کے لیے ہلاکت یقینی ہے۔

اللہ کا گروہ کامیاب ہے

کَتَبَ اللَّهُ لَا غُلْبَةَ إِلَّا أَنَا وَمُرْسَلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

”خدا نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آ کر رہیں گے۔ یقیناً اللہ ہی بڑی قوت

والا، غالب آنے والا ہے۔“

صاحبِ مجمع البیان نے اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں لکھا ہے: جب مسلمانوں نے دیکھا کہ تمام بستیاں اسلام کے قبضے میں آگئی ہیں تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیں روم و فارس پر بھی فتح عنایت کرے گا تو اُس وقت منافقین نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے: روم و فارس بھی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں کہ تم انھیں فتح کر لو گے؟ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا وصیت نامہ

عیون اخبار میں ایک طویل حدیث موجود ہے، جس میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا وصیت نامہ ہے۔ اس کا خلاصہ

عرض کیا جاتا ہے، آپؐ نے فرمایا:

”میں اس وصیت نامہ کے ذریعے اپنے بیٹے علیؑ اور اس کے بعد اپنی دوسری اولاد کو وصیت کرتا ہوں بشرطیکہ علیؑ رضا ان میں صلاحیت محسوس کریں اور اس وصیت میں انھیں شریک کرنا چاہیں تو درست اگر وہ پسند نہ کریں اور انھیں اس وصیت نامہ سے علیحدہ رکھنا چاہیں تو بھی انھیں اس بات کا پورا پورا اختیار حاصل ہے اور اس صورت میں ان کا وصیت نامہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں علیؑ رضا کو اپنے صدقات، اموال اور اُن چھوٹے بچوں کا وصی مقرر کرتا ہوں جنہیں میں اپنے بعد چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ علاوہ ازیں میں انھیں ابراہیم، عباس، اسماعیل، احمد اور احمد کی والدہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں اور میرے بعد میری ازواج کے معاملات کی ہاگ ڈور بھی علیؑ رضا کے ہاتھ میں رہے گی۔ اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میرے والد اور میرے اہل بیتؑ کے صدقات کی تہائی کی وصیت بھی اُسے کرتا ہوں۔ وہ جہاں مناسب خیال کریں، وہاں خرچ کریں۔ وہ ان صدقات کو اپنا ذاتی مال تصور کر کے اگر پسند کریں تو میرے افراد خانہ کو دیں اور اگر وہ پسند نہ کریں تو بھی انھیں اختیار حاصل ہے۔ اگر وہ انھیں کچھ، بہہ یا بخشش کرنا چاہیں یا میری وصیت سے ہٹ کر صدقہ کرنا چاہیں تو بھی انھیں اس کا پورا اختیار حاصل ہے۔ اس سے مراد میری وہ وصیت ہے، جو میں اپنے مال اور اہل و عیال کے متعلق کر چکا ہوں۔

میرے بیٹوں میں سے اگر کوئی بیٹا اپنی بہن کی شادی کرنا چاہے تو وہ علیؑ رضا کی اجازت اور امر سے کرے۔ اگر کوئی صاحبِ اللہ ار حضرت علیؑ رضا کو میری وصیت پر عمل کرنے سے مانع ہو تو وہ شخص خدا اور اُس کے رسولؐ سے بُری ہوگا۔ خدا اور اس کا رسولؐ اُس سے بُری ہوں گے اور اس پر اللہ اور جملہ لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوگی اور ملائکہ مقررین جملہ انبیاء و مرسلین اور جملہ اہل ایمان کی لعنت ہوگی۔“

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ..... الخ
”کسی قوم کو آپؐ نہیں پائیں گے جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرے..... الخ“

الاحتجاج طبری میں محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو علیؑ اور اس کی اولاد کے دشمن ہیں، وہ بد بخت ہیں۔ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور شیاطین کے بھائی ہیں اور جو ایک دوسرے کی طرف وحی کرتے ہیں اور جو علیؑ اور اس کی اولاد کے دوست ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اپنی کتاب میں اس حوالے سے کیا ہے کہ وہ اہل ایمان ہیں۔

ابومرہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ذَايَدُهُمْ يَزُوْجُ وَنُهُ کے بارے میں سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: هو الايمان، یعنی وہ ایمان ہے، جس کے ذریعے ان کی تائید کی اور انھیں طاقت عطا کی گئی۔ ابان بن تغلب کی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کوئی ایسا مومن نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے قلب کے دوکان ہیں: ایک کان میں جب غناس دوسرے ڈالنا ہے تو دوسرے کان میں فرشتہ اس دوسرے کا توڑ پیش کرتا ہے تو اس لحاظ سے اللہ مومن بندے کی اس طریقے سے اپنے فرشتے کے ذریعے تائید کرتا ہے اس لیے اُس نے اپنے قرآن میں فرمایا: ذَايَدُهُمْ يَزُوْجُ وَنُهُ۔

اصح بن ہادی کی روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے سابقین یعنی مرسلین اور غیر مرسلین کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں پانچ روحیں بنائی ہیں:

① روح القدس ② روح الایمان ③ روح القوہ ④ روح الشهوت ⑤ روح الہدن۔

— روح القدس کے ساتھ انبیاء کو بھیجا، اس کے ذریعے انھیں اشیاء کا علم حاصل ہوتا تھا۔

— روح الایمان سے، وہ اللہ کی بندگی کرتے تھے اور کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔

— روح القوہ سے، وہ اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے تھے اور اپنا رزق کسب کرتے تھے۔

— روح شہوت کے ذریعے لذیذ کھانوں سے لذت حاصل کرتے اور نوجوان عورتوں سے اللہ کے حکم کے مطابق

کلیج کرتے تھے۔

— روح الہدن سے وہ زندگی کا سفر طے کرتے تھے اور آگے بڑھتے تھے۔

پس وہ سب محفوظ تھے اور گناہوں سے پاک و پاکیزہ تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبُحْتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (البقرہ: ۲۵۳)

سُورَةُ الْحَشْرِ

سورة الحشر مدینة آیاتھا ۲۴ و رکوعاتھا ۳

”سورة حشر مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں۔“

سورۂ حشر کے مضامین

اس سورہ کے مضامین کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ❖ اس سورہ کی پہلی آیت میں مختلف بحثوں کا مقدمہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے بارے میں گفتگو ہے۔
- ❖ اس حصے میں آیت نمبر ۲ سے لے کر ۱۰ تک کی نو آیات ہیں۔ وہ مسلمانوں کے مدینہ کے عہد شکن یہودیوں سے لڑائی کے واقعہ کو بیان کرتی ہیں۔
- ❖ اس حصے میں منافقین کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔
- ❖ اس حصے میں مسلمانوں کے لیے چند نصائح موجود ہیں۔
- ❖ اس حصے میں قرآن کی صفات بیان کی گئی ہیں۔
- ❖ اس حصے میں خدا کے اوصاف جلال و جمال کا تذکرہ ہے اور اس کے اسمائے حسنہ سے بحث ہے۔ یہ حصہ صرف اللہ کی معرفت کے سلسلہ میں انسان کی احسن اعزاز میں معاونت کرتا ہے۔ اس سورہ کو سمجھنے میں شام کیا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس سورہ کا نام سورہ بنی قیسر بھی بتایا ہے کیونکہ اس کا زیادہ حصہ انہی کے بارے میں ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ سورة الحشر لم يبق جنة ولا نار ولا عرش ولا كرسی ولا الحجب ولا السموات السبع والارضون السبع والهوا والريح والطير والشجر والجبال والشمس والقمر والملائكة الا صلوا عليه واستغفروا له وان مات في يومه اوليله مات شهيدا

”جو شخص سورۃ حشر کی تلاوت کرے گا تو جنت، دوزخ، عرش کبریٰ، حجاب، ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، حشرات الارض، ہوائیں، پرندے، درخت، چلتے پھرتے جاندار، سورج اور مالاگہ سب اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اگر پڑھنے والا اسی دن یا رات کو فوت ہو جائے تو اس کا شمار شہیدوں میں ہوگا۔“

ایک اور حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

من قرأ اذا امسى الرحمن والحشر وكل الله بداره ملكاً شاهراً سيفه حتى يصب
”جو شخص سورۃ رحمن اور سورۃ حشر غروب آفتاب کے بعد تلاوت کرے گا تو خداوند کریم ایک فرشتے کو نکل تلوار کے ساتھ اس کے گھر کی حفاظت پر مامور کر دیتا ہے۔“

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ
 الْحَكِيمُ ① هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
 مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا
 أَنَّهُمْ مَا نَعْتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَتْهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ
 يَحْتَسِبُوا ۖ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ
 بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ②
 وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي
 الْآخِرَةِ عَذَابٌ ثَابِتٌ ③ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ
 وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ
 لَبَنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْرِجَ
 الْفَاسِقِينَ ⑤ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْ جَفْتُمْ
 عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ

يَسْأَلُ ۖ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ① مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ
 مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
 وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ
 مِنْكُمْ ۖ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۚ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ
 وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ② لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ
 الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ
 وَرِضْوَانًا وَيُخْصِرُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ ③
 وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحْجُونَ مَنْ هَاجَرَ
 إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ
 عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ④ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ
 رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ
 فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ⑤ أَلَمْ
 تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِم الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ
 أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ

أَحَدًا أَبَدًا ۱ وَ إِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۲ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ
لَكَاذِبُونَ ۱۱ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۲ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا
يَنْصُرُوهُمْ ۳ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلِّنَنَّ الْأَدْبَارَ ۴ ثُمَّ لَا
يُنْصَرُونَ ۱۲

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

ہر شے جو آسمانوں اور زمین میں موجود ہے، اُس نے اللہ کی تسبیح کی ہے، وہی غالب اور حکیم ہے۔ وہی ہے، جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں اُن کے گمروں سے باہر نکال دیا۔ تمہارا یہ گمان ہی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ سمجھ ہوئے تھے کہ اُن کے قلع انھیں اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے، مگر اللہ کا عذاب ان پر ایسی طرف سے آیا، جہاں سے اُن کا خیال تک بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنے گمروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے برباد کر رہے تھے۔ پس بصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔

اگر اللہ نے اُن کے حق میں جلا وطنی لکھ نہ دی ہوتی تو انھیں دنیا میں ضرور عذاب دیتا اور آخرت میں تو اُن کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے عداوت کی اور جو اللہ سے عداوت کرے تو اللہ یقیناً سخت عذاب دینے والا ہے۔

تم لوگوں نے جو کھجوروں کے درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر باقی رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے تھا اور اس لیے بھی کہ فاسقوں کو ذلیل و خوار کرے۔ اور جو مال اللہ نے اُن کے

قبضے سے نکال کر اپنے رسول کی آمدنی قرار دیا ہے (اس میں تمہارا کوئی حق نہیں) کیونکہ اس کے لیے تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ نے ان بستی والوں سے جو کچھ بھی اپنے رسول کی طرف پلٹا دیا ہے وہ اللہ اور رسول اور قریب ترین رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیں، وہ لے لو اور جس سے روک دیں، اُس سے رُک جاؤ، اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (نیز وہ مال) اُن غریب مہاجرین کے لیے بھی ہے، جو اپنے گھروں اور اموال سے نکال باہر کیے گئے ہیں، یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ بچے ہیں۔

(اور وہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے (ہجرت مدینہ میں) مقیم تھے اور ایمان پر قائم تھے۔ وہ اُس سے محبت کرتے ہیں، جو ہجرت کر کے اس کے پاس آیا ہے اور جو کچھ اُن (مہاجرین) کو دے دیا گیا، اُسے وہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہیں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔

اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے حسد و کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! تو مہربان اور رحیم ہے۔

کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا، جو اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات

ہرگز نہیں مانیں گے۔ اگر تمہارے خلاف۔ مے کی مٹی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن (اس بات کی) اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔
اگر وہ نکالے گئے تو یہ (لوگ) اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی مٹی تو یہ ان کی ہرگز مدد نہ کریں گے اور اگر یہ اُن کی مدد کریں بھی تو پیٹہ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر کہیں سے مدد نہ پائیں گے۔“

شان نزول

سَيَحْيِي دِيْنُو مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱

”ہر شے جو آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے، اُس نے اللہ کی تسبیح کی ہے وہی غالب اور حکیم ہے۔“

تفسیر فی اور باقی اکثر مفسرین و محدثین نے ان آیات کے بارے میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے رہتے تھے: ① بنی النضیر ② بنو قریظہ ③ بنو قریظہ۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اہل حجاز سے نہ تھے۔ انھوں نے اپنی مذہبی کتب میں یہ پڑھا تھا کہ ایک پیغمبر مدینہ میں ظہور کرے گا لہذا انھوں نے اس لیے اس سرزمین کی طرف کوچ کیا اور مدینہ میں آ کر آخری پیغمبر کا انتظار کرنے لگے۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان کے ساتھ عدم تعرض کے معاہدے کیے لیکن انھیں جب موقع ملا تو عہد توڑ ڈالا۔ ان عہد شکنوں کے علاوہ جنگ اُحد کے بعد کعب بن اشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچا اور اپنے ساتھیوں سمیت قریش کے پاس گیا اور ان سے عہد کیا کہ سب مل کر محمد (ﷺ) کے خلاف جنگ کریں۔ اس کے بعد ابوسفیان چالیس مکی افراد اور کعب بن اشرف چالیس یہودیوں کے ساتھ مسجد الحرام میں وارد ہوئے اور انھوں نے خانہ کعبہ کے پاس اپنے عہد کو مضبوط کیا۔ اس بات کی خبر بذریعہ وحی پیغمبر اکرم ﷺ کو مل گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ ایک روز اپنے چند بزرگ صحابیوں کے ساتھ قبیلہ بنی النضیر کے پاس آئے۔ یہ لوگ مدینہ کے قریب رہتے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ ان سے کچھ رقم بطور قرض لیں اور بنو عامر کے دو مثنویوں کی دیت ادا کریں، جو عمر بن امیہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ یہودیوں کے قلعہ کے باہر لیٹے۔ آپ نے کعب بن اشرف سے اس سلسلہ میں بات کی۔ اس دوران یہودیوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ایک

سازش تیار کر لی۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ایسا عمدہ موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اب وہ تمہاری دیوار کے پاس بیٹھا ہے۔ ایک آدمی چھت پر جائے اور ایک بھاری پتھر اس پر پھینک دے۔ اس طرح اُس سے نجات مل جائے گی۔ ان کے ایک فرد جس کا نام عرب بن جہاش تھا، آمادگی ظاہر کی وہ چھت پر چلا گیا۔ اُسی وقت رسول خدا ﷺ کو وحی ہوئی اور آپؐ وہاں سے اُٹھ کر مدینہ چلے آئے۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے کوئی بات نہ کی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ ابھی واپس آئیں گے۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ اب پیغمبر اکرم ﷺ واپس آنے والے نہیں تو وہ مدینہ چلے گئے۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور ان کی اس عہد شکنی پر جگ کرنے کے لیے تیار کیا۔ جب انھیں اس امر کی اطلاع ملی تو وہ اپنے قلعوں میں چلے گئے اور اپنے اُوپر دروازے بند کر دیے۔ قلعہ کے نزدیک جو کجور کے درخت تھے پیغمبر ﷺ نے ان کے کانٹے کا حکم دیا۔ صحابہ نے وہ درخت کاٹ ڈالے۔ محاصرہ نے کئی دن طول کھینچا۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے خون ریزی سے بچتے ہوئے انھیں کہا: وہ مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ انھوں نے اس بات کو قبول کیا۔ کچھ سامان وہ اپنا ساتھ لے گئے اور کچھ سامان چھوڑ گئے۔

ان کی ایک جماعت شام کی طرف چلی گئی اور کچھ خیر کی طرف چلے گئے۔ ان کے چھوڑے ہوئے اموال، زمینیں، باغات اور گھر مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ چلتے وقت انھوں نے اپنے گھروں کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس واقعہ کی حقیقت کو بتانے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی:

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَلْتَهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا ۚ وَقَدْ فِي لَذَّتِهِمُ الرُّعْبُ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۝
”وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں اُن کے گھروں سے باہر نکال دیا۔ تمہارا یہ گمان ہی نہ تھا کہ وہ کھل جائیں گے اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے انھیں اللہ کے (عذاب) سے بچالیں گے مگر اللہ کا عذاب ان پر اسی طرف سے آیا، جہاں سے ان کا خیال تک بھی نہ تھا اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے برباد کر رہے تھے۔ پس بصیرت رکھو! عبرت حاصل کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَأْفِكُوا يَقُولُونَ لِرِجَالِهِمُ الْكَذِبُ لَيْسَ أَفْكَرُكُمْ
لَا تُخْرِجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا تُطِيعُوا فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ
لَكَاذِبُونَ ۝

”کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا، جو اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تمہیں
کالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں
گے۔ اگر تمہارے خلاف جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن اس (بات) کی اللہ گواہی
دیتا ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔“

اس منہ بجا والا آیت کے بعد آیت ۱۵ بھی ان کے بارے میں نازل ہوئی، فرمایا:
كَشَلْنَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِينًا ذَا قُوَّةٍ وَأَبَالَ أَمْرِهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
”یہودیوں کے اس گروہ کا کام ان لوگوں کی مانند ہے، جو ان سے کچھ پہلے تھے۔ انہوں نے اپنے
کام کا تخ مرہ چکھا، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“
پھر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن ابی اور بنو نضیر کے بارے میں فرمایا:

كَشَلْنَا الشَّيْطَانِ: ذُو قَالَ لِلْإِنْسَانِ أَكْفَرُ ۖ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ
الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتُنَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝
”ان کا کام شیطان کی طرح ہے جس نے انسان سے کہا تو کافر ہو جائیگا جب وہ کافر ہو گیا تو اُس
نے کہا: میں تجھ سے بری ہوں۔ میں اُس خدا سے ڈرتا ہوں جو عالمین کا پروردگار ہے۔ ان کا انجام یہ
ہوا کہ وہ دونوں جہنم کی آگ میں ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی سزا یہی ہے۔“

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے یہودیوں کے مقابلے میں جو اسلام کو کامیابی حاصل ہوئی اور ان کا مال ہاتھ
آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: اگر تم پسند کرو تو اپنے مال اور گھر مہاجرین میں تقسیم کر دو اور ان اموال غنیمت
میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اگر چاہو تو تمہارے اموال اور گھر تمہارے ہی رہیں اور ان اموال میں سے تمہیں کچھ نہ دیا
جائے۔ تو یہ سن کر انصار نے عرض کیا: ہم اپنے اموال اور گھر مہاجرین میں تقسیم کر دیتے ہیں اور اموال غنیمت میں سے بھی
کچھ نہیں لیتے۔ ہم مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

آپؐ نے مال مہاجرین میں تقسیم کر دیا تھا اور انصار کو کچھ نہ دیا تھا، صرف دو آدمیوں کو جو انصاری تھے، مال ملا تھا۔ ایک سہل بن حنیف تھے اور دوسرے ابو دجانہ تھے۔ انھوں نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا تھا۔ تو انھیں مال میں سے کچھ مل گیا تھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک آگ مشرق سے بیجے گا اور دوسری مغرب سے۔ ان دونوں آگوں کے پیچھے شدید ترین دھواں ہوگی اور بہت سے لوگ بیت المقدس کی چٹان کے پاس جمع ہوں گے اور اہل جنت کو اس چٹان کے دائیں طرف جمع کیا جائے گا۔ متقین کو قریب لایا جائے گا تو جہنم اُس چٹان کے بائیں طرف آجائے گی۔ اس میں فلق بھی ہے اور یحییٰ بھی ہے۔ اس چٹان کے قریب مخلوق ایک دوسرے سے جدا ہوگی جو جنتی ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے اور جو جہنمی ہوں گے، وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

قَرِيبٌ فِي الْجَنَّةِ وَقَرِيبٌ فِي السَّعِيرِ (سورہ شوریٰ: ۷)

”ایک فریق (مانے والا) جنت میں ہوگا اور فریق (ٹانی) دوزخ میں۔“

تفسیر مجمع البیان میں یہودیوں کے ”اول حشر“ کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ یہودیوں کی پہلی جلاوطنی شام کی طرف ہے۔ پھر تمام لوگوں کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور وہ بھی لوگوں کی اجتماع گاہ شام ہے۔ ابن عباس، زہری و جبائی نے اس طرح نقل کیا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں فرمایا:

اخرجوا، قالوا، الی این؟ قال الی اراض المحشر

”نکلو! انھوں نے کہا: کدھر جائیں؟ آپؐ نے فرمایا: ارض محشر کی طرف چلو۔“

صاحبان بصیرت

مصباح الشریعہ میں روایت ہے: عبرت صحیح نہیں ہے سوائے اُن لوگوں کے جو اہل صفا اور اہل بصیرت ہیں۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (۱)

”اے صاحبان بصیرت! عبرت حاصل کرو۔“

کتاب خصال میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”کان اکثر عبادۃ ابی ذر راحمت اللہ التفکر والاعتبار
”جناب ابوذر غفاریؓ کی زیادہ تر عبادت غور و فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا تھی۔“

عجوبہ کھجور

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: عجوبہ کھجور تمام کھجوروں کی ماں ہے۔ یہ وہ کھجور ہے جو اللہ تعالیٰ نے جنت سے لاکر جناب آدمؑ پر نازل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْسَةٍ أَوْ نَرْتَسُوها قَابِئَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا.....

”تم لوگوں نے جو کھجوروں کے درخت کاٹنے یا جن کو اپنی جڑوں پر باقی رہنے دیا۔“

اس آیت کریمہ میں عجوبہ کھجوروں کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان میں ہے، وہ رسول اللہ کا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان میں ہے، وہ سارے کا سارا رسول اللہ ﷺ اور مومنین کا ہے۔ جو کچھ مشرکین اور ظالموں کے ہاتھوں میں ہے وہ انھوں نے یہ مال غصب کیا ہوا ہے اور وہ قاصب ہیں۔

آفاء ”فی“ کے مادہ سے ہے جس کا معنی رجوع یا بازگشت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

فَإِنْ قَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (سورہ بقرہ: ۲۲۶)

”اگر وہ واپس آجائیں تو اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَأَنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى

الْأُخْرَىٰ فَعَاتِلُوا الْأَتْبِقَىٰ حَتَّىٰ تَتَّقِيَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ (سورہ حجرات: ۹)

”اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اگر ان میں سے ایک گروہ

نے دوسرے پر بغاوت کی ہو تو اس سے جنگ کرو جس نے بغاوت کی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے

امر کی طرف واپس چلا آئے۔“

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ ”فی“ کا معنی ہے کہ کسی چیز کا پھر اپنے اصلی جگہ پر آ جانا، جب سورج زوال کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں: فقد فاءت الشمس، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ”فی“ کے لفظ کا استعمال کیا کہ جب اموال کفار و مشرکین کے قبضہ سے نکل کر مومنین اور ان کے امیر کے ہاتھ میں آئے تو وہ اموال اپنی حقیقی جگہ پر واپس آ گئے کیونکہ یہ اموال حقیقی صورت میں مومنین کی ملکیت تھے۔

عترت اور اُمت میں فرق

حضرت امام علی رضی اللہ عنہ سے جب عترت اور اُمت کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے جو تفصیلات بیان فرمائیں، ان میں سے آپؑ نے ایک دلیل یہ پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ (سورہ بنی اسرائیل: ۲۶) ”آپؑ اپنے قریبوں کو اُن کا حق دیجیے۔“

جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: ”فاطمہؑ کو بلاؤ۔“ جب سیدہ کو بلایا گیا تو وہ تشریف لائیں اور عرض کیا: لیبیک یا رسول اللہ!

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ فدک ہے، اس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اُونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے، اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ صرف تمہارے لیے ہے۔ آپؑ اسے لے لیں۔ یہ آپؑ کے لیے اور آپؑ کی اولاد کے لیے ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ”انفال“ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: انفال سے مراد وہ اموال ہیں، جن کے حصول کے لیے مسلمانوں کے اُونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے گئے۔ جتنی غنیمت زمینیں ہیں یا وادیاں ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہیں اور اُن کے بعد زمانے کے امام کی ملکیت ہیں۔

فدک کی حدود

علی بن اسباط سے روایت کہ ایک دفعہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی عباسی کے پاس تشریف لے گئے تو وہ اُس وقت لوگوں کے اموال واپس کر رہا تھا جو حکمرانوں نے اپنے قبضہ میں لے لیے تھے۔ اُس وقت آپؑ نے فرمایا: کیا ہمارے اموال بھی واپس ہوں گے؟

مہدی نے کہا: اے ابوالحسن! آپؑ کے کون سے اموال ہیں؟

{ہدایہ}

آپؐ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فدک پر فتح حیات کی جس کے حصول میں اُذت اور گھوڑے نہیں دوڑائے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: **وَإِذَا النُّفُوسُ شَقَّتْ** (سورہ بنی اسرائیل: ۲۶)

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وضاحت چاہی کہ ذی القربیٰ کون ہیں؟ آپؐ نے جبرئیلؑ سے رجوع کیا، جبرئیلؑ نے اللہ سے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے جناب جبرئیلؑ سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے کہہ دو کہ فدک حضرت فاطمہؑ کے حوالے کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فدک آپؐ کے حوالے کر دوں۔ آپؐ نے عرض کیا: میں نے آپؐ سے اور اپنے اللہ کی طرف سے فدک کو قبول کیا۔ فدک جناب سیدہ کی ملکیت بن گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں فدک پر حضرت سیدہؑ کا تصرف رہا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کے پاس حکومت آئی تو انھوں نے فدک حضرت زہراؑ سے لے لیا۔ حضرت زہراؑ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور کہا: فدک میری ملکیت ہے، وہ مجھے واپس کریں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: گواہ لے آئیں۔ جناب امام علیؑ اور ام ایمن آئے اور انھوں نے گواہی دی تو اُس نے فدک ان کو واپس کر دیا اور ایک تحریر بھی ان کے حوالے کر دی۔ جب آپؐ واپس آ رہی تھیں تو حضرت عمرؓ سے راستے میں ملاقات ہو گئی تو اُس نے کہا: آپؐ کے ہاتھ میں یہ تحریر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ نے ان کے نام فدک کی تحریر کر دی ہے۔ اُس نے کہا: مجھے دکھائیے تاکہ میں اُسے دیکھوں۔ آپؐ نے اُسے دکھانے سے انکار کر دیا تو اُس نے وہ تحریر آپؐ سے چھین لی اور اُسے پڑھا۔ پھر اُس پر اپنے منہ کا لعاب ڈالا اور تحریر کو مٹا ڈالا۔ پھر تحریر نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر آپؐ سے کہا: یہ جاگیر وہ ہے، جس کے حصول کے لیے تیرے باپ نے اُذت گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔ کیا تو ہماری گردنوں میں رسیاں ڈالنا چاہتی ہے؟

مہدی عباسی نے کہا: اے ابوالحسن! فدک کی حدود بتلائیں؟

آپؐ نے فرمایا: اس کی پہلی حد عدن ہے۔ دوسری حد سرقہ ہے۔ اس کی تیسری حد افریقہ ہے۔ اس کی چوتھی حد "سیف البحر" ہے۔ اس کی حدود جزائر اور آرمینیا سے ملتی ہیں۔

مہدی عباسی نے کہا: یہ سب حدود فدک کی حدود ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! یہ سب فدک کی حدود ہیں۔ یہ وہ تمام حدود ہیں۔

مہدی عباسی نے کہا: یہ بہت زیادہ جاگیر ہے، اس پر غور کروں گا۔

تہذیب الاحکام میں روایت ہے سلیم بن قیس کہتے ہیں: میں نے جناب امیر المومنین امام علیؑ سے سنا، آپؐ نے

فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذوی القربیٰ قرار دیا اور اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی:

مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالسَّائِلِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ

”اللہ نے ان یتیمی والوں سے جو کچھ بھی اپنے رسول سے پلا دیا ہے وہ اللہ اور رسول کے بعد قریب ترین رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت ہمارے لیے قرار دیا اور صدقہ میں ہمارا حصہ نہیں رکھا، اللہ نے اپنے نبی کو مکرم کیا اور ہمیں بھی مکرم فرمایا اور لوگوں کے صدقات و خیرات میں ہمارا رزق نہیں رکھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہم وہ ہیں، جن کی اطاعت اللہ نے عوام پر واجب کی ہے اور انفال کو ہمارے لیے قرار دیا۔

یہ عظیم مال تمہارے دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہ جائے

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ

”تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔“

اس آیت کریمہ میں ”دولة“ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے کہ ایک شے جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی رہے: آج کسی کے لیے اور کل کسی کے لیے اسی لیے اس کا مال و غلبہ پر اطلاق ہوتا ہے۔

اسی معنی و مفہوم پر مشتمل حدیث ہے:

اتخذوا عباد الله خولا و مال الله دولا

”انھوں نے اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے اور اللہ کے مال کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے، جس کو غلبہ حاصل ہوا، اُس نے وہ مال چھین لیا۔“

تفسیر فی میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا بلغ آل ابی العاص ثلاثین صيروا مال الله دولا و کتاب الله دغلا و عبادة خولا
و الفاسقین حزباً و الصالحین حزباً

”جب آل ابی العاص کی تعداد تیس ہو جائے گی تو وہ اللہ کے مال پر مسلط ہو جائیں گے اور کتاب اللہ کو محفل کر کے رکھ دیں گے اور بندگانِ خدا کو غلام بنالیں گے، قاصتوں کو اپنا حزب بنائیں گے اور صالح لوگوں سے جنگ کریں گے۔“

رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو

وَمَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

”اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیں، وہ لے لو اور جس سے روک دیں، اس سے رک جاؤ۔“

عمون اخبار الرضا میں یا سر خادم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: تفویض کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دین کے تمام معاملات بغیر بیعتِ رسول کو تفویض فرمائے اور فرمایا: وَمَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا لیکن اللہ تعالیٰ نے خلق اور رزق کے امور بغیر کو تفویض نہیں کیے۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

أَنَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُعِيْبُكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شَرٍّ أَكْبَرُكُمْ مَن يَفْعَلُ

مِنْ ذَلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (سورہ روم: ۴۰)

”خدا وہ (قادر و توانا) ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر اسی نے روزی دی۔ پھر وہی تم کو مار ڈالے گا۔ پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا۔ بھلا تمہارے (بنائے ہوئے خدا کے) شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے جسے یہ لوگ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔ وہ اس سے پاک و پاکیزہ اور برتر ہے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تخلیق فرمایا تو اسے معلوم تھا کہ اب انہوں نے اپنے امور کو انجام دینا ہے اس لیے انہیں اوامر و نواہی سے مربوط کیا اور اللہ نے جس چیز کے کرنے کا حکم دیا تو اس کے ہونے کی اس کے لیے سبیل بھی بتائی اور جس سے روکا تو اس کے ترک کی سبیل بھی بتائی۔ اس لیے فرمایا:

وَلَا يَكُونُونَ آخِذِينَ وَلَا تَارِكِينَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت سلیمانؑ

کتاب علل الشرائع میں منقول ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:
اللہ کی قسم! جو کچھ اللہ نے جناب سلیمانؑ نبی کو عطا کیا، وہ ہمیں بھی عطا کیا اور وہ بھی عطا کیا جو نہ جناب سلیمانؑ کو عطا
ہوا اور نہ کسی اور نبی کو۔

اللہ تعالیٰ نے جناب سلیمانؑ کے قصہ میں فرمایا:

هَذَا عَقَابُؤُنَا فَاَمْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورہ ص: ۳۹)

”(اے سلیمانؑ) یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ پس (اسے لوگوں کو دے کر) احسان کر دیا (سب)
اپنے ہی پاس رکھو۔“

لیکن ادھر حضرت محمد ﷺ کے قصہ میں فرمایا:

وَمَا اَشْكُمُ الرَّسُولُ فَعُدُوْهُ ۚ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَانْتَهَوْا ۚ

ہمارے نبیؐ کی شان

اصول کافی میں اسحاق نعوی سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنی محبت کی بنیاد پر اپنے نبیؐ کو ادب عطا فرمایا اور اس بارے فرمایا: (وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلِيْقٌ عَظِيْمٌ ۝ سورہ قلم: ۴) پھر آپؐ کو
امور تشریحی تفویض کیے اور فرمایا:

مَا اَشْكُمُ الرَّسُولُ فَعُدُوْهُ ۚ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَانْتَهَوْا ۚ

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (سورہ نساء: ۸۰)

میری سانس رُک گئی

علی بن ابراہیم نے روایت نقل کی ہے۔ موسیٰ بن اُشیم کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں
موجود تھا کہ آپؐ سے ایک آدمی نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پوچھی۔ آپؐ نے اُس اس آیت کی تفسیر بتائی۔ پھر آپؐ کے
حضور ایک اور آدمی آیا اور اُس نے بھی آپؐ سے اسی مذکورہ آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے اُس سے آیت کی تفسیر بتائی

لیکن جس کو آپؐ نے پہلے تفسیر بتائی تھی، یہ تفسیر اس کے برعکس تھی۔ پس اس ماجرا سے جو مجھ پر گزری سو گزری۔ میں نے اپنے دل میں کہا: میں نے شام میں ایقانہ کو دیکھا ہے کہ وہ ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کرتا اور یہاں اب میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ پہلے سائل کو جو بتایا دوسرے کو اس کے برعکس بتایا۔ یہاں تو معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔ اس دوران ایک اور آدمی آپؐ کے پاس آیا اور اُس نے بھی وہی سوال کیا جو پہلے لوگوں کا تھا۔ آپؐ نے اس کا جو جواب دیا وہ پہلے دو آدمیوں کے جواب کا غیر تھا۔ میری سانس رُک گئی۔ میں نے سوچا بس یہ سب کچھ تفسیر کی بنا پر ہو رہا ہے۔

اس دوران امام علیؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابن اُشیم! جب اللہ تعالیٰ نے جناب سلیمان کو اُمور تفویض فرمائے تھے تو کہا تھا:

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَعْصِ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ ص: ۳۹)

”(اے سلیمان) یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ پس (اے لوگوں کو دے کر) احسان کر دیا (سب)

اپنے ہی پاس رکھو۔“

جب اپنے نبی ﷺ کو اُمور سونپے تھے تو فرمایا:

وَمَا اَشْكُمُ الرَّسُولُ فَعَدُوَّةٌ وَمَا تَهْلِكُمْ عَنْهُ فَاتَّبِعُوا

”اور رسولؐ جو کچھ تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اُس سے رُک جاؤ۔“

جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوا ہے تو انھوں نے وہی سب ہمیں عطا کر دیا۔

علی بن ابراہیم نے فضیل بن یسار کی روایت نقل کی ہے کہ اُس نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی بارگاہِ امامت میں حاضر تھا کہ آپؑ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے: ان میں قیس الماصر بھی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ادب سکھایا اور بہترین ادب عطا فرمایا۔ جب آپؑ ادب کے اعتبار سے کامل و اکمل ہو گئے تو آپؑ کی شان میں یہ آیت اُتاری:

وَ اِنَّكَ لَتَعْلٰی حَقِّيْ عَظِيْمٍ (سورہ قلم: ۴)

پھر آپؑ کو اُمور تشریحی (دینی معاملات) عطا فرمائے تاکہ آپؑ اپنی اُمت کے اُمور کی تدبیر کر سکیں۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا اَشْكُمُ الرَّسُولُ فَعَدُوَّةٌ وَمَا تَهْلِكُمْ عَنْهُ فَاتَّبِعُوا

خداوند تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو روح القدس کے ذریعے تقویت دی تھی، اس لیے آپؐ خطا سے معصوم تھے کیونکہ آپؐ نے امت کے امور کی تدبیر کرنا تھی۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کو فرض کیا۔ ہر نماز دو رکعتوں پر مشتمل تھی۔ اس اعتبار سے پانچ نمازوں کی دس رکعتیں ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہر دو رکعت پر دو رکعتوں کا اضافہ فرمایا اور مغرب کی نماز پر صرف ایک رکعت کا اضافہ کیا تو اضافہ فریضہ کی مثل ہو گیا۔ جن کا ترک کرنا سوائے سفر کے جائز نہیں۔ مغرب کی تیسری رکعت جس کا اضافہ ہوا تھا۔ اس کا سفر اور حضر میں پڑھنا لازم کیا۔ اس اضافے کی جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو اجازت دے دی تو اس طرح فریضہ نماز سترہ رکعت ہو گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے چونتیس رکعت نوافل کی بنیاد ڈالی، جو فریضہ کی مثل تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ان نوافل کی اجازت بھی دے دی تو اس طرح فریضہ اور نوافل اکادین رکعت ہو گئے۔

عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت جو بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں وہ ایک رکعت شمار ہوتی ہے اور وتر کی جگہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سال میں ماہ رمضان کے روزے فرض کیے تو رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے روزوں کی بنیاد ڈالی اور ہر ماہ میں تین روزے اپنی سنت قرار دیے۔ یہ سب روزے فریضہ کی طرح رکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ان روزوں کی اجازت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے صرف شراب کو حرام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور شراب کو حرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس کی اجازت دی۔

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی چیزوں کے استعمال کو معاف کیا لیکن انھیں مکروہ قرار دیا لیکن حرام کی طرح نبیؐ وارد نہ کی۔ صرف کراہت کی بنیاد پر منع کیا۔ اور جو چیزیں یا امور حرام تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی اجازت نہ دی۔ اس طرح بہت سی چیزیں جو نشہ آور اور شراب تھی، انھیں حرام قرار دیا اور ان کے استعمال کی اس طرح اجازت نہ دی، جس طرح دو اضافی رکعتوں کے حضر میں تقصیر کی اجازت نہیں۔ ہاں صرف وہ آدمی دو رکعت نماز چھوڑ سکتا ہے، جو مسافر ہے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا امر اللہ کے امر کے موافق ہے اور اس کی نفی اللہ کی نفی کے موافق ہے۔ بندوں پر واجب ہے کہ نبیؐ کو اس امر کو اس طرح تسلیم کریں، جس طرح اللہ کے اوامر کو تسلیم کرتے ہیں۔

زُرادہ سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اپنی مخلوق کے اوامر تفویض کیے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ وہ کس طرح اطاعت و بندگی کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ يَحْذَرُ ۖ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَأْتُوا ۚ

زید فہمام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس آیت کریمہ **هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ** (سورہ ص: ۳۹) سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جناب سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کو رسول اللہ ﷺ کے لیے جاری فرمایا۔ جو چاہا انھیں عطا فرمایا اور جو نہ چاہا وہ عطا نہ فرمایا اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا، وہ جناب سلیمان سے کہیں افضل ہے اور فرمایا: **مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فُحْذَوْهُ ۖ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا** ۱

رسول اللہ ﷺ سات حجابوں میں

جناب زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے سنا رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان نہیں کی جاسکتی اور کس طرح ان کی صفت بیان کی جاسکے کہ جس کو اللہ نے سات حجابوں کے اندر رکھا ہو۔ اور ان کی اطاعت کو زمین والوں پر اس طرح فرض کیا۔ جس طرح ان کی اطاعت کو آسمانوں میں فرض کیا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فُحْذَوْهُ ۖ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا** اور جس نے اس کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی معصیت کی تو اس نے میری معصیت کی اور پھر اللہ نے انھیں دین کے امور تفویض فرمائے۔

امام علیہ السلام کے فرزند کا ولیمہ

جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے کسی بیٹے کا ولیمہ کیا تو اہل مدینہ کے بعض لوگوں نے اعتراض کیا۔ جب آپ کو خبر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا:

جس قدر اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو عطا کیا، اس قدر کسی نبی کو نہیں دیا بلکہ ان سے کئی حصے زیادہ عطا کیا۔ اتنا جناب سلیمان کو بھی نہیں ملا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۲ (سورہ ص: ۳۹)

اور رسول اللہ ﷺ کے لیے فرمایا: **مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فُحْذَوْهُ ۖ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا** ۳

بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث مروی ہے، آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو خلق فرمایا اور انھیں آداب سکھائے۔ جب آپؐ کی عمر چالیس سال ہوئی تو اللہ نے

آپؐ کی طرف وحی فرمائی اور تمام اشیاء آپؐ کے حوالے کیے اور فرمایا: **مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فُحْذَوْهُ ۖ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا**

کتاب خصال صدوق میں سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرآن کی مثل ہے، جس طرح قرآن کے احکام کچھ ناسخ ہیں اور کچھ منسوخ ہیں، عام ہیں اور خاص ہیں، محکم ہیں اور متشابہ ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے کلام کی دو صورتیں ہیں: ایک کلام عام ہے اور دوسرا خاص۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

آل محمد پر ظلم کرنے سے بچو

اصول کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اس زیر بحث آیت کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا:

مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا، واتقوا الله في ظلم آل محمد ان الله شديد العقاب لمن ظلمهم،

”تمہیں جو کچھ رسول دے دے لے لو اور جس سے منع کر دے اس سے ڈک جاؤ اور آل محمد پر ظلم کرنے سے بچو اور جس نے ان پر ظلم کیا تو اللہ عذاب دینے میں شدید ہے۔“

ایمان کا بھی گھر ہے اور کفر کا بھی گھر ہے

وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ..... الخ

”اور (وہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے (دارالہجرت مدینہ) میں مقیم تھے اور ایمان پر قائم تھے۔“

اصول کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایمان کا بھی گھر ہے اس طرح اسلام کا بھی گھر ہے اور کفر کا بھی گھر ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ایک قول نقل ہوا ہے: وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ يُجَبِّتُونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ..... الخ تک اس کی خبر ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بتوفیق کا مال مہاجرین کے علاوہ کسی اور میں تقسیم نہیں کیا سوائے دو یا تین آدمیوں کے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مجرور ہے اور اس کا عطف علی الفقراء والمہاجرین پر ہے۔

دین اسلام سراپا محبت ہے

يُجِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ.....

”وہ ایسے لوگوں کو جو ان کی طرف ہجرت کریں دوست رکھتے ہیں۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے زیاد! کیا تجھے معلوم نہیں، دین صرف اور صرف محبت ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ

کا یہ قول نہیں پڑھا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (سورہ آل عمران: ۳۱)

”اے رسول! ان لوگوں سے (کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ خدا

(بھی) تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جس میں پیغمبر اسلام علیہ السلام کو خطاب کیا گیا:

حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ (الحجرات: ۷)

”خدا نے تمہیں ایمان محبت دے دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں عمدہ کر دکھایا۔“

اور سورہ حشر میں فرمایا: يُجِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ

آپ نے فرمایا:

الدين هو الحب والحب هو الدين ”دین محبت ہے اور محبت دین ہے۔“

ایثار و محبت

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ

”اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہوں۔“

احسان علی ہری میں روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت عمر بن خطاب کی وفات کے بعد لوگوں میں

خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

نشدتکم باللہ ہل فیکم احد انزلت فیہ هذه الایۃ ”وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ

كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُؤْثِرْ شَخْ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ غیری؟ قالوا: لا۔

”میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے کہ جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہو، اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہوں، اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔“

ان سب نے کہا: نہیں آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر مجمع البیان میں جو روایت نقل ہوئی ہے، وہ کچھ یوں ہے: ایک دفعہ پیغمبر اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا: آپ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں بھوکا ہوں۔ آپ نے اپنے گھر سے کھاوانے کا حکم دیا لیکن گھر میں کھانا نہیں تھا تو پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا: کون ہے، جو اسے رات کا کھانا کھلا دے؟ اس وقت ایک انصاری اٹھا اور اُسے اپنے گھر لے آیا لیکن اُس کے گھر میں بھی سوائے بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ کھانا لا کر اُس کے سامنے رکھ دیا اور چراغ بھی گل کر دیا۔ اس کی بیوی نے بچوں کو بھلا کر انھیں سٹا دیا۔ جب بچے سو گئے تو میاں بیوی بھی رسول اللہ ﷺ کے مہمان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے اور اپنی زبانوں کو اپنے منہ کے اندر چلانے لگے کہ مہمان یہ خیال کرے کہ وہ بھی اُس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ مہمان نے بھی یہی خیال کیا اور جی بھر کر کھانا کھایا۔ وہ دونوں میاں بیوی اور اُن کے بچوں نے بھوک کی صورت میں رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور جب آپ کی نگاہ ان پر پڑی تو تبسم فرماتے ہوئے یہی آیت تلاوت فرمائی: وَيُؤْتِيكَ مِنْ عِلَالٍ آتَفِيفِينَ..... الخ

یہی روایت حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں موجود ہے۔

ابو طفیل سے روایت ہے کہ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نے لباس خریدا اور اُسے صدقہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، جو شخص اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے جنت دینے میں دوسروں پر ترجیح دے گا۔

کتاب خصال میں منقول ہے جمیل بن دراج سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہیں، جو سخاوت کرتے ہیں اور تم میں سے سب سے بدتر وہ ہیں، جو بخل کرتے ہیں۔ جو سب سے اچھے اعمال کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ نیکی کرے اور ان کی حوائج کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اس عمل سے شیطان کی ناک کو زمین پر رگڑا جاسکتا ہے اور جہنم سے بچا جاسکتا ہے اور جنت میں اپنا گھر بنایا جاسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے جمیل! میرے معنوی خُسن و جمال کے بیکرا اصحاب کو میری یہ حدیث سنا دو۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! آپؐ کی مراد کون اصحاب ہیں؟
 آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جو فحشی اور کسادگی کے زمانے میں اپنے ایمانی بھائیوں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور ان کی
 نصرت کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جن کے پاس مال و دولت زیادہ ہے، ان پر یہ کام آسان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان
 کی مدد فرمائی ہے، جن کے پاس اپنی ضرورت کا ہو اور وہ دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان
 میں فرمایا ہے:

وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُؤْتِكُمْ شَيْئًا فَاُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُتَعَلِّقُونَ ﴿٦٦﴾

”اور اپنی ذات پر وہ دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ضرورت مند ہیں اور جو لوگ اپنے
 نفس کے نکل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔“

اصول کافی میں ایک اور حدیث ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُس مومن کی تخصیص فرمائی
 ہے جو اپنے ایمانی بھائیوں کی اپنے مال میں سے معاذت کرتا ہے اگرچہ وہ مدد تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کوئی نیک نہیں ہے کہ
 انسان بہت سا مال خیرات کرے اور جس میں غلوں نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ
 أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ پھر فرمایا: وَمَنْ يُؤْتِكُمْ شَيْئًا فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَعَلِّقُونَ ﴿٦٦﴾
 جس نے اللہ کو پیچھا تا اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے اللہ سے محبت کی تو قیامت کے دن اللہ اُسے پورا
 پورا اجر عطا کرے گا اور اُسے بغیر حساب کے عطا کرے گا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اے جلیل! اپنے بھائیوں کو یہ حدیث سناؤ تاکہ انھیں نیک کی طرف رغبت ہو۔

کون سا صدقہ افضل ہے؟

ابو بصیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے مصومؓ سے پوچھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟

آپؐ نے فرمایا: تھوڑا ہو، اپنی ضرورت کے مطابق ہو اور اللہ کے راستے میں دے دیا جائے، کیا تو نے اللہ کا یہ قول
 نہیں سنا: وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ ”اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود
 ضرورت مند ہوں۔“

مومن کا حق ہے، دنیا سے فائدہ اٹھائے

علی بن ابراہیم نے روایت نقل کی ہے کہ سفیان ثوری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت امام علیہ السلام نے خوبصورت اور قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے اعتراض کیا کہ ایسا لباس آپ کو نہیں پہننا چاہیے۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: میری بات سنو اور اُسے یاد رکھو جو تیرے ہمیشہ کام آئے گی۔ تو نے آخر مرنا تو ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا: اگر مرد تو بدعت پر نہ مرد حق پر مرد۔ حیرت آگاہی کے لیے یہ خبر ہے جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، وہ زمانہ ٹھکی و مسرت کا زمانہ تھا۔ جب مال دنیا آنے لگے تو اُس پر صرف ان لوگوں کا حق ہے جو اہل ایمان ہیں نہ کہ وہ لوگ جو فاجر و فاسق ہیں۔ دنیا پر مومنین کا حق ہے نہ کہ منافقین کا۔ اس پر مسلمانوں کا حق ہے نہ کہ کافروں کا۔

بخل سے اللہ کی پناہ

طہ الشرائع میں ابویسیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخل سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! اے ابوبھرا آپ صبح و شام بخل سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے اور ہم بھی بخل سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُؤْتِكُمْ شَيْئًا فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَغْلِبُونَ ﴿٦﴾

”اور جو لوگ اپنے شے بخل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔“

صحیح البہیان میں حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا يجتمع الشح والایمان فی قلب راجل مسلم ولا يجتمع غبار فی سبیل اللہ

ودخان جہنم فی جوف راجل مسلم

”ایک مسلمان کے دل میں بخل اور ایمان اکٹھے نہیں ہو سکتے، جس طرح ایک مسلمان کے حکم میں رادو

جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔“

فح کیا ہے؟

من لا يحصره المقبرہ میں حدیث ہے: فضل بن ابی قرہ اہمدی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے

فرمایا:

أندهرى من الشحيح؟ قلت: هو البخیل فقال: الشح أشد من البخل إن البخیل يبخل بما في يده والشحيح يشح بما في أيدي الناس وعلى ما في يده حتى لا يرى في أيدي الناس شيئاً إلا تمنى أن يكون له بالحل والحرام، ولا يقنع بما رزقه الله عز وجل

”کیا تم جاننے ہو کہ فح کون ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ بخیل ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: فح بخل سے زیادہ سخت ہے۔ بخل تو وہ ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے، اس سے بخل سے کام لے لیکن فح وہ ہے، جو اس کے بارے میں بھی بخل کرتا ہو، جو لوگوں کے پاس ہے اور جو کچھ اس کے اپنے پاس ہے یہاں تک کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، وہ اس کی بھی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس کے ہاتھ آجائے چاہے حلال ہو یا حرام، اور جو رزق اللہ نے اُسے دیا ہے، وہ اس پر قناعت نہیں کرتا۔“

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس قدر فح نے اسلام کو نقصان پہنچایا، اس قدر کسی اور چیز نے نقصان نہیں پہنچایا۔ فح اس طرح چلتی ہے جس طرح چوٹی چلتی ہے، اور اس کے بھی شیعے ہیں، جس طرح شرک کے شیعے ہیں۔

ایک دفعہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: فح خالم سے زیادہ محذور ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تو نے غلط کہا ہے۔ ایک خالم جب ظلم کرتا ہے تو وہ توبہ کر سکتا ہے، وہ استغفار کر سکتا ہے۔ جو ظلم کیا ہے، وہ واپس کر سکتا ہے لیکن ایک فح نہ زکوٰۃ دیتا ہے، نہ صدقہ، نہ وہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ مہمان کی ضیافت اور نہ وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔ جنت اس پر حرام ہے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اے میرے اللہ! مجھے فح سے بچا

تفسیر فی میں روایت ہے، فضل بن ابی قرہ کا بیان ہے کہ میں بیت اللہ میں تھا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خانہ

کہہ کے طواف میں مصروف تھے۔ آپؐ نے رات کی ابتدا سے لے کر صبح تک طواف کیا اور اس دوران صرف یہی ایک کلمہ آپؐ کی زبان پر جاری رہا:

اللّٰهُمَّ قِنِي شَمَّ نَفْسِي
”اے میرے اللہ مجھے شَم سے بچائے رکھنا۔“

میں نے آپؐ کے حضور عرض کیا: اے میرے آقا! آپؐ پر قربان جاؤں میں نے ساری رات آپؐ کی زبان مبارک سے صرف یہی ایک دعا سنی، اس کے علاوہ آپؐ نے کوئی اور دعا نہیں مانگی؟
آپؐ نے فرمایا: نفسِ انسانی کے لیے اس سے بڑھ کر شدید خطرہ کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ يُؤَيِّدْ شَمَّ نَفْسِهِ فَإِنَّهُ يَكُونُ مِنَ الْفٰلِحِيْنَ ﴿۵۹﴾ ”اور جو لوگ اپنے نفس کے نکل سے محفوظ کر لے گئے ہیں پس وہ ہی لوگ کامیاب ہیں۔“

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۶۰﴾

”اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے حسد و کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو مہربان اور رحیم ہے۔“

یہ آخری ذریعہ بحث آیت مسلمانوں کے تیسرے گروہ کے بارے میں گفتگو کرتی ہے جو قرآن مجید کی ہدایت کی بنا پر ہمارے درمیان تابعین کے نام سے معروف ہیں لیکن آیت کے مفہوم کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ قیامت تک آنے والے غلط اہل اسلام اس کے صدق ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اولین کی غفلتوں کا پھل کھا رہے ہیں لہذا وہ ایمان میں اپنے اوپر سبقت رکھنے والوں کی فضیلت کے قائل ہیں۔ وہ اس طرح ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الخ

لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهَبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ
لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۱﴾ لَا يُقَاتِلُوْكُمْ جَمِيعًا ۖ اِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ
وَسَرَاءٍ جُدٍ ۖ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ

ریزہ ہو جاتا۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔

اللہ وہی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر غیب اور حاضر سے آگاہ ہے اور وہ رحمن و رحیم ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ حقیقی حاکم اور مالک وہی ہے۔ ہر عیب سے پاک ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، امن و امان دینے والا ہر چیز کا محافظ ہے۔ وہ غالب آنے والا، زور آور، بزرگی و عظمت والا ہے، اللہ اُس شرک سے پاک ہے، جو لوگ کرتے ہیں۔

وہی اللہ ہی خالق، موجد اور صورت گری کرنے والا ہے، جس کے لیے حسین ترین نام ہیں، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ غالب آنے والا بڑی حکمت والا ہے۔“

آنے والے کل کے لیے کچھ بھیجئے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ ۝

”اے ایمان والو! اللہ کی مخالفت سے ڈرو اور ہر انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک جو کچھ تم بجالاتے ہو، اللہ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے۔“

ان آیات میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے اپنی اخروی زندگی کے لیے کون سا ذخیرہ اعمال جمع کیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کے راستے میں خرچ کرو، چاہے تین سیر بکجوری ہوں یا اس سے بھی کم، یا مٹی بھر ہوں، یا اس سے بھی کم، یہاں تک کہ آدھا خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر کسی کو یہ بھی نہ مل سکے تو پھر وہ پاکیزہ ہاتوں سے دلوں کو خوش کرے اس لیے قیامت کے دن جب انسان ہار گا ویز دی میں پیش ہوگا تو اللہ پوچھے گا: میں نے تیرے متعلق ایسا اور ایسا نہیں کیا۔ کیا کان اور آنکھ تیرے اختیار میں نہیں دے؟ مال و اولاد تجھے عطا نہیں کیے؟ اس وقت بندہ عرض کرے گا: جی ہاں! تو نے سب کچھ عطا

کعبہ کے طواف میں معروف تھے۔ آپؐ نے رات کی ابتدا سے لے کر صبح تک طواف کیا اور اس دوران صرف یہی ایک کلمہ آپؐ کی زبان پر جاری رہا:

اللّٰهُمَّ قِنِي شَحْ نَفْسِي
”اے میرے اللہ! مجھے شح سے بچائے رکھنا۔“

میں نے آپؐ کے حضور عرض کیا: اے میرے آقا! آپؐ پر قربان جاؤں میں نے ساری رات آپؐ کی زبان مبارک سے صرف یہی ایک دعا سنی، اس کے علاوہ آپؐ نے کوئی اور دعا نہیں مانگی؟
آپؐ نے فرمایا: نفسِ انسانی کے لیے اس سے بڑھ کر شدید خطرہ کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ يُؤَيِّ شَحْمَ نَفْسِهِ فَاُولَٰئِكَ هُمُ السَّٰفِلُونَ ﴿۱﴾ ”اور جو لوگ اپنے نفس کے بھل سے محفوظ کر لیے گئے ہیں پس وہ ہی لوگ کامیاب ہیں۔“

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۲﴾

”اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنین کے لیے حسد و کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو ہرمان اور رحیم ہے۔“

یہ آخری ذریعہ بحث آیت مسلمانوں کے تیسرے گروہ کے بارے میں گفتگو کرتی ہے جو قرآن مجید کی ہدایت کی بنا پر ہمارے درمیان تابعین کے نام سے معروف ہیں لیکن آیت کے مفہوم کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ قیامت تک آنے والے غلبہ اہل اسلام اس کے مصداق ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اولین کی محنتوں کا پھل کھا رہے ہیں لہذا وہ ایمان میں اپنے اوپر سبقت رکھنے والوں کی فضیلت کے قائل ہیں۔ وہ اس طرح ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الخ

لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِك بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَىٰ مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ

شئى ١ ذلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ١٣ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاتُوا وِبَالٍ أَمْرِهِمْ ١٤ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ١٥
 كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ ١٦ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي
 بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ١٧ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا
 أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ١٨ وَذَلِكَ جَزَاؤُ الظَّالِمِينَ ١٩ يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ٢٠
 وَاتَّقُوا اللَّهَ ٢١ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ٢٢ وَلَا تَكُونُوا
 كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ٢٣ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ٢٤ لَا
 يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ٢٥ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ
 الْفَائِزُونَ ٢٦ لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا
 مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ٢٧ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ
 لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٢٨ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ٢٩ عَلِيمُ الْغَيْبِ
 وَالشَّهَادَةِ ٣٠ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ٣١ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 ٣٢ أَلَمْ يَكُنِ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ
 الْمُتَكَبِّرُ ٣٣ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ٣٤ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۖ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۲﴾

”یقیناً تم لوگوں کا خوف ان کے قلوب میں اللہ سے زیادہ ہے یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں، جو سوچ سمجھ نہیں رکھتے۔ یہ سب مل کر کبھی تم سے جنگ نہیں کریں گے مگر مضبوط قلعوں میں بند ہو کر یاد یواروں کے پیچھے سے اور وہ آپس میں بڑے طاقتور ہیں اور تم خیال کرتے ہو کہ وہ متحد ہیں حالانکہ ان کے قلوب پراگندہ ہیں، اس بنا پر کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ اُن کی مانند ہیں، جو اُن سے کچھ ہی پہلے اپنے کام کا مزہ چکے چکے ہیں اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور ان کا کام شیطان کی مشل ہے جو (پہلے) انسان سے کہتا ہے: کافر ہو جا اور جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو (شیطان) کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو عالمین کا پروردگار ہے۔ اب ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور یہ ستم گروں کی سزا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ کی مخالفت سے ڈرو اور ہر انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک جو کچھ تم بجا لاتے ہو، اللہ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے خدا کو فراموش کر دیا اور خدا نے بھی انہیں اپنا آپ بھلا دیا اور یہی لوگ قاسق ہیں۔

جہنم والے اور جنت والے یکساں نہیں ہیں۔ جنت والے ہی کامیاب ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور ریزہ

ریزہ ہو جاتا۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔
اللہ وہی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر غیب اور حاضر سے آگاہ ہے اور وہ رحمن و
رحیم ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ حقیقی حاکم اور مالک وہی ہے۔
ہر مہمب سے پاک ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، امن و امان دینے والا ہر چیز کا محافظ ہے۔ وہ
غالب آنے والا، زور آور، بزرگی و عظمت والا ہے، اللہ اُس شرک سے پاک ہے، جو لوگ
کرتے ہیں۔

وہی اللہ ہی خالق، موجد اور صورت گری کرنے والا ہے، جس کے لیے حسین ترین نام ہیں،
جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ غالب آنے والا بڑی
حکمت والا ہے۔“

آنے والے کل کے لیے کچھ بھیجئے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَيْرِ اللَّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۹﴾

”اے ایمان والو! اللہ کی مخالفت سے ڈرو اور ہر انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے آگے
’کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک جو کچھ تم بجا لاتے ہو، اللہ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے۔“
ان آیات میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے اپنی اخروی زندگی کے لیے
کون سا ذخیرہ اعمال جمع کیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کے راستے میں خرچ کرو، چاہے تین سیر بھجوریں ہوں یا اس سے بھی کم، یا مٹی بھر ہوں، یا اس
سے بھی کم، یہاں تک کہ آدھا خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر کسی کو یہ بھی نہ مل سکے تو پھر وہ پاکیزہ
ہاتوں سے دلوں کو خوش کرے اس لیے قیامت کے دن جب انسان ہار گا و ایزدی میں پیش ہوگا تو
اللہ پوچھے گا: میں نے تیرے متعلق ایسا اور ایسا نہیں کیا۔ کیا کان اور آنکھ حیرے اختیار میں نہیں
دے؟ مال و اولاد تجھے عطا نہیں کیے؟ اس وقت بندہ عرض کرے گا: جی ہاں! تو نے سب کچھ عطا

کیا تو اُس وقت اللہ فرمائے گا: تو پھر دیکھ کہ تو نے اپنے آگے کیا بھیجا ہے۔ وہ اُس وقت اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھے گا، اُسے کوئی چیز نہیں ملے گی، جس کے ذریعے وہ اپنا چہرہ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ سکے۔

کہیں آپ کو اللہ فراموش نہ کر دے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۵۹﴾
”اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جنہوں نے خدا کو فراموش کر دیا اور خدا نے بھی انہیں اپنا آپ بھلا دیا اور یہی لوگ فاسق ہیں۔“

خداوند تعالیٰ کی یاد انسان کو گناہوں سے دُور رکھتی ہے۔ جب انسان اپنے خدا کو بھولنے لگتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ گناہوں کی زندگی کو اختیار کرنے لگتا ہے۔ آخر ایک ایسی اسٹیج آتی ہے کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھتا تک بھی نہیں ہے۔ آخر کار خدا فراموشی خود فراموشی کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر وہ اس شعور کی دنیا سے نکل جاتا ہے کہ کون سی چیز اس کے لیے مفید ہے اور کون سی چیز مضر ہے۔

خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَالِيَوْمَ تَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا ۖ (سورۃ اعراف: ۵۱)
”پس آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے، جس طرح وہ اُس دن کے آنے کو بھولے ہوئے تھے۔“

اصحابِ نار اور اصحابِ جنت برابر نہیں ہیں

لَا يَسْتَوِي ۖ أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۶۰﴾
”جہنم والے اور جنت والے یکساں نہیں ہیں جنت والے ہی کامیاب ہیں۔“

میون الاخبار میں منقول ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت مذکورہ بالا کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازیں فرمایا: اصحابِ جنت وہ ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی اور میرے بعد علی کی ولایت و خلافت کو تسلیم کیا اور اصحابِ نار وہ ہیں، جنہوں نے علی کی ولایت و خلافت کا انکار کیا اور عہد کو توڑ ڈالا اور میرے بعد اُن سے جنگ کی۔

اگر اس قرآن کو ہم پہاڑ پر نازل کرتے!

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ
 ”اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔“

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے یہ مذکورہ بالا آیت پڑھی اور اس پر موت آگئی تو وہ شہید مرا ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جس نے سورہ حشر کا آخری حصہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

مفضل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 جس کسی نے صبح کے وقت تین مرتبہ پڑھا: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور سورہ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے وہ صبح سے لے کر شام تک اس پر درود و سلام پڑھتے رہتے ہیں۔ اگر اس آدمی پر اس دن موت آجائے تو وہ شہید مرتا ہے۔
 جس نے رات کو اس طریقے کو اپنایا تو اس کا اجر وہی ہے، جس کا ذکر منہجہ بالا طور میں کیا گیا ہے۔

اسمِ اعظم

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کا اسمِ اعظم کیا ہے؟
 آپ نے فرمایا: اپنے اوپر سورہ حشر کے آخر کو لازم کرو۔
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے سورہ حشر کا آخری حصہ دن یا رات کو پڑھا تو خداوند تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دیتا ہے۔

کتاب طبِ ائمہ میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس میں جہاں کہیں کوئی درم ہو تو اس کے لیے سورہ حشر کی ان آخری آیات کو درم پر پڑھو لیکن جب بھی پڑھو تو با وضو ہو کر پڑھو۔ نماز سے پہلے اور نماز کے بعد طہارت کے ساتھ درم پر پڑھو، یعنی لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ سے لے کر آخری سورہ تک پڑھو۔

کان کا علاج

چارہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بہرے پن کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: اپنے کان کو مس کرو اور کُواْ نَزَّلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ سے لے کر سورہ حشر کی آخری آیت تک

پڑھو۔

ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نالوے نام ہیں۔ جہاں اسم ہوتا ہے تو اس کا معنی بھی ہوتا ہے۔ ہر اسم سے مراد معبود برحق ہے۔ یہ تمام کے تمام اسماء اسم اللہ پر دلالت کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث ہے کہ ہشام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اسماء اور اُن کے خشقات کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا: اللہ کس سے مشتق ہے؟ آپ نے فرمایا: اے ہشام! اللہ الہ سے مشتق ہے اور الہ اپنے مالوہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اسم سبکی کا غیر ہوتا ہے۔ جس نے اسم کی معنی کے لیے عبادت کی تو اُس نے کفر کیا اور اس نے کسی چیز کی عبادت نہیں کی اور جس نے اسم اور اس کے معنی کی عبادت کی تو اُس نے شرک کیا اور دو کی عبادت کی، اور جس نے صرف معنی کی عبادت کی تو یہ ہے توحید، اسے وحدانیت کہا گیا ہے۔

جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ”اللہ“ کا معنی پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جو ہر چیز پر حکمران ہو، چاہے وہ چیز

چھوٹی ہو یا بڑی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر

اصول کافی میں منقول ہے: ائمن سان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی

تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: ”ہا“ سے مراد ہے بھاء اللہ۔

”سین“ سے مراد: سناء اللہ ہے۔

”میم“ سے مراد: محمد اللہ ہے۔

بعض نے میم سے مراد: ملک اللہ نقل کیا ہے۔

”اللہ“ سے مراد: اللہ کُلُّ شئیء ہے۔

”الرحمن“ سے مراد: جو اپنی تمام مخلوق پر رحم کرنے والا ہو۔

”الرحیم“ سے مراد: جو صرف مومنین پر رحم کرے۔

صحیفہ سجادیہ میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دعا

یا فارج الهم ویا کاشف الغم، یا رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمہا صل علی محمد
وآل محمد

”اے وہ ذات جو مصائب کو دور کرنے والی ہے اور غم و آلام سے نجات دلانے والی ہے۔ جو اس
دنیا اور آخرت میں رحمن ہے، اور دونوں جہانوں میں رحیم ہے۔“

اصول کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سلام کو عام کرو، پسندیدہ گفتگو کرو۔ جب رات کو لوگ سو جائیں تو اس وقت نماز شب پڑھو تو سلامتی کے ساتھ جنت
میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپؑ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھا: السَّلَامُ الْمُؤْمِنِ الْكَافِرِ۔
صاحب تفسیر قمی نے المیہ من کا معنی شاہد کیا ہے۔

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ﴿٥٠﴾

”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ غالب آنے والا بڑی حکمت
والا ہے۔“

اصول کافی میں روایت ہے: ہشام بن حکم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سبّان اللہ کا معنی
پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا معنی ہے: انفع اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ پاک و پاکیزہ اور منزہ ہے۔

کتاب توحید میں روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ”سبّان اللہ“
کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: ”سبّان اللہ“ وہ کلمہ ہے، جس سے بندہ اللہ کی تعظیم اور اس کے جلال کا اظہار کرتا ہے اور اس
کے ساتھ اس کی پاکیزگی کا اقرار کرتا ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں مشرکین کہتے ہیں، اُن سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔

جب کوئی بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو ہر فرشتہ اس پر درود پڑھتا ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی صانع کوئی صنعت بناتا ہے تو وہ کسی چیز سے بناتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو خالق ہے، لطیف ہے اور جلیل ہے، اس نے جب کائنات خلق کی تو کسی چیز سے خلق نہیں فرمایا (اس نے ہر چیز ایجاد کی)۔

تفسیر حق میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ کے لیے تین ساعات رات میں ہیں اور تین ساعات دن میں ہیں جن میں وہ اپنی تعجید بیان فرماتا ہے۔ جو دن کی ساعات ہیں، وہ صبح کے قریب سے شروع ہوتی ہیں اور مغرب کی نماز تک ہوتی ہیں۔

اور جو رات کی ساعات ہیں، وہ تہائی سے شروع ہوتی ہیں اور صبح کے طلوع تک ختم ہو جاتی ہیں وہ ان ساعات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”میں ہی معبود برحق ہوں اور عالمین کا پروردگار ہوں۔“	انی انا اللہ رب العالمین
”میں ہی معبود برحق ہوں اور ارفع و اعلیٰ ہوں۔“	انی انا اللہ العلیٰ العظیم
”میں ہی معبود ہوں غالب اور حکمت والا ہوں۔“	انی انا اللہ العزیز الحکیم
”میں ہی معبود برحق ہوں غفور اور رحیم ہوں۔“	انی انا اللہ الغفور الرحیم
”میں ہی معبود برحق ہوں اور رحمن اور رحیم ہوں۔“	انی انا اللہ الرحمن الرحیم
”میں ہی معبود برحق ہوں اور یوم جزا کا مالک ہوں۔“	انی انا اللہ مالک یوم الدین
”میں ہی معبود برحق ہوں اور ہمیشہ سے ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔“	انی انا اللہ لم انزل ولا انزل
”میں ہی معبود برحق ہوں اور میں خیر اور شر کا خالق ہوں۔“	انی انا اللہ خالق الخیر والشر
”میں ہی معبود برحق ہوں اور جنت و دوزخ کا خالق ہوں۔“	انی انا اللہ خالق الجنة والنار
”میں ہی معبود برحق ہوں ہر چیز کی ابتداء اور انتہا مجھ تک ہے۔“	انی انا اللہ ابدی کل شیء والی یعود
”میں ہی معبود برحق ہوں واحد اور بے نیاز ہوں۔“	انی انا اللہ الواحد الصمد

”میں ہی معبود برحق ہوں اور ظاہر و باطن کا عالم ہوں۔“

انی انا اللہ عالم الغیب والشہادۃ

”میں ہی معبود برحق ہوں اور مالک ہوں قدوس ہوں اور سلام ہوں۔“

انی انا اللہ الملك القدوس السلام

”میں ہی مومن، یکتا، عزیز، جبار اور حکیم ہوں۔“

المؤمن المیہمن العزیز الجبار المتکبر

”میں ہی معبود برحق ہوں، خالق ہوں، باری ہوں اور معبود ہوں۔“

انی انا اللہ الخالق البارئ المصور

”اسمائے حقّی میرے لیے ہیں۔“

لی الاسماء الحسنی

”میں ہی معبود برحق ہوں اور عظیم ہوں۔“

انی انا اللہ الکبیر

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ کون ہے کہ جس کے پاس کبریائی کی چادر ہو، جس نے اس ذات کے ساتھ ان تمام امور میں جھگڑا کیا تو اللہ اُسے جہنم رسید کرے گا۔

آپ نے فرمایا: جس عہد مومن نے اپنے دل کی گہرائیوں سے ان اسماء کے ساتھ اللہ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اس کی حاجات کو پورا کرتا ہے۔ اگر کوئی شقی ہو تو ان اسماء کی برکت سے سعید بن سکتا ہے۔

اسماء الحسنی

اصول کافی میں کتاب التوحید میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ جس نے ان اسماء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ اسماء یہ ہیں:

اللہ ، الہ ، الواحد ، الاحد ، الصمد ، الاول ، الآخر ، السیم ، البصیر ، القدیر ،
القاهر ، العلی ، الاعلی ، الباقي ، البدیع ، البارئ ، الاکرم ، الظاهر ، الباطن ، الحي ،
الحکیم ، العلیم ، الحلیم ، الحفیظ ، الحق ، الحسیب ، الحمید ، الحفی ، الرب ،
الرحمن ، الرحیم ، الذاری ، الرزق ، الرقیب ، الرؤف ، الرائی ، السلام ، المؤمن ،
المہیمن ، العزیز ، الجبار ، المتکبر ، السید ، السبوح ، الشہید ، الصادق ، الصائم ،
الظاهر ، العدل ، العفو ، القفور ، القنی ، القیام ، الفاطر ، الفرد ، الفتاح ، الفالقی ،
القدیم ، الملك ، القدوس ، القوی ، القریب ، القیوم ، القابض ، الباسط ، قاضی

الحاجات، المجيد، الولي، المنان، المحيط، المبين، المقيت، المصور، الكريم،
الكبير، الكافي، كاشف الضر، الوتر، النور، الوهاب، الناصر، الواسع، الودود،
الهادي، الوفي، الوكيل، الوارث، البر، الباعث، التواب، الجليل، الجواد، الخبير،
الخالق خير الناصرين، الديان، الشكور، العظيم، اللطيف، الشافي -

سُورَةُ الْمُتَحِنَةِ

سورة المتحنة مدینة آیاتھا ۱۳ و رکوعاتھا ۲
 ”سورة متحنہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورہ ممتحنہ کے مضامین

- ۱ اس سورہ میں کفار کے ساتھ ہر قسم کے تعلق کی ممانعت کی گئی ہے۔
- ۲ شوہر مسلمان اور بیوی کافرہ یا بیوی مسلمان اور شوہر کافر، اس قسم کے ازدواجی مسائل کے فیصلے۔
- ۳ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والی اور اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورتوں کے ایمان کا امتحان۔

- ۴ خواتین کی بیعت کی شرائط کا تذکرہ۔
- ۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا واقعہ۔
- ۶ جناب ابراہیم علیہ السلام کی مقدس دعا کا تذکرہ۔

سورہ ممتحنہ کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:
جو شخص سورہ ممتحنہ کو واجب اور مستحب نمازوں میں پڑھے گا اللہ اُس کے دل کو ایمان کے لیے خالص اور آمادہ کر دے گا اور اُسے نور بصیرت عطا کرے گا۔ اور ہرگز اُسے فخر و فاقہ دامن گیر نہ ہوگا اور وہ خود اور اس کی اولاد جنوں میں مبتلا نہ ہوگی۔
مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص سورہ ممتحنہ کی تلاوت کرے گا تمام مومنین و مومنات قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ۚ
يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ۚ إِنَّ كُنُتُمْ
خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ
بِالْمَوَدَّةِ ۚ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ
مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ① إِنَّ يَتَّقُواكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ
أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا
لَوْ تَكْفُرُونَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ③ قَدْ كَانَتْ
لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ
إِنَّا بَرَاءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ كَفَرْنَا بِكُمْ
وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ

وَحَدَّثَكَ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا تُغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ
لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا
وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا
وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۖ وَمَن
يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان سے محبت کا اظہار
کرنے لگو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے، وہ اس کے منکر ہیں اور وہ رسول اور تم کو اس
جرم میں مبتلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پالنے والے اللہ پر ایمان لائے ہو (ایمانت کرو)۔
اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا حاصل کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم چھپ کر
ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو، میں اُسے خوب جانتا
ہوں۔ تم میں سے جو بھی اس طرح کرے، وہ سیدھے راستے سے ہٹک گیا۔

اگر وہ لوگ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں اور بُرائی کے ساتھ تمہاری طرف ہاتھ
بڑھائیں گے اور اپنی زبانیں بھی دراز کریں گے اور وہ چاہیں گے کہ تم کافر ہو جاؤ۔ تمہارے
رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دیں گے۔ قیامت کے دن اللہ
تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہے۔

تم لوگوں کے لیے یقیناً جناب ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے بیزار ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ظاہر ہوگی، جب تک کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ۔ ہاں! البتہ ابراہیمؑ نے اپنے (منہ بولے) باپ (حقیقی چچا) سے کہا تھا: میں آپ کے لیے مغفرت طلب کروں گا مگر میں اللہ کے حضور تمہارے لیے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا ہے اور ہم نے تیری ہی طرف رجوع کیا ہے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے پالنے والے! تو ہمیں کفار کی آزمائش میں مت ڈال اور ہماری مغفرت فرما۔ ہمارے پروردگار! یقیناً تو ہی بڑا غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔ بے شک تمہارے لیے انہی لوگوں میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتے ہیں اور جو کوئی اعراض کرے تو اللہ یقیناً بے نیاز اور حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔“

شان نزول

تفسیر فی میں اس سورہ کا شان نزول کچھ یوں بیان ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ

”اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم اُن سے محبت کا اظہار کرنے لگو۔“

یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

تفسیر مجمع البیان میں مقول ہے: ایک عورت جس کا نام سارہ تھا مکہ کی رہنے والی تھی۔ وہ مکہ سے مدینہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ پیغمبر اکرمؐ نے اُس سے فرمایا: کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ اُس نے عرض کیا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تو وہاں سے ہجرت کر کے آئی ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تو ادھر کیوں آئی ہے؟

اُس نے عرض کیا: آپؐ ہماری اصل ہیں اور ہمارے قبیلہ سے ہیں، میرے تمام سرپرست فوت ہو گئے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہو گئی ہوں، اس لیے آپؐ کے پاس حاضر ہوئی ہوں کہ آپؐ میری مدد کریں، لباس اور سواری عطا کریں۔

آپؐ نے فرمایا: مکہ کے جوان کہاں چلے گئے ہیں (آپؐ کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ عورت گلوکارہ تھی اور جوانوں کے لیے گلوکاری کیا کرتی تھی)۔

اُس نے کہا: جنگجو بدر کے بعد کسی نے مجھ سے گانے کی فرمائش نہیں کی۔ آپؐ نے عبدالمطلب کی اولاد کو حکم دیا کہ وہ اس کی مدد کریں۔ انھوں نے اُسے لباس، سواری اور زاد و راہ عطا کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے، جب آپؐ فتح مکہ کی تیاری کر رہے تھے۔

اس موقع پر مشہور صحابی حاطب بن ابی بلتعہ جو جنگجو بدر میں اور بیعت رضوان میں شریک تھا سارہ کے پاس آیا۔ اُس نے ایک خط اس کے حوالے کیا اور کہا: یہ خط اہل مکہ کے حوالے کر دینا۔ اُس نے اُسے دس دینار یا دس درہم دیے اور ایک یعنی کپڑا بھی اُسے دیا۔

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمھاری طرف آنے کی تیاری کر رہے ہیں، لہذا تم اپنے دفاع کے لیے تیار رہو۔ اس عورت نے خط لیا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

جناب جبریلؑ نے اس واقعہ کی اطلاع جناب پیغمبر اکرم ﷺ کو پہنچائی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ، عمار یاسر، عمرو، زبیر، طلحہ، مقداد بن اسود اور ابو مرثد کو حکم دیا کہ وہ سوار ہو کر مکہ کی طرف جائیں۔ آپؐ نے اُن سے یہ بھی فرمایا: کہ انھیں راستے میں ایک سارہ نامی عورت ملے گی۔ وہ شرکین مکہ کے لیے حاطب کا خط لے کر جا رہی ہے۔ تم اُس سے یہ خط لے لینا۔ وہ وہاں سے چل پڑے اور راستے میں جس منزل کی رسول اللہ ﷺ نے نشاندہی فرمائی تھی، وہاں انھیں وہ عورت مل گئی۔

جب اُس سے خط کے بارے میں پوچھا گیا تو اُس نے قسم کھائی کہ اس کے پاس خط نہیں ہے۔ انھوں نے اس کے سامان سفر کی تلاش کی لیکن انھیں اُس کے سامان سے کچھ نہ ملا۔ صحابہ نے کہا: واپس چلیے اُس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

حضرت امام علیؑ نے فرمایا: واللہ ما کذبنا ولا کذبنا، ”نہ تو ہمارے پیغمبر اکرم ﷺ نے جھوٹ کہا ہے اور نہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔“ آپؐ نے تلوار سونپی اور فرمایا: خط نکال ورنہ خدا کی قسم! میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ سارہ نے جب اس صورت حال کو دیکھا تو اُس نے خط کو جو اُس نے اپنے گیسوؤں میں چھپا رکھا تھا، باہر نکالا اور آپؐ کے حوالے کر دیا۔ ان لوگوں نے خط لیا اور واپس مدینہ کی طرف چل پڑے اور پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آنحضرت ﷺ نے حاطب کو اپنے ہاں بلوایا اور فرمایا: اس خط کو جانتے ہو کہ یہ کس کا خط ہے؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا ہے؟

اُس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بخدا! جس دن سے میں مسلمان ہوا ہوں، ایک لمحہ کے لیے کافر نہیں ہوا اور کبھی آپ سے خیانت نہیں کی ہے۔ جب سے مشرکین کو چھوڑا ہے، ان کی دعوت قبول نہیں کی لیکن ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان سب مہاجرین کے کچھ نہ کچھ تعلق دار مکہ میں ہیں، جو مشرکین کے مقابلے میں ان کے گھر والوں کی حمایت کرتے ہیں مگر میں ان کے درمیان اجنبی ہوں اور میرے گھر والے اُن کے ہاتھوں گرفتار ہیں۔ میں نے چاہا کہ اس طرح سے اپنا ایک حق ان کی گردنوں پر رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آخر کار خدا انھیں مغلوب کرے گا اور میرا خط انھیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کی اس معذرت کو قبول کر لیا۔ اس دوران حضرت عمر بن خطاب نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

نہیں، یہ بدر کے غازیوں میں سے ہیں۔ خدا کی ان پر خاص نظر ہے (تو اس موقع پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں جن میں مسلمانوں سے کہا گیا: مشرکین اور اللہ کے دشمنوں سے ہر قسم کی دوستی کو ترک کر دیجیے)۔

قیامت کے دن نہ رشتہ داری فائدہ دے گی اور نہ اولاد

لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُفْصَلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۰﴾
 ”تمہارے رشتہ دار اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دیں گے۔ قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہے۔“

اصول کافی میں حدیث ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے ایک آدمی سے فرمایا:

ان كنت لا تطيع خالقت فلا تاكل رزقه

وان كنت والست عدوة فاخرج من ملكه

وان كنت غير قائم بوضاء وقدرة فاطلب ربها سواها

”اگر تو اپنے خالق کی اطاعت نہیں کر سکتا تو پھر جو رزق تو کھا رہا ہے، اُس کا ہے مت کھا۔ اگر تو نے اس کے دشمن کی اطاعت کر رکھی ہے تو یہ ملک اس کا ہے، اس کے ملک سے نکل جا۔

اگر تو اس کی رضا اور اس کی قدر پر قانع نہیں ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور پروردگار تلاش کر۔“

اصول کافی میں ابو عمرو ذہیری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کفر

کی کتنی صورتیں ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا:

کفر کی کتاب اللہ میں پانچ صورتیں ہیں۔ ان پانچ میں سے ایک کفر برأت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم کے

قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِإِسْلَامِي وَحْدَةِ

”جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے بیزار ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے

بغض و عداوت ظاہر ہوگی، جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ۔“

حب فی اللہ، وبتغض فی اللہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے ہی بغض رکھا اور اللہ ہی

کے لیے عطا کیا، پس ایسا شخص ہی کامل الایمان ہے۔

ایک اور حدیث ہے: امام علیہ السلام نے فرمایا:

من اوثق عرى الايمان ان تحب في الله وتبغض في الله وتعطي في الله وتمنع

في الله

”ایمان کو سب سے زیادہ محکم کرنے والی شے یہ ہے کہ تو خدا کے لیے دوستی رکھے، خدا کے لیے ہی

دشمنی رکھے، خدا کے لیے ہی بخشش کرے اور خدا کے لیے ہی بخشش کو روک دے۔“

اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہر وہ شخص جو دین کی بنیاد پر محبت نہیں رکھتا اور دین کی بنیاد پر بغض نہیں کرتا، اس کا کوئی دین نہیں ہے۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً ۖ
وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۖ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ ⑤ لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ
الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ
تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ⑥ إِنَّمَا
يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ
دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوهُمْ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ
فَإُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ⑦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ
الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَاِمْتَحِنُوهُنَّ ۚ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۚ فَإِنْ
عَلِمْتُهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ
وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ وَاتُّوهُنَّ مِمَّا أَنْفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُسْكَوْا بِعَصَمِ
الْكُوفَرِ وَسَلُّوْا مِمَّا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَلُوكُمَا أَنْفَقُوا ۚ ذَلِكُمْ حُكْمُ
اللَّهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑧ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ
مِّنْ أَرْوَاحِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَابِتُمْ فَاثُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَرْوَاحُهُمْ
مِثْلَ مِمَّا أَنْفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ⑨

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَاطِنُ عَلَيْكَ عَلَى أَنْ لَا يُمْسِرْنَ
 بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا
 يَأْتِينَ بِمُهْتَنٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ
 فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَعْفِفْ لَهُنَّ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ﴿١٢﴾
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ
 يَاسُوْا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِيسُ الْكُفَّاءُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۖ ﴿١٣﴾

”ممکن ہے کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم عداوت کر رہے ہو، محبت پیدا فرمادے اور اللہ قادر ہے، معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ اللہ نے تمہیں ان لوگوں سے جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گمروں سے نہیں نکالا، نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

اللہ تو تمہیں صرف اُن لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے، جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گمروں سے نکالا ہے یا تمہارے باہر نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے، اور جو ان لوگوں سے دوستی کرے گا پس وہی لوگ ستم گرد ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! جب مومنہ عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آجائیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ پھر جب تم انہیں ایمان دار پاؤ تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ بھیجو، نہ وہ ان (کافروں) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر لوگ) اُن کے لیے حلال ہیں اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے، وہ اُن (کافر

شوہروں) کو واپس کر دو اور جب تم اُن عورتوں کے ہر انھیں ادا کر دو تو ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور تم بھی کافرہ بیویوں کو ہرگز اپنی زوجیت میں نہ رکھو، اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے، وہ اُن سے مانگ لو اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے، وہ (کافر) بھی تم سے مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان حکم کرتا ہے اور خدا عظیم ہے اور حکیم ہے۔

اور اگر تمہاری کوئی بیوی تم سے نکل کر کافروں کی طرف چلی جائے اور تم جنگ میں ان پر کامیابی حاصل کر لو اور مال غنیمت تمہارے ہاتھ آ جائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں تو ان کو اتنا مال دے دو، جتنا ان لوگوں نے خرچ کیا ہے۔ اللہ کی مخالفت سے بچو کہ جس پر تم سب ایمان رکھتے ہو۔

اے نبی! جب مومنہ عورتیں آپ کے پاس آئیں اور آپ سے ان شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ چوری نہیں کریں گی، زنا کا ارتکاب نہ کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کے آگے کوئی افترا اور بہتان باندھیں گی اور نیک کاموں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لیے بارگاہِ خداوندی میں بخشش طلب کیجیے اور اللہ یقیناً بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اے ایمان والو! اس قوم سے دوستی نہ کرو جس پر اللہ نے غضب کیا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح کافر لوگ قبروں میں مایوس ہیں۔“

تفسیر آیات

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَّوَدَّةً ۚ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۙ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٠﴾

”ممکن ہے کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم عداوت کر رہے ہو، محبت پیدا فرما دے اور اللہ قادر ہے، معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اہل ایمان کو حکم دیا کہ کافر لوگ جب تک اپنے کفر پر باقی رہیں، اُن سے بیزار رہیں۔ آخر وہ وقت آیا، ہجرت کا آٹھواں سال تھا، مکہ فتح ہو گیا اور اہل مکہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ دشمنی و عداوت محبت و دوستی میں بدل گئی۔

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اہل مکہ کے قریب ہو گئے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات پیدا کیے۔ آپس میں ازدواجی زندگیوں کا آغاز بھی ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی بیٹی جناب ام حبیبہ سے عقد فرمایا۔

لَا يَهِنُ لَكُمْ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ①

”اللہ نے تمہیں ان لوگوں سے جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

اس آیت کے مطابق غیر مسلم افراد دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ وہ جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی اور انہیں اپنے گھروں سے جبراً نکالا تو اہل اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُن سے تعلق کو ختم کر دیں۔ لیکن ایک دوسرا گروہ جو کافر و شرک کے باوجود مسلمانوں سے نہ دشمنی رکھتا تھا اور نہ ان کی حمایت کرتا تھا تو ان سے اظہار محبت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اگر ان سے کوئی معاہدہ کیا ہوا ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیے۔ اس گروہ کا مصداق قبیلہ خزاعہ تھا، جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ عدم مخالفت کا عہد باندھا ہوا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۚ - اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۚ فَإِنْ عَيَسْتُمْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ - النِّع

”اے ایمان والو! جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ پھر جب تم انہیں ایمان دار پاؤ تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ بھیجو“..... الخ

شان نزول

مجمع البیان میں ابن عباس سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں مشرکین مکہ سے ایک معاہدہ فرمایا تھا۔ اس معاہدے کی ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص اہل مکہ میں سے مسلمانوں کے ساتھ آئے تو مسلمان اُسے واپس کر دیں گے لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر واپس مکہ کی طرف پلٹ جائے تو اہل مکہ اُسے واپس نہیں کریں گے۔ اس دوران ایک خاتون جس کا نام سوجہ تھا، اس نے اسلام قبول کر لیا اور حدیبیہ میں مسلمانوں سے آئی۔ اس کا شوہر اس کے پیچھے آیا اور اُس نے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں کہا: اے محمد! میری بیوی مجھے واپس کر دو کیونکہ معاہدہ کی شرط یہی ہے۔ معاہدہ ابھی لکھا گیا ہے، جس کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی۔ اس پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔

اسلام میں داخل ہونے والی عورتوں کا امتحان

ابن عباس کہتے ہیں کہ ان عورتوں کا امتحان یہ تھا کہ اُن سے قسم لی جائے کہ ان کی ہجرت شوہر سے بغض، کینہ یا نین زمین سے لگاؤ یا کسی دنیاوی مقصد کے تحت نہیں ہے۔ ان کی موت صرف اسلام کے لیے ہے۔ اس عورت سوجہ نے قسم کھائی کہ ایسا ہی ہے۔ اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ نے وہ حق ہر جو اُس کے شوہر نے اس کو دیا تھا اور جو اخراجات اس کے شوہر نے کیے تھے اس کے شوہر کو ادا کر دیے اور فرمایا: معاہدہ کی شرائط کے مطابق صرف مردوں کو واپس کرنا تھا نہ کہ عورتوں کو۔ اس خاتون سے حضرت عمر بن خطاب نے عقد کر لیا۔

اس طرح ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط اسلام قبول کر کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلی آئی تو اُس کے دو بھائی اس کے پیچھے آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ہمارے تمہارے درمیان صرف مردوں کی واپسی کی شرط تھی نہ کہ عورتوں کی۔ آپؐ نے ان کے مطالبے کو رد کر دیا۔

جہاں کا کہنا ہے کہ عورتوں کی واپسی کی شرط کسی صورت میں جائز نہ تھی کیونکہ جب کوئی عورت اسلام لاتی ہے تو وہ اپنے کافر شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ پھر اُسے کیسے واپس کیا جاتا۔

وَلَا تُنْسِكُوا إِلَيْهِمُ الْكُفْرَ وَالْظُّلْمَ..... ”تم بھی کافرہ بیویوں کو ہرگز اپنی زوجیت میں نہ رکھو۔“

اصول کافی میں روایت ہے: زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اہل

کتاب سے عقد نہ کرو۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں، اس کی حرمت کہیں واقع بھی ہے؟ تو آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: وَلَا تُسَيِّدُوا بَعْضُكُمُ الْآخَرُونَ

فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَرْوَاحُهُمْ وَمِثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾
 ”جن کی بیویاں چلی گئی ہیں تو ان کو اتنا مال دے دو، جتنا ان لوگوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ کی مخالفت سے بچ، جس پر تم سب ایمان رکھتے ہو۔“

گذشتہ آیت کے مطابق مسلمان اس قسم کی عورتوں کا حق ہر کفار سے لے سکتے تھے، جیسا کہ وہ حق رکھتے تھے کہ وہ اپنی ان بیویوں کا حق ہر مسلمانوں سے لے لیں، جو اسلام سے وابستہ ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئی ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ کچھ ایسی عورتیں بھی تھیں، جو اپنے مسلمان شوہروں سے جدا ہو کر کافروں سے جا ملی تھیں تو پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کا حق ہر جنگی غنائم سے ان کے شوہروں کو ادا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب کی بیوی فاطمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ نے ان کے ساتھ ہجرت کرنا پسند نہ کیا اور وہاں مکہ میں رہ گئی اور اس نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ عمر جتنی غنائم سے دے چکے ہیں، انھیں جنگی غنائم سے دیا جائے۔

عورتوں کی بیعت کی شرائط

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبِيغُ عَنكَ عَلَى أَنْ لَا يُسَوِّغَنَّ لِلَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقَنَّ وَلَا يَزْنِيَنَّ..... الخ

”اے نبی! جب مومنہ عورتیں آپ کے پاس آئیں اور آپ سے ان شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا کا ارتکاب نہیں کریں گی..... الخ“
 اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو مردوں نے آپ کی بیعت کی تو عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لیے آئیں، تو مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی اور ان کی بیعت کی تفصیل بیان کی تو اس مقام پر ابوسفیان کی بیوی ہند بول پڑی۔ ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا ہوا تھا مگر جب وہ بڑھے ہوئے تو آپ نے انھیں قتل کر دیا۔ اب آپ اور وہ خود بہتر جانتے ہیں۔

ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں کون سے اچھے کام کرنے چاہئیں؟

آپؐ نے فرمایا: نوحہ کرتے ہوئے اپنے منہ کو نہ نوچیں اور گریبان نہ پھاڑیں، واویلا نہ کریں اور اشعار میں بین نہ کریں۔ روایات میں ہے: جب عورتوں نے آپؐ کی بیعت کرنا چاہی تو آپؐ نے ایک پانی کا بڑا پیالہ منگوا یا اور اپنا ہاتھ اس پانی کے برتن میں رکھ دیا۔ عورتیں اپنے ہاتھ برتن کے دوسری طرف رکھ دیتی تھیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بیعت کے وقت ہند نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا۔ وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی، جب آپؐ کو وہ صفا پر تشریف فرما تھے۔ عورتوں کی ایک جماعت بھی ہند کے ساتھ تھی، جب پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: میں تم عورتوں سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم کسی چیز کو خدا کا شریک قرار نہیں دو گی۔ ہند نے اعتراض کیا اور کہا: آپؐ ہم سے ایسا عہد لے رہے ہیں، جو آپؐ نے مردوں سے نہیں لیا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کی بات کی پروا نہ کی اور اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھا اور فرمایا: تم چوری بھی نہیں کرو گی۔ پھر ہند بول پڑی: ایوسفیان ایک کنجوس اور بخیل آدمی ہے۔ میں نے اس کے مال میں سے کچھ چیزیں لی ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ وہ انھیں مجھ پر حلال کرے گا یا نہیں۔ ایوسفیان بھی وہاں موجود تھا۔ اُس نے کہا: جو کچھ تو نے گذشتہ دور میں لے لیا ہے وہ میں نے تجھ پر حلال کر دیا ہے لیکن آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

اس پر پیغمبر گرامی ﷺ نے فرمایا: کیا تو ہند ہے؟ اس نے کہا: ہاں میں ہند ہوں یا رسول اللہ! پچھلے اُمور آپؐ بخش دیجیے، خداوند آپؐ کو بخشے۔ آپؐ نے فرمایا: تم زنا سے آلودہ نہیں ہوں گی۔

اس وقت ہند نے ازراہ تعجب کہا: کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟

حاضرین میں سے زمانہ جاہلیت میں جو لوگ اس کے حال سے واقف تھے ہنسنے لگے کیونکہ ہند کا سابقہ زمانہ سب کے سامنے تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی تو پھر ہند بول پڑی اس کی گفتگو کا ذکر ہو چکا ہے۔

جب آپؐ نے فرمایا: بہتان اور تہمت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا تو ہند نے کہا: بہتان قبیح ہے اور آپؐ ہمیں اچھائی اور نیکی کا سبق دے رہے ہیں۔ مکارم اخلاق کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کرتے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تمام اچھے کاموں میں میرے حکم کی اطاعت کرو گی۔ ہند نے کہا: میں یہاں اس لیے نہیں بیٹھی ہوں کہ ہمارے دل میں آپؐ کی نافرمانی کا ارادہ ہو۔

سُورَةُ الصَّفِّ

سورة الصف مدینة آیاتھا ۱۴ و رکوعاتھا ۲
 ”سورة صف مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چودہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ صف کے مضامین

سورۃ صف جس کا آغاز خداوند تعالیٰ کی تسبیح سے ہوا ہے اس کے مضامین کو دس حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ❖ قول فصل میں ہم آج کی تاکید اور قول فصل میں تضاد کی ممانعت کی بحث۔
- ❖ عزم راسخ اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر جہاد کرنے کی تعریف۔
- ❖ پیغمبر گرامی ﷺ سے سلوک کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کریں، جو خدا نے فرمایا ہے۔ اس طرح نہ کریں، جس طرح بنو اسرائیل نے جناب موسیٰ و ہارون کے ساتھ کیا تھا۔
- ❖ دین اسلام کے غلبہ کی بشارت اور اس کے دشمنوں کو ناکامی کی وعید۔
- ❖ جناب عیسیٰ کا اپنی قوم کو خوشخبری دینا کہ اُن کے بعد ایک عظیم الشان رسول آنے والے ہیں۔
- ❖ خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ایک ایسا مفید کاروبار ہے جس میں نفع ہی نفع ہے۔
- ❖ مسلمانوں کو اس امر کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ جناب عیسیٰ کے حواریوں کی طرح دین کی نصرت کریں۔
- ❖ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔
- ❖ اسلامی فتوحات کی پیشین گوئیاں۔
- ❖ جو لوگ خدا پر بہتان باندھتے ہیں، وہ قاطعاً ناکام ہوتے ہیں۔

سورۃ صف کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص سورۃ صف کی اپنے فرائض و نوافل میں تلاوت کی مداومت کرے تو خدا اُسے قیامت کے دن اپنے ملائکہ اور اپنے انبیاء و مرسلین کی صف میں کھڑا کرے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 جس نے سورہ صف کی تلاوت کی اس کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رحمت کی دعا کریں گے۔ جب تک وہ دنیا میں زندہ
 ہے، اس کے لیے استغفار کریں گے اور قیامت کے دن وہ ان کا رفیق اور ساتھی ہوگا۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ②
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ③ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بَنِيَانٌ مَرْصُوصٌ ④ وَإِذْ
قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ⑤
رَأْسُوكَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ⑥ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِبَنِيَّ
إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ
الْتَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا
جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑦

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ سب خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جس پر تم عمل نہیں کرتے۔“

اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ ایسی بات کرو کہ جس پر تم عمل نہیں کرتے۔
یقیناً خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے، جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں
گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف
دیتے ہو حالانکہ تمہیں علم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔
پس جب وہ لوگ حق سے منحرف ہو گئے تو اللہ نے ان کے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا اور خدا فاسق
لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اور اُس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ
کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میں اس کتاب کی جو مجھ سے قبل بھیجی گئی ہے یعنی تورات کی تصدیق
کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا جس کا
نام احمد ہوگا لیکن جب وہ (احمد) معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ آئے، ان کی طرف آیا
تو انہوں نے کہا: یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے۔“

تفسیر آیات

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اٰمِنُوۤا لِمَ
تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفْعَلُوۡنَ ۝

”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ سب خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ سب پر غالب اور حکمت
والا ہے۔“

تفسیر فی میں روایت ہے: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے وعدہ کیا کہ وہ اُن کی
صرت کریں گے اور اُن کے حکم کی مخالفت نہیں کریں گے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو عہد کیا ہے، اس کو
نہیں توڑیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، اس پر عمل نہیں کریں گے۔

اس لیے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

”اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کرو جس پر تم عمل نہیں کرتے۔“

اصول کافی میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن کا اپنے مومن بھائی سے وعدہ کرنا ایک قسم کی نذر ہے، اگرچہ اس کا کفارہ نہیں ہے۔ جو شخص وعدہ خلافی کرے گا تو اس نے خدا کی مخالفت کی ہے اور خود کو غضب کا مستحق بنالیا ہے۔ وہی چیز ہے، جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ

”اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے۔“

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: وعدہ خلافی اللہ کے غیض و غضب کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

”اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کرو کہ جس پر تم عمل نہیں کرتے۔“

اللہ کے محبوب

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنَيَّاءُ مَرْضُوعُونَ ۝

”یقیناً خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے، جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ سب سے پلائی ہوئی دیوار ہیں۔“

مصباح شیعہ الطائفہ میں روایت ہے کہ خدمت کے دن حضرت امام علی علیہ السلام نے خطبہ دیا، جس میں آپ نے فرمایا:

اے صاحبان ایمان! جان لو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنَيَّاءُ

مَرْضُوعُونَ ۝

آپؐ نے فرمایا: اس ”سبیل“ کے بارے میں جانتے ہو؟ اَنَا سَبِيلُ اللَّهِ ”اللہ کی سبیل میں ہوں“۔ اس ذات نے اپنے نبیؐ کو اپنے عہد کے بعد مجھے اس کا خلیفہ و جانشین بنایا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقْوِرْ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
”اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، حالانکہ تمہیں علم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔“
اس آیت کریمہ میں قارون کی سازش کی طرف اشارہ ہے جو اس نے جناب موسیٰ کے خلاف کی تھی۔

میں احمدؑ کے ظہور کی بشارت دیتا ہوں

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ
وَمِنَ التَّوْرَةِ وَمُؤْتَمِرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا
هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ①

”اور اُس وقت کو یاد کرو، جب عیسیٰ ابن مریمؑ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میں اس کتاب کی جو مجھ سے قبل بھیجی گئی ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمدؑ ہوگا لیکن جب وہ (احمد) مجرات اور واضح دلائل کے ساتھ ان کی طرف آیا تو انھوں نے کہا: یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے۔“

تفسیر فی میں ہے کہ کچھ یہودی رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہا: آپ کو احمد، محمد، بشیر و نذیر کیوں کہا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

اما محمد فانی فی الارض محمود

واما احمد فانی فی السماء احمد منی فی الارض

واما البشیر فابشر من اطاع الله بالجنة

واما النذیر فانذر من عصی الله بالنار

”میں محمد ہوں اور میں زمین میں محمود ہوں، میں احمد ہوں، پس میں آسمان میں احمد ہوں اور زمین

میں ہوں، میرا نام بشیر اس لیے ہے کہ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو میں اُسے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ میرا نام نذیر ہے، اللہ کے حضور نافرمانی کرنے والوں کو انداز کرتا ہوں۔“

دو اسموں والے چھ نبی

مسجد کوفہ میں جب کچھ لوگوں نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام پر سوالات کیے تو ان میں سے ایک آدمی نے آپؐ سے پوچھا کہ چھ ایسے نبی ہیں جن کے دو نام ہیں: وہ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا:

① یوشع بن نون اُن کا دوسرا نام ذوالکفل ہے۔

② حضرت یعقوبؑ اُن کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔

③ جناب خضرؑ اُن کا دوسرا نام حلین ہے۔

④ جناب یونسؑ اُن کا دوسرا نام ذوالنون ہے۔

⑤ جناب عیسیٰؑ جن کا دوسرا نام مسیح ہے۔

⑥ حضرت محمد ﷺ جن کا دوسرا نام احمد ہے۔ ان تمام پر اللہ کے درود و سلام ہوں۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ جب ابوامامہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: آپؐ کے امر کی

ابتدا کب ہوئی؟

آپؐ نے فرمایا: میرے امر کی ابتدا اس وقت ہوئی، جب میرے بابا ابیہاشمؑ نے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا۔ جناب عیسیٰؑ

نے میرے آنے کی بشارت دی اور جس وقت میں اپنی ماں کے حکم سے باہر آیا، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے دس نام ہیں۔ پانچ نام قرآن میں ہیں اور پانچ قرآن

میں نہیں ہیں۔ وہ جو قرآن میں ہیں وہ یہ ہیں: ① محمد، ② احمد، ③ عبد اللہ، ④ یحییٰ، ⑤ ن۔

مامون عباسی کے دربار میں مختلف ادیان کے علماء سے حضرت امام رضا علیہ السلام کا مباحثہ

مامون کے دربار میں جہاں دوسرے مذاہب کے علماء نے آپؑ سے مناظرہ کیا، وہاں ایک نصرانی عالم نے بھی

آپؑ سے مناظرہ کیا۔ وہ مناظرہ کچھ اس طرح ہوا:

جاظین نصرانی: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور اُن کی کتاب کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ کیا آپ عیسیٰ کی نبوت یا اُن کی کتاب کے کسی حصے کا انکار کرتے ہیں؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور اُن کی کتاب کا اقرار کرتا ہوں۔ انھوں نے اپنی امت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی تھی اور اُن کے حواریوں نے اقرار کیا اور میں ہر اس عیسیٰ کی نبوت کا انکار کرتا ہوں، جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اُن کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اپنی امت کو ان کی بشارت نہیں دی۔

جاظین: کیا ہر دعویٰ کے اثبات کے لیے دو عادل گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: جی ہاں!

جاظین: آپ کوئی دو عادل گواہ پیش کریں، جن کا تعلق آپ کی ملت سے نہ ہو اور دنیا کے عیسائیت بھی انھیں قبول کرتی ہو، اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دیں اور اگر آپ چاہیں تو نبوت حضرت عیسیٰ کے اثبات کے لیے ہم سے بھی ایسے گواہوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: اب تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ کیا تم میری طرف سے ایسے شخص کی گواہی کو تسلیم کر لو گے جو سچ کے ہاں قابل اعتماد رہا ہو۔

جاظین: وہ دو عادل گواہ کون ہیں آپ اُن کے نام بتائیں؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: یوحنا دیلی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جاظین: خوش آمدید! آپ نے اس شخص کا نام لیا ہے جو سچ کو سب سے پیارا تھا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام: میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا انجیل میں یوحنا کا یہ قول موجود ہے:

”سچ نے مجھے محمد مرئی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خبر دی ہے اور سچ نے مجھے ان کی بشارت دے کر کہا

کہ وہ ان کے بعد آئیں گے اور میں نے حواریوں کو ان کی بشارت دی۔ تم ان پر ایمان لاؤ۔“

جاظین: جی ہاں، یوحنا نے سچ سے روایت کی ہے اور اُس نے ایک شخص کی نبوت اور اُس کے اہل بیت اور اُس کے

وصی کا تذکرہ کیا ہے لیکن اُس نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ نبی کب مبعوث ہوگا اور پھر یہ کہ انھوں نے ہمیں یہ بھی نہیں بتایا

کہ آنے والا نبی کس قوم اور کس علاقہ میں مبعوث ہوگا، اس لیے ہم ایک موعوم سی بشارت کی وجہ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو

کیسے نبی مان سکتے ہیں؟

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام: اگر ہم کسی ایسے شخص کو تمہارے سامنے پیش کریں، جو تمہارے سامنے انجیل کی تلاوت کرے اور اس میں محمد ﷺ اور ان کے اہل بیت اور ان کی امامت کا ذکر ہو تو کیا تم ہمارے نبی پر ایمان لاؤ گے۔
جاہلیق: جی ہاں ایہ ایک اچھی تجویز ہے۔

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام: آپ نے نطاس رومی سے فرمایا: کیا آپ کو انجیل کا سفرِ ثالث یاد ہے۔
نطاس رومی نے جواب دیا: مجھے اچھی طرح سے یاد نہیں ہے۔ پھر حضرت امام علی رضاعلیہ السلام نے راس الجالوت سے فرمایا: کیا تم لوگ انجیل نہیں پڑھا کرتے؟
اُس نے جواب دیا: جی ہاں! میں انجیل پڑھتا رہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: تم انجیل کا سفرِ ثالث اپنے ہاتھوں میں لو اور اس میں دیکھو اگر محمدؐ و آل محمدؐ اور امت محمدیہ کا ذکر موجود ہو تو میری گواہی دیتا۔ اگر اس میں ذکر نہ ہو تو میری گواہی نہ دیتا۔

راس الجالوت نے انجیل کھولی اور امام علیؑ نے زبانِ انجیل کے سفرِ ثالث کو پڑھنا شروع کر دیا اور جب اس میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر آیا تو آپؑ رک گئے اور اس نصرانی سے خطاب کیا:
اے نصرانی! تجھے مسیح اور ان کی والدہ کی قسم! بتا کیا میں انجیل کا عالم ہوں۔

اس نصرانی نے کہا: بے شک آپ انجیل کے عالم ہیں، پھر آپؑ نے حضرت محمد ﷺ اور ان کے اہل بیت اور امت محمدیہ کا ذکر انجیل سے پڑھ کر سنایا۔

پھر آپؑ نے اس نصرانی کو خطاب کر کے فرمایا: اے نصرانی! یہ جنابِ صیسیٰ کا فرمان ہے۔ اگر تو نے انجیل کے الفاظ کو جھٹلایا، تو تو جنابِ موسیٰ اور جنابِ صیسیٰ کا منکر ہے اور جب تو الہامی کتاب کا منکر بنے گا تو تو اپنے رب اور اپنے نبی اور اپنی کتاب کی طرف سے واجبِ القتل قرار پائے گا۔

پادری: میں انجیل کے فرمان کا انکار نہیں کر سکتا، میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام: اے لوگو! اس کے اقرار پر گواہ رہنا۔ پھر آپؑ نے اس نصرانی سے کہا: اس کے علاوہ تو نے کچھ اور پوچھنا ہے تو وہ بھی پوچھ لو۔

پادری: آپؑ یہ بتائیں کہ حضرت صیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اور ملائے انجیل کی تعداد کتنی تھی؟

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام: تم نے ایک صاحبِ نظر انسان سے سوال کیا ہے۔ حضرت صیسیٰ کے حواری بارہ تھے، جن

میں سب سے افضل اور اعلم ”الوقا“ تھے اور علمائے نصاریٰ تین تھے:

① یوحنا اکبر یا خ ② بقریسا ③ یوحنا دلیسی، جو زہار کے رہنے والے تھے۔ زہار بھرہ کے نزدیک ہے۔

یوحنا دلیسی نے رسول اکرم ﷺ اور اُن کی اہل بیتؑ اور اُمت محمدیہ کا ذکر کیا تھا اور اسی نے بنی اسرائیل کو باہم اور اُمت عیسیٰ کو بالخصوص آنحضرت ﷺ کے ظہور کی بشارت دی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کا درمیانی عرصہ اڑھائی سو سال پر مشتمل ہے جس میں نہ کوئی ظاہر آیا اور نہ عالم آیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: پھر لوگ کس دین پر تھے؟

آپؐ نے فرمایا: لوگ دین عیسیٰ پر تھے۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے؟
آپؐ نے فرمایا: وہ سب مومنین تھے۔

کتاب طل الشرائع میں ایک طولانی حدیث موجود ہے۔ کچھ یہودی پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: آپ کو محمد، احمد، ابوالقاسم، بشیر و نذر اور داعی کے اسماء کس بنا پر ملے؟
آپؐ نے فرمایا: محمد میرا نام اس لیے ہے کہ میں زمین میں محمود ہوں۔ احمد میرا نام اس لیے ہے کہ میں آسمانوں پر محمود ہوں۔

أصول کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی کوئی نبی آیا تو اُس نے حضرت محمد ﷺ کے ظہور کی بشارت دی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انھوں نے حضرت محمد ﷺ کی اپنی قوم کو بشارت دی۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: یجدونہ، یعنی یہود و نصاریٰ اپنے ہاں پاتے ہیں۔ مکتوباً حضرت محمدؐ کی صفت، عندہم یعنی جو تورات و انجیل میں ہے۔ یا مرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان الفاظ میں خبر دی: وَمُهَيَّمًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اس طرح بشارت دی جس طرح تمام انبیاء نے بشارت دی تھی۔

أصول کافی میں منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب موسیٰ نے ہارگاہ و خداوندی میں مناجات کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ! میں تجھے شقیق و مشفق ابن ہول عیسیٰ بن مریم صاحب اتان والبرنس والیزیت والزیتون والصحراب کی وحیت کرتا ہوں اور پھر جو اُن کے بعد صاحب جمل الاحرطیب و طاہر اور مطہر آنے والے ہیں، اُن کی وحیت کرتا ہوں۔ اس کی مثال تیری کتاب میں ہے۔ وہ تمام کتب میں مومن و یسمن ہے۔ وہ راجح، ساجد، راجب، راجب ہے اور مساکین کا بھائی ہے۔ ایک اور قوم ہے جو اس کی مدد کرنے والی ہے۔ وہ اُس زمانے میں آئیں گے، جو مصائب و آلام کا زمانہ ہوگا۔ اس کا نام احمد، محمد، امین ہے۔ وہ اولین میں سے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: رسول اکرم ﷺ کا اسم مبارک جو صحب ابراہیم میں ہے وہ ”ماحی“ ہے، تورات میں آپ کا نام ”الماذ“ ہے، انجیل میں آپ کا نام ”احمد“ ہے اور قرآن مجید میں ”محمد“ ہے۔

آپ سے پوچھا گیا: الماحی سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: جو جوں کا نام و نشان مٹا دے اور ہر اُس معبود کو مٹوہستی سے مٹا دے، جو رجن کے مقابلے میں لوگوں نے بتا رکھے ہیں۔

آپ سے پوچھا گیا: احمد سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی تعریف و توصیف اپنی آسمانی کتابوں میں کی ہے، اس بنا پر آپ کا نام احمد

۴۔

پھر پوچھا گیا: محمد سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ اور اُس کے ملائکہ تمام انبیاء و رسل اور تمام امتیں ان کی تمجید کرتے ہیں اور اُن پر درود بھیجتے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى
الْإِسْلَامِ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ④ يُرِيدُونَ
لِيُظْفَرُوا نُورًا ۖ وَاللَّهُ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْكَافِرُونَ ⑤ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ⑥ يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُجِيبُكُمْ مِّنْ عَذَابِ
 إِلَهِكُمْ ۖ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
 يَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
 وَمَسْكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝
 تُجِبُونَهَا ۚ نَصْرًا مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
 لِدُخَوَارِئِهِ مَنِ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۚ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ
 أَنْصَارُ اللَّهِ قَامَنْتَ طَائِفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرْتَ طَائِفَةً
 فَأَيُّدَنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

”اُس شخص سے بڑھ کر عالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اُسے اسلام کی دعوت
 دی جا رہی ہے اور اللہ عالم قوم کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔ یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو
 اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا چاہے کافروں کو پسند نہ
 آئے۔

وہی تو ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام ادیان
 پر غالب کر دے چاہے، مشرکین پر ناگوار گزرے۔ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی
 تجارت کی طرف رہنمائی نہ کروں، جو تمہیں دردناک عذاب سے رہائی دلائے؟

تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے ہر چیز سے بہتر و برتر ہے۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان ابدی جنتوں میں پاکیزہ مکانات ہوں گے، یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔ اور ایک دوسری نعمت تمہیں عطا کرے گا، جسے تم دوست رکھتے ہو۔ وہ ہے اللہ کی طرف سے مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح اور اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دیجیے۔

اے ایمان والو! اللہ کے ناصر بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی طرف سے میرا یار و مددگار کون بنے گا؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔ ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے، ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی اور وہ اُن پر غالب ہوئے۔

وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ①

”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔“

اصول کافی میں روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: دشمن چاہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: اس سے مراد ہے کہ اللہ اُن کی امامت کو پورا کر کے رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: قَامُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا (سورۃ تغابن: ۷) ”وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔“

آپ نے فرمایا: اس نور سے مراد امام ہیں۔

زمین حجب خدا سے خالی نہیں رہتی

کتاب کمال الدین وقام الحمتہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: زمین حجب خدا سے خالی نہیں رہتی۔ حجت کے ذریعے خداوند تعالیٰ اُن کو زندہ کرتا ہے، جو حق سے دور رہنے کی وجہ سے معنوی موت سے ہمنار ہو جاتے ہیں۔ پھر آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: لِيُظْفِقُوا تَوْرًا اشْو..... الخ

جب قائم آل محمدؑ کا ظہور ہوگا

تفسیر فی میں روایت ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قائم آل محمدؑ کا ظہور فرمائے گا تو اللہ کی زمین پر دین خداوندی کے علاوہ کوئی دین باقی نہ رہے گا اور اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں ہوگی۔ معصومؑ نے فرمایا: وہ زمین کو بدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ①

”وہی تو ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے مشرکین پر ناگوار گزرے۔“

اصول کافی میں مروی ہے کہ جب حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بعد اس کا وہی مسلمانوں کے امور کا ولی ہوگا اور ولایت دین حق ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب قائم آل محمدؑ کا ظہور ہوگا تو دین اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: وَاللَّهِ مُتِّمٌ تَوْرًا سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس نور سے ولایت امام علی علیہ السلام مراد ہے۔

مفید ترین تجارت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُجْنِبُكُمْ عَنْ عَذَابِ آلِ الْيَمِينِ ②

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی طرف راہنمائی نہ کروں، جو تمہیں دردناک عذاب

سے رہائی دلائے۔“

تفسیر فی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: اگر ہمیں اس تمہارت کی حقیقت معلوم ہوتی تو اپنے اموال، اپنی اولادیں اور اپنے نفوس سب اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے۔
اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَوَاضَعُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ تُعْلَمُونَ ﴿۱﴾

”تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے
جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے ہر چیز سے بہتر و برتر ہے۔“

جنت عدن

وَمَسْكِنٌ ظَلِيلَةٌ فِي جَنَّتِ عَدْنٍ ۚ

”اُن ابدی جنتوں میں پاکیزہ مکانات ہوں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں موتیوں کے عجلات ہوں گے۔ ہر قصر میں سرخ یا قوت سے بنے ہوئے ستر
گھر ہوں گے اور ہر گھر میں بے زرد مرد کے ستر کمرے ہوں گے۔ پھر ہر کمرے میں ستر تخت لگے ہوں گے اور ہر تخت پر رنگارنگ
ستر بستر لگے ہوں گے اور ہر بستر پر ایک حورالعین بیٹھی ہوگی اور ہر گھر میں ستر دسترخوان بچھے ہوں گے اور ہر دسترخوان پر ستر قسم
کے کھانے لگے ہوں گے اور ہر گھر میں ستر لڑکیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مومن کو اتنی طاقت عطا کرے گا کہ وہ سب سے بھرپور
انداز میں لذت اٹھائے گا۔

ہمارے حواری ہمارے پیروکار ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّتِهِ مَنْ أَنْصَارِيَّ

إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ..... الخ

”اے ایمان والو! اللہ کے ناصر بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ نے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی
طرف سے میرا رومد و گار کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم اللہ کے مددگار ہیں۔“

اصول کافی میں مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جناب عیسیٰ کے حواری اس کے شیعہ تھے اور ہمارے شیعہ ہمارے حواری ہیں۔ جناب عیسیٰ کے حواری ہمارے حواریوں سے زیادہ اطاعت گزار نہ تھے۔ جب حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا:

مَنْ اَنْصَارِيَّ اِلَى اللّٰهِ ۚ قَالَ الْخَوَارِثُونَ لَنُخَنِّ اَنْصَارُ اللّٰهِ
یہودیوں نے آپ کی نصرت نہ کی تھی اور انھوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپ کے دشمن سے جنگ نہ کی تھی لیکن ہمارے شیعہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے، ہماری مدد کر رہے ہیں اور ہمارے دشمنوں سے ہر پرہیزگار ہیں اور مختلف قسم کی آزمائشوں میں گرفتار ہیں۔ اللہ انھیں ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔
جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

والله لو ضربت خيشوم محبيننا بالسيف ما ابغضونا والله لو ادينيت الى مبغضينا
وحثوت لهم من المال ما احبونا

”بخدا! اگر میں اپنے چاہنے والوں کی ناک پر تلوار کی ضرب لگاؤں تو پھر بھی وہ ہمارے رہیں گے،
بخدا! اگر میں اپنے دشمنوں کے قریب چلا جاؤں اور انھیں بہت زیادہ مال دوں تو وہ قطعاً ہم سے
محبت نہیں کریں گے۔“

سُورَةُ الْجُمُعَةِ

سورۃ الجمعة مدینۃ آیاتھا ۱۱ و رکوعاتھا ۲
 ”سورۃ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ جمعہ کے مضامین

اس سورہ میں درج ذیل مطالب موجود ہیں:

- ❖ توحید، پیغمبر اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد اور مسئلہ معاد۔
- ❖ نماز جمعہ کی بحث اور اس عبادت کی خصوصیات۔
- ❖ ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے۔
- ❖ مومنین کو صحیحہ کی گئی ہے کہ وہ دین کے تمام اصولوں پر عمل پیرا ہیں۔ یہودیوں کی طرف انحراف نہ کریں۔
- ❖ موت کا فیصلہ اٹل ہے۔
- ❖ نماز جمعہ کے قیام کے لیے تاکید کی گئی اور نماز جمعہ کے وقت دنیاوی امور کو معطل کر دیں۔

سورۃ جمعہ کی تلاوت کی فضیلت

اس ضمن میں بہت سی روایات موجود ہیں: کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

آپؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعوں میں سے ہر مومن پر لازم ہے کہ ہر شب سورۃ جمعہ اور سورۃ الاحقاف کی تلاوت کرے اور جمعہ کے ظہر میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھے۔ جب وہ اس طرح کرے گا تو گویا اس نے رسول اللہ ﷺ کا عمل انجام دیا ہے اور اللہ کے حضور اس کا اجر و ثواب بہشت ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے:

من قرء سورۃ الجمعة اعطی عشر حسنات بعدہ من اتی الجمعة وبعد من لم یأتھا

فی امصار المسلمین

”جو شخص سورۃ جمعہ کی تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اُسے مسلمان ممالک میں سے اُن لوگوں کی تعداد کے برابر، جو نماز جمعہ میں شرکت کرتے ہیں اور اُن کی تعداد کے برابر جو نماز جمعہ میں شرکت نہیں کرتے دس گنا حسنت عطا کرے گا۔“

تفسیر مجمع البیان میں محمد بن مسلم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: نماز میں قرأت کے حوالے سے کچھ سورتیں ایسی ہیں، جو محسن ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: انہیں سوائے نماز جمعہ کے، نماز جمعہ میں بعد از حمد سورۃ جمعہ اور دوسری رکعت میں بعد از حمد سورۃ منافقون مقرر ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شہد جمعہ سورۃ جمعہ اور سورۃ اعلیٰ پڑھو اور جمعہ کی صبح کو نماز صبح میں سورۃ جمعہ اور سورۃ توحید پڑھو اور نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھو۔

تفسیر قمی میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر جمعہ کا اکرام فرمایا اور جمعہ کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے رکھی اور روز جمعہ اہل ایمان کے لیے خوشخبری ہے اور منافقین کے لیے زجر و عقاب ہے۔ ہر صورت میں نماز جمعہ کو ادا کرنا چاہیے، جس نے جان بوجھ کر نماز جمعہ کو ترک کیا تو اس کی نماز ہی نہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے: طہی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور سوال کیا: اگر جمعہ کے دن مجھے نماز ظہر پڑھنا پڑ جائے تو کیا میں نماز ظہر کی پہلی دو رکعتیں بالجہر پڑھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں پڑھ سکتے ہو، لیکن پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ جمعہ پڑھو اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ منافقون پڑھو۔

ایک آدمی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا جمعہ نماز میں سورۃ توحید پڑھی جاسکتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: سورۃ جمعہ پڑھو۔

• ○ ○ ○ •

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَسْبَحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ
 الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ① هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِنْهُمْ
 يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ
 كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَعَنَ ضَلَالٍ مُبِينٍ ② وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا
 بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ③ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ
 وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ④ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا الثَّوْرَةَ ثُمَّ
 لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْجِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ
 الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 الظَّالِمِينَ ⑤ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنْكُمْ أَوْلِيَاءُ
 لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَسَبَّحُوا الْحَمْدَ لِلَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ⑥

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب اس اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، جو مالک

ہے، جو نہایت پاک و پاکیزہ اور عزیز و حکیم ہے۔ وہی ہے، جس نے اُن پڑھ لوگوں میں خود انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک و پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ اس سے قبل یہ لوگ واضح گمراہی میں تھے۔

اور (اُن) دوسرے لوگوں کے لیے بھی (بھیجا) جو ابھی اُن سے نہیں ملے ہیں اور اللہ بہت غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے وہ عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور جن کو تورات کا حال بتایا گیا پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا اُن کی مثال اس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ کتنی بُری مثال ہے ان لوگوں کی، جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔
آپ ان سے کہہ دیجیے اے یہودیو! اگر تمہارا خیال ہے کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔

تفسیر آیات

يَسْتَعِمْ يَلُو مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ①

”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب اُس اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جو نہایت پاک و پاکیزہ اور عزیز و حکیم ہے۔“

تفسیر فی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ عالم ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ جو اشیاء جمل کے موجبات میں سے ہیں، اللہ اُن سے بُری ہے اور پاک و پاکیزہ ہے۔
کتاب طل الشرائع میں مروی ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
خداوند عزیز اور حکیم ہے۔ اس کے جتنے افعال ہیں، وہ حکمت پر مبنی ہیں اور ان کے طل و وجوہات غیر مکشف ہیں۔

بخشتہ پیغمبرؐ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

”وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں خود انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیات پڑھ کر سنا تا ہے اور انہیں پاک و پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

اصول کافی کی روایت کے مطابق امام ابوالحسنؑ اول نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ۲۷ رجب کو مبعوث فرمایا: جس نے ۲۷ رجب کا روزہ رکھا تو خداوند تعالیٰ اس

کے بندہ اعمال میں ساٹھ سال کے روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

علی بن ابراہیم نے ہُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ کی تفسیر میں لکھا: امی، وہ لوگ ہیں، جن کے پاس

کتاب نہ ہو۔

ایک اور روایت جس میں حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جن لوگوں کی طرف امیوں کی نسبت دی گئی ہے یہ

لوگ کتابت جانتے تھے لیکن اللہ کی طرف سے ان کے پاس کتاب نہ تھی، اور نہ ان کے پاس کوئی رسول تھا، اس لیے اللہ نے

انہیں ”امی“ سے منسوب کیا۔

پیغمبر اسلام کو نبی امی کیوں کہا گیا؟

کتاب طل الشرائع میں جعفر صوفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کے حضور سوال کیا: اے

فرزہ رسول! نبی اکرم ﷺ کو نبی امی کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: لوگوں کی اس میں کیا رائے ہے؟

میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں آپؐ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو، حالانکہ اللہ نے ان کے بارے میں اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

جو آدمی لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ کس طرح لوگوں کو تعلیم دے سکتا ہے۔ بخدا! رسول اللہ ﷺ ۷۲ زبانوں میں پڑھ سکتے تھے بلکہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ۷۳ زبانوں میں پڑھ لکھ سکتے تھے۔ آپؐ کو امی کا لقب صرف اس لیے ملا کہ آپؐ اہل مکہ میں سے تھے اور مکہ اپنے ارد گرد کی تمام آبادیوں بستیوں کی ماں تھی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَيَسِّرْ لَّآمَرَ الْقُرْآنِ وَمَنْ حَوْلَهَا (الانعام: ۹۳)

وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنَبَيِّحُتُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۹۴﴾

”اور اُن دوسرے لوگوں کے لیے بھی (بھیجا) جو ابھی اُن سے نہیں ملے ہیں اور اللہ بہت غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔“

تفسیر فی اور تفسیر مجمع البیان کی روایات کے مطابق مندرجہ بالا آیت سے وہ لوگ مراد ہیں، جو پیغمبر اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آئے اور اسلام قبول کیا اور یہ وہ لوگ ہیں، جن کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

ایک قول کے مطابق اس آیت کے مصداق وہ لوگ ہیں، جو عجم سے تعلق رکھتے ہیں اور عربی زبان میں گفتگو نہیں کرتے کیونکہ نبی اکرم ﷺ تو عرب و عجم شاہد و غیب سب کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

ایک اور روایت ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اسی مندرجہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی اور جناب سلمان فارسیؓ کے شانے پر دست مبارک رکھا اور فرمایا:۔

لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ فِي الشَّرِيَا لَنَالَتْهُ رَجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ

”اگر ایمان شریا پر ہوتا تو پھر بھی اس کی قوم وہاں سے ایمان کو حاصل کر لیتی۔“

یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے دے

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۹۵﴾

”یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، وہ عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

ایک حدیث میں آیا ہے کہ فخر کی ایک جماعت ہارگا و رسالت میں حاضر ہوئی اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان دولت مندوں کے پاس مال و دولت ہے جو وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ اس سے صدقہ دیتے ہیں، وہ اس سے حج کرتے ہیں، ہم حج بھی عبادت سے محروم ہیں۔ وہ اس سے غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

یہ سن کر پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: جو شخص سو مرتبہ اللہ اکبر کہے، وہ ایک غلام کے آزاد کرنے سے افضل ہے اور جو شخص سو مرتبہ اللہ کی تسبیح بیان کرے، وہ سو گھوڑے زین و لگام کے ساتھ جہاد کے لیے آمادہ کرنے سے افضل ہے اور جو سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے اس کا عمل تمام لوگوں کے اس دن کے عمل سے افضل ہے مگر یہ کہ کوئی اس سے زیادہ کہے۔

آخر کار یہ بات دولت مند طبقہ تک جا پہنچی تو انھوں نے بھی یہ عمل شروع کر دیا۔ فقرا کی وہ جماعت پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: آپ کا ارشاد گرامی امراء کے کانوں تک پہنچ گیا ہے اور انھوں نے بھی یہ عمل شروع کر دیا ہے۔

یہ سن کر پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ذَلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ”یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔“

ایسا چوپایا جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا الثَّوْلَةَ ثُمَّ لَمْ يُحْمِلُوا بِهَا كَتَلِ الضَّيَالِ يُجِئُ السَّفَارَاۗءُ
”اور جن کو تورات کا حامل بنایا گیا۔ پھر انھوں نے اس کو نہ اٹھایا اُن کی مثال اُس گدھے کی ہے، جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔“

تفسیر قمی کے مطابق یہ آیت کریمہ بنو اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنھیں تورات دی گئی۔ پھر انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی تو اُن کی مثال گدھے کی طرح ہے کہ گدھے پر اگر کتابیں لا ددی جائیں تو گدھے کو علم نہیں ہوتا کہ اُس پر کیا لدا ہوا ہے۔ بنو اسرائیل بھی گدھے کی مثل ہیں، جن کے پاس کتاب ہے لیکن وہ کتاب کے علم سے واقف نہیں ہیں، اگر واقف ہیں تو پھر عمل نہیں کرتے۔

یہ موت تم سے ملاقات کر کے رہے گی

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنكُمُ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمُوتُوا أَمْوَاتٍ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٥٠

”آپ اُن سے کہہ دیجیے اے یہودیو! اگر تمہارا خیال ہے کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت ابوذر غفاریؓ کے پاس آیا اور کہا: ہم موت سے

خوف زدہ کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: تم لوگوں نے اپنی دنیا آباد کر رکھی ہے اور اپنی آخرت آجاذ رکھی ہے۔ اس لیے تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ آبادی کو چھوڑ کر بربادی کی طرف جائیں۔

علی بن ابیہم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: إِنَّ الْبُوتَ الَّذِي تَفْرُونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ (سورہ جمعہ: ۸) کی تفسیر کے ضمن میں امیر المومنین حضرت امام علیؑ کا فرمان پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

ايها الناس! كل امرء لاق في فراة ما منه يفرو والاجل مساق النفس اليه والهرب

منه موافاة

”اے لوگو! جس سے فرار کر رہا ہے اس کی اس چیز سے ضرور ملاقات ہوگی، جس سے وہ فرار کر رہا ہے۔ موت انسان کو ہانک کر لے جا رہی ہے۔ یہ بھاگنا موت سے جلد ملاقات کا سبب بن جاتا ہے۔“

اصول کافی میں آیا ہے کہ انسان کی زندگی کے سال شمار ہوتے ہیں۔ ہر مہینے پھر دن پھر ساعات پھر اس کے سانس جو اُس نے لیے ہیں۔ جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو اسی وقت اُسے آخرت کی طرف بلا لیا جاتا ہے: لَا يَسْتَأْذِنُ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْبِلُ مَوْتَهُ (سورہ اعراف: ۳۳)

وَلَا يَسْتَوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
بِالظَّالِمِينَ ④ قُلْ إِنَّ الْبُوتَ الَّذِي تَفْرُونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ
ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ⑤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ
الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۖ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ⑥ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ⑦

وَإِذَا سَأَلَوا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا ۖ انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِلًا ۚ
قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ
الرَّازِقِينَ ۝

”اور یہ اپنے ہاتھوں جو اعمال آگے بھیج چکے ہیں، کے سبب موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے اور خدا تو ظالموں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ کہہ دیجیے کہ یہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، اس کا تمہیں ہر صورت سامنا کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تم غیب و شہود کے عالم کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ پھر وہ اللہ تمہیں ان باتوں سے آگاہ کرے گا، جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے تمہیں پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ اور خرید و فروخت کو ترک کر دو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اور جب نماز ختم ہو جائے تو پھر (اپنے کاموں کے لیے) زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھ لیا تو ادھر کو چل کھڑے ہوئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔ آپ ان سے کہہ دیجیے جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔“

ہفتہ وار عظیم ترین عبادی سیاسی مجلس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ
ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے تمہیں پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ اور خرید و فروخت کو ترک کر دو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

من الاحقره الفقہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب مدینہ میں مؤذن اذان دیتا تو اس میں یہ بھی آواز دیتا تھا کہ نماز جمعہ کے وقت خرید و فروخت حرام ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا ۝۱۰۰ الخ

اصول کافی میں ہے جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے فاسعوا ائی ذکر اللہ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: کام کرو اور بہت جلدی کرو کیونکہ جمعہ کا دن مسلمانوں پر نیک ہے۔ جس قدر ان پر نیک ہے اسی قدر ثواب بھی ہے۔ اس دن نیکیاں اور برائیاں دگنی ہو جاتی ہیں۔
راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اصحاب رسول اللہ ﷺ کے دن سے جمعہ کی تیاری شروع کرتے تھے۔

جمعہ کو جمعہ کیوں کہا جاتا ہے؟

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کسی نے پوچھا: جمعہ کے دن کو جمعہ کیوں کہا گیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو حضرت محمد ﷺ اور اس کے وصی کی ولایت کے لیے جمع کیا کہ ان سے جناق لے تو اس مناسبت سے جمعہ کے دن کو جمعہ کا نام دیا گیا۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس آیت کریمہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِی ذکر اللہ میں ”اسعوا“ سے مراد ہے کہ اللہ کے ذکر کی سعی کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ اس سعی سے مراد یہ ہے کہ اپنی مونچھوں کے بالوں کو درست کرو، ناخن کٹاؤ، غسل کرو، پاک و صاف لباس پہنو اور خوشبو لگاؤ۔ جمعہ کی سعی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ (سورہ بنی اسرائیل: ۱۹)

”جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی تو وہ مومن ہے۔“

نماز جمعہ کے فرائض

تفسیر مجمع البیان اور دوسری تفاسیر کی روایات کے مطابق جمعہ کے فرائض و شرائط درج ذیل ہیں:

نماز جمعہ بالغ اور صحیح و سالم مردوں پر واجب ہے جو نماز میں آسانی کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ مسافروں اور بوڑھوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔ ہاں مسافروں کے لیے نماز جمعہ میں حاضر ہونا جائز ہے۔ اس طرح خواتین بھی نماز جمعہ میں شرکت کر سکتی ہیں، اگرچہ ان پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔

نماز جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ نمازیوں کی تعداد کم از کم پانچ ہو۔ نماز جمعہ دو رکعت ہے اور وہ نماز ظہر کی جگہ لے لیتی ہے۔ دو خطبے نماز سے پہلے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں دو رکعتوں کی جگہ پر ہوتے ہیں۔ نماز جمعہ صبح کی نماز کی طرح پڑھی جاتی ہے، مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ حمد پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورہ منافقین پڑھی جائے۔ نماز جمعہ میں دو قنوت مستحب ہیں۔ ایک رکعت اول میں رکوع سے پہلے، اور دوسرا دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کے دن اپنے گھر والوں کے لیے میوہ جات اور گوشت لے جاؤ۔“

نبی اکرم ﷺ جب گرمی کے موسم میں سفر کے لیے کہیں جاتے تو جمعرات کے دن جاتے اور جب سردیوں میں گھر آنا چاہتے تو جمعہ کے دن گھر میں داخل ہوتے۔

ایام سے دشمنی نہ رکھو

جب حضرت ابوالحسن الحسری سے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان لا تعدادوا لایام فتعدیکم کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جب سے آسمان اور زمین خلق ہوئے ہیں تو ایام ہم ہیں۔ ”سبت“ رسول اللہ کا اسم مبارک ہے۔ ”احد“ جناب امیر المومنین سے کنایہ ہے۔ ”الاثنين“ سے مراد الحسن والحسین علیہم السلام ہیں۔ ”الثلاثا“ سے مراد علی بن حسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد ہیں۔ ”الاربعاء“ سے مراد موسیٰ بن جعفر و علی بن موسیٰ و محمد بن علی اور میں ہوں۔ اور ”الخمیس“ سے مراد میرے فرزند حسن بن علی ہیں، اور جمعہ سے مراد میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ وہ وہ ہیں کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

ایام کا معنی بھی ہے، ایام سے اس دنیا میں دشمنی نہ رکھو کہ کہیں قیامت کے دن وہ تمہارے نہ دشمن بن جائیں۔

قَدْ أَفْضَيْتَ الصَّلَاةَ فَاتَّبِعُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰﴾

”اور جب نماز ختم ہو جائے تو پھر اپنے کاموں کے لیے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“

تفسیر مجمع البیان کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: جب نماز ختم ہو جائے اور تم زمین میں پھیل جاؤ تو اس پھیلنے سے مراد طلبہ دنیا نہیں ہے بلکہ مریض کی حیات کرو۔ کسی مومن کا جنازہ ہو تو اس میں شرکت کرو اور اپنے برادر ایمانی سے اللہ کے لیے ملاقات کرو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی نماز فریضہ پڑھ لے اور مسجد سے نکلے لگے تو مسجد کے دروازے پر ٹھہر جائے اور یہ دعا پڑھے:

اللهم دعوتني فاجبت دعوتك وصليت مكتوبك وانتشرت في ارضك كما امرتني فاسئلك من فضلك العمل بطاعتك واجتناب سخطك والكفاف في الرزق برحمتك

”اے میرے اللہ! تو نے مجھے بلایا ہے، میں نے تیرے بلاوے پر لبیک کہا ہے۔ میں نے تیری فریضہ نماز پڑھی ہے۔ اب تیری زمین میں پھیل رہا ہوں، جس طرح کہ تو نے حکم دیا ہے، میں تیرے فضل سے تیری اطاعت کا سوال کرتا ہوں اور تیری ناراضی سے بچنے کا سوال کرتا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

جس نے بازار میں اپنے کاروبار کی معرفت کے دوران غلص ہو کر اللہ کا ذکر کیا، جس وقت دنیا غفلت میں پڑی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار نیکیوں کا ثواب لکھتا ہے اور قیامت کے دن اس کی مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہر جمعہ کے دن ساٹھ ہزار جہنیوں کو جہنم سے نجات کا پروانہ ملتا ہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا الخ

”اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھ لیا تو ادھر کو چل کھڑے ہوئے اور آپ کو

کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔“

جامع بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں: جمعہ کا دن تھا، نماز جمعہ قائم ہو چکی تھی۔ مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا۔ اس وقت

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں مصروف تھے۔ (جو نبی قافلہ کا ٹبل بجا) تو سوائے بارہ آدمیوں کے سب لوگ قافلہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں: اُن بارہ میں سے ایک میں بھی تھا۔ اُس وقت ان لوگوں کے حجاب کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اکثر محدثین نے یہی لکھا ہے کہ اُن دنوں مدینہ میں قحط تھا اور ہر چیز مہنگی ہو چکی تھی تو اس دوران وحید ابن خلیفہ کا تہارتی قافلہ شام سے آیا، جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ جب لوگوں نے قافلہ کی آمد کی اطلاع سنی تو سب قافلے کی طرف چل پڑے کہ کہیں باقی لوگ سامان لے لیں اور وہ رہ جائیں۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم بھی ان کے پیچھے چلے جاتے اور کوئی آدمی میرے پاس نہ رہ جاتا تو یہ وادی آگ سے بھر جاتی اور تم میں کوئی بھی باقی نہ رہتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا: نماز جمعہ میں امام خطبہ کس صورت میں دے؟ آپؐ نے فرمایا: کھڑے ہو کر خطبہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا: وَتَذَكُّرُونَ قَائِمًا۔ انھوں نے آپؐ کو کھڑے ہونے کی صورت میں چھوڑا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے علی! تین چیزیں دل کو سخت کر دیتی ہیں: لہو و لہب، فکار کرنا اور بادشاہوں کے دروازوں پر جانا۔ یہ چیزیں دل کو سخت کر دیتی ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مومن کا لہو تین چیزوں میں ہے: ۱ اپنی بیویوں سے استفادہ، ۲ اپنے بھادران ایمانی کی پھلوں سے پندیرائی اور ۳ نماز شب۔

سُورَةُ الْمُنَافِقُونَ

سورة المنافقون مدینة آیاتھا ۱۱ و رکوعاتھا ۲

”سورة منافقون مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ منافقون کے مضامین

سورۃ منافقون ایک ایسی سورہ ہے، جس میں منافقین کا تفصیلی ذکر ہے۔ علاوہ ازیں کچھ آیات ایسی ہیں جو چند نصاب پر مشتمل ہیں۔ اس کے مطالب کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱ منافقین کی علامات۔
- ۲ صاحبان ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ منافقین کی سازشوں سے بچ کر رہیں۔
- ۳ مومنین کو انتہاء کیا گیا ہے کہ دنیاوی نعمتیں انہیں خدا کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔
- ۴ اس حصے میں تلقین کی گئی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کریں۔ اللہ کے حکم کردہ مال سے اغروی قائمے اٹھائیں۔

سورۃ منافقون کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب اعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر مومن پر واجب ہے جو ہمارا ہے ہر شہد جمعہ سورۃ جمعہ اور سورۃ الاحقاف پڑھے اور جمعہ کے دن نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھے۔ جب وہ اس طرح کرے گا تو گویا اس نے رسول اکرم ﷺ کے عمل کو انجام دیا ہے اور اس کی جزا اور ثواب اللہ کے ہاں جنت ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۃ منافقون کی تلاوت کی تو وہ نفاق سے بڑی ہو گیا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ۚ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ ①
اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ② ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى
قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ③ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۚ
وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ۚ كَانَتْهُمْ حُشُبٌ مُسْتَدَةً ۚ يُحْسَبُونَ
كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتِلْهُمْ اللَّهُ ۚ أَلَى
يُوفُكُونَ ④ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا
رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ⑤ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ
أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ
اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ⑥

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں۔ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے یقیناً یہ منافقین جھوٹے ہیں۔

ان (منافقین) نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پھر وہ (دوسرے لوگوں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ یقیناً بُرا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ پہلے تو ایمان لائے اور پھر کافر ہو گئے۔ پس اُن کے دلوں پر ہر لگ گئی ہے۔ لہذا اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

جب آپ انہیں دیکھتے ہیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے۔ اگر وہ کوئی بات کرتے ہیں تو ان کی باتوں کو آپ توجہ سے سنتے ہیں حالانکہ وہ ایسی خشک لکڑیاں ہیں جنہیں دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا ہو۔ پھر آواز کو اپنے خلاف خیال کرتے ہیں۔ یہی لوگ آپ کے حقیقی دشمن ہیں۔ آپ اُن سے محتاط رہیں، اللہ انہیں عارت کرے، وہ حق سے کس طرح منحرف ہو جاتے ہیں۔

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ (تم اللہ کے رسول کے پاس) آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لیے استغفار کریں تو وہ اپنے سروں کو (ازراؤ تکبر) ہلانے لگتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ وہ تکبر کے سبب، آنے سے رُک جاتے ہیں۔ اُن کے لیے برابر ہے خواہ آپ اُن کے لیے استغفار طلب کریں یا نہ کریں۔ اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، اللہ قاسمِ قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔“

تفسیر آیات

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ

”جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں۔ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے یقیناً یہ منافقین جمع ہوئے ہیں۔“

شان نزول

تفسیر قرآنی اور باقی دوسرے مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریض یعنی غزوہ بنو المصطلق کا ہے اور ہجرت کے پانچویں سال پیش آیا۔ جب آپ غزوہ سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک کنوئیں پر منزل فرمائی۔ اس کنوئیں میں پانی کم تھا۔ انس بن سيار جو انصار کے حلیف تھے اور ادھر حجابہ بن سعید غفاری جو حضرت عمر بن خطاب کے کارندے تھے۔ ان کا اس کنوئیں پر پانی کے معاملے میں جھگڑا ہو گیا۔ اس جھگڑے میں حجابہ نے سيار کے چہرے پر ضرب لگائی۔ اُس کا چہرہ زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ سيار نے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو آواز دی۔ ادھر حجابہ نے قریش کو آواز دی۔ دونوں طرف سے تلواریں نیا موں سے باہر نکل آئیں۔ قریب تھا کہ فتنہ کی آگ بھڑک اٹھے اور کشت و خون ہو جائے۔ یہی عدا عبداللہ بن اُبی نے سنی۔ اس کے پاس انصار کی ایک جماعت بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ اپنی جگہ پر چھا چلا یا: کیا ہو گیا ہے۔ جب اسے واقعہ کا پتا چلا تو غضبناک ہو کر کہنے لگا: لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت دار ذلیلوں کو نکال باہر کریں گے۔ بعد ازیں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہنا شروع کیا: یہ اس کام کا نتیجہ ہے جو خود تم نے اپنے سر لے لیا ہے۔ تم نے انھیں اپنے ہاں پناہ دی اور اپنے اموال ان میں تقسیم کر دیے۔ اگر تم اپنی بیٹی ہوئی خدا ایسے لوگوں کو نہ دیتے تو آج یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ تمہاری سرزمین سے چلے جاتے اور اپنے قبائل سے جاملتے۔ تم نے ان کے لیے جنگیں کی ہیں، قربانیاں دی ہیں۔ اپنی عورتوں کو بیوہ بنایا ہے۔ اپنے بچوں کو یتیم کیا ہے۔

جب یہ صحیح و چلا رہا تھا تو جناب زید بن ارقم بھی وہاں موجود تھے۔ اس وقت وہ ایک نوخیز نوجوان تھے۔ انھوں نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: خدا کی قسم! ذلیل اور کمینہ تو ہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عزت اور مسلمانوں کی محبت ہیں۔ خدا کی قسم! آج کے بعد میں تجھے ایک اچھا آدمی نہیں سمجھوں گا۔

عبداللہ نے چلا کر کہا: اے لڑکے! خاموش رہ تو اپنے کھیل کود سے کام لے۔ زید بن ارقم وہاں سے اٹھے اور

رسول اللہ ﷺ کے حضور چلے آئے اور ساری بات سادی: رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو اپنے ہاں بلوایا اور فرمایا: کیا معاملہ ہے؟

عبد اللہ نے کہا: اُس خدا کی قسم! جس نے آپؐ پر آسمانی کتاب نازل کی ہے۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ زید نے جو کچھ آپؐ کو کہا ہے، جھوٹ ہے۔ اس کی قوم کے لوگ وہاں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارا بزرگ ہے۔ زید ایک بچہ ہے شاید اُس نے وہم کیا ہو، یا اس سے غلطی ہوگئی۔

۱۰۰

پیغمبر اکرم ﷺ نے عبد اللہ کی بات قبول کر لی تو اس موقع پر انصار کی ایک جماعت نے زید بن ارقم کی ملامت شروع کر دی۔ اس دوران پیغمبر اکرم ﷺ نے کوچ کا حکم دے دیا۔ راستے میں انصار کے ایک بزرگ حضرت اسید آپؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپؐ نے نامناسب وقت پر کوچ کر لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تو نے سنا نہیں ہے جو تمھارے ساتھی عبد اللہ نے کہا ہے کہ اُس نے یہ کہا ہے کہ جب وہ مدینہ پلٹ جائے گا تو عزت والے ذیلیوں کو نکال باہر کریں گے۔

حضرت اسید نے کہا: یا رسول اللہ! عزت والے آپؐ ہیں اور ذلیل وہ ہے۔

حضورؐ نے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لشکر سارا دن اور ساری رات چلتا رہے۔ دوسرے دن جب سورج نکل آیا تو آپؐ نے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ لشکر اس قدر تھک چکا تھا کہ زمین پر سر رکھتے ہی سب گہری نیند میں چلے گئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ بھی چاہتے تھے تاکہ لوگ کل کے واقعے کو بھول جائیں۔ آخر کار پیغمبر اکرم ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو زید بن ارقم بھی ساتھ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سخت پریشان تھا، شدت غم سے میں غڑھال تھا اور دل میں کہہ رہا تھا: اے میرے اللہ! تو خوب جانتا ہے میں نے عبد اللہ بن ابی پر جھوٹ نہیں بولا۔ شرم کے مارے اپنے گھر میں رہا اور باہر نہیں نکلا۔ اسی دوران سورہ منافقون نازل ہوئی کہ جس سے زید بن ارقم کی تصدیق ہوگئی اور عبد اللہ بن ابی کی تکذیب ہوئی۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے جناب زید کا کان پکڑا اور فرمایا: اے جوان! اللہ نے تیری بات کی تصدیق کر دی اور بالکل اس طرح جس طرح کہ تو نے اس کی باتوں کو کانوں سے سنا اور اپنے دل میں محفوظ رکھا اور جو کچھ تو نے کہا: وہی اللہ نے قرآن میں اتار دیا۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے سورہ منافقون کی تلاوت فرمائی جس سے عبد اللہ بن ابی کی رسوائی ہوئی۔ ادھر عبد اللہ بن ابی بھی مدینہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جونہی اُس نے مدینہ میں داخل ہونا چاہا، اس کا بیٹا اُس کے

آگے آیا اور اُس نے اس کا راستہ روک دیا۔

عبداللہ نے کہا: تجھ پر وائے ہو تو یہ کیا کر رہا ہے؟

اُس کے بیٹے نے کہا: خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر تجھے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے

گا۔ آج تو جان لے کہ مزین کون ہے اور ذلیل کون ہے؟

عبداللہ نے اس بات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ تک بھیجوائی تو رسول اللہ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اپنے

باپ کو مدینہ میں آنے دے۔ عبداللہ شہر میں داخل ہوا اور بیمار پڑ گیا۔ تھوڑا عرصہ بعد مر گیا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن رات مسلسل چلتے رہے۔ جب سورج کچھ بلند ہوا تو آپ نے

پڑاؤ ڈالا چونکہ لوگ سخت ٹھکے ماندے تھے۔ جونہی سر رکھا نیند میں چلے گئے۔ رسول اللہ بھی چاہتے تھے تاکہ کل والا واقعہ ٹھٹھا

ہو جائے۔ عبداللہ کا بیٹا رسول اللہ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں

اور اس کا سر آپ کے پاس لے آؤں۔ اللہ کی قسم! اوس و خزرج انجھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ کس

قدر نیکی کا سلوک کرتا ہوں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کے قتل کا حکم دیں اور وہ اُسے قتل

کر ڈالے۔ اس سے مجھے پریشانی ہوگی کہ جب میری نگاہ اپنے باپ کے قاتل پر پڑے اور میں اُس مومن کو قتل کر ڈالوں اور

اس طرح کافر کی وجہ سے ایک مومن مارا جائے اور میں جہنم میں جا پڑوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُسے کچھ نہ کہیے اور

اس معاملے کو جانے دیجیے۔

کتاب احتجاج طبری میں روایت ہے کہ طاؤس یمانی نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے اس قوم کے

بارے میں بتائیے کہ جنھوں نے حق کی شہادت دی حالانکہ وہ جھوٹے تھے۔ حضرت نے آپؐ نے فرمایا:

منافقین جب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو آپؐ سے کہا: نشہد انک لرسول اللہ ”ہم گواہی دیتے ہیں

آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ اللہ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ

اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ﴿٦﴾

وَإِذَا سَأَلَكَ عَنْهُمْ تَسْبِيحُكَ أَجَسَّافُہُمْ..... الخ

”جب آپ انھیں دیکھتے ہیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوتے ہیں۔“

منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی! ان کا ظاہر آراستہ اور ان کی شکل و صورت بڑی عمدہ نظر

آتی ہے۔ کیونکہ منافق اپنے اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور مصنیع سے کام لیتا ہے اور وہ ظاہر رسول کی تکذیب نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی حقیقت کا پتا چل گیا تو ان کی کسی بات کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو منافقین کے اوصاف بتاتے ہوئے فرمایا: وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَالُهُمْ..... الخ

تفسیر قرنی میں گاتھم حُشْبُ مُسْنَدَةٍ کے بارے میں یہ وضاحت ہے کہ منافقین نہ تو کوئی بات سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا: يَخْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ

وہ ایک قسم کا خوف اور دہشت ہمیشہ ان کے قلب پر چھائی رہتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: منافقین آپ کے دشمن ہیں لہذا ان سے بچے رہنا۔ هُمْ الْعَدُوُّ فَاحْذَرُهُمْ۔

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۖ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَلَكِنَّ السُّفْهَاءَ لَا يَفْقَهُونَ ۚ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۗ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ السُّفْهَاءَ لَا يَعْلَمُونَ ۙ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ ۝۱ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ فَأَصْدَقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝۲ وَلَنْ يُؤَخَّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۳

”وہ تو کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کریں تاکہ وہ سب کے سب منتشر ہو جائیں اور وہ اس بات سے غافل ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے لیے ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ گئے تو عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ اور اُس کے رسول اور صاحبانِ ایمان کے لیے لیکن منافقین جانتے نہیں ہیں۔

اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں یا د خدا سے غافل نہ کر دیں اور جو اس طرح کریں گے وہ خسارے میں رہیں گے۔

ہم نے تمہیں جو روزی دے رکھی ہے اس میں سے (میری راہ میں) خرچ کرو۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور پھر وہ کہے: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔ اور جب کسی کی مدت مکمل ہو جائے تو اللہ اُسے مزید مہلت نہیں دیتا اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم انجام دیتے ہو۔“

تفسیر آیات

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلَّهِ مَوَازِينُ
”وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ گئے تو عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ اور اُس کے رسول اور صاحبانِ ایمان کے لیے ہے۔“

شانِ نزول کے ضمن میں اس آیت کی تفسیری بحث گزر چکی ہے۔ اصولی کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مومن کو تمام امور تقویٰ کے لیے لیکن اللہ مومن کو ذلیل ہونے نہیں دیکھنا چاہتا کیونکہ اللہ نے اُسے عزت عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلَّهِ مَوَازِينُ ”عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے

ہے۔“

مومن عزیز ہوتا ہے ذلیل نہیں ہوتا۔ مومن پہاڑ سے بھی زیادہ سخت اور محکم ہوتا ہے کیونکہ پہاڑ میں سے کدال کے ذریعے اس کا کچھ حصہ لیا جاسکتا ہے لیکن مومن کے ایمان و دین میں سے کسی چیز کو نہیں لیا جاسکتا، جس سے اس کے ایمان میں کمی آجائے۔

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

لا ینبغی للمؤمن ان ینذل نفسه ، قیل له و کیف ینذل نفسه قال یتعرض لما لا یطیق
”مناسب نہیں ہے کہ مومن اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ آپ سے پوچھا گیا: مومن اپنے آپ کو
کیسے ذلیل کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایسے کام کے پیچھے جائے جو جس کا کرنا اس کے بس کی بات
نہ ہو۔“

کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ کسی نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:
ان فیک عظمت؟ قال فی عزة ، قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین
کیا آپ ”عظمت“ کے مالک ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جی ہاں! میں عزت و عظمت کا مالک ہوں
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے۔“

مومن کی تین فضیلتیں

خصال صدوق میں روایت ہے:

ان الله عزوجل اعطى المومن ثلاث خصال: العز في الدنيا في دينه: والفلاح في
الآخرة والمهابة في صدور العالمين
”اللہ تعالیٰ نے مومن کو تین فضیلتیں عطا فرمائی ہیں: ۱) دین کا حق سے دنیا میں عزت، ۲)
آخرت میں نجات و کامیابی، ۳) لوگوں کے قلوب میں رعب و ہیبت۔“

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں سبزی اٹھائے ہوئے آ رہا تھا کہ راستے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے
دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا: ایک عظیم آدمی کے لیے ایسے امور اپنانا مناسب ہے کیونکہ یہ اس کی مروت کے خلاف ہے۔
مجمع البیان میں روایت ہے کہ ابن عباس نے کہا: تمام لوگوں میں سے جب کس پر موت آتی ہے اور وہ مال دار ہوتا

ہے لیکن زکوٰۃ ادا کرنے والا نہیں تھا، حج کرنے کی طاقت رکھتا تھا لیکن اُس نے حج نہیں کیا تھا تو وہ موت کے وقت تمنا کرتا ہے کہ اس کی موت میں تاخیر کر دی جائے تاکہ وہ زکوٰۃ دے دے اور حج بھی کر لے۔

سامعین نے یہ سن کر عبداللہ بن عباس سے کہا: اے ابن عباس! خدا کا خوف کرو۔ کیا کوئی کافر بھی رجعت کا سوال کرتا ہے کہ اُسے مہلت دی جائے؟

ابن عباس نے کہا: جی ہاں یہ اللہ کا قرآن ہے:

رَبِّ لَوْلَا اٰخِرَتُنِيْٓ اِلٰى اٰجَلٍ قَرِيْبٍ ۚ فَاَصْدَقِيْ وَاَاٰلُنِ قَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝

”اے میرے رب! تو نے مجھے قہوڑی سی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے

ہو جاتا۔ اس آیت میں ”الصالح“ سے مراد حج ہے۔

اور یہی روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔



سُورَةُ التَّغَابُنِ

سورة التغابن مدینة آیاتها و رکوعاتھا ۲

”سورة تغابن مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ تغابن کے مطالب

سورۃ تغابن کے مطالب کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱ تذکرہ توحید کائنات کی ہر شے اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔
- ۲ اس حصے میں لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پوشیدہ و ظاہری اعمال کو اپنی نگاہ میں رکھیں اور اہم سابقہ کے احوال کو فراموش نہ کریں۔
- ۳ اس حصے میں قیامت کے بارے میں گفتگو ہے۔ قیامت کا دن ”تغابن“ کا دن ہے۔
- ۴ اس حصے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے۔
- ۵ اس آخری حصے میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ دنیا کی محبت اور آل و اولاد کی محبت کے فریب سے بچنا چاہیے۔

سورۃ تغابن کی تلاوت کے فضائل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

من قرأ سورۃ التغابن فی فريضة كانت شفيعة له يوم القيامة وشاهد عدل عند

من يجيز شهادتها ثم لا تفارقه حتى يدخل الجنة

”جو شخص سورۃ تغابن کو اپنی واجب نمازوں میں پڑھے تو قیامت کے دن یہ سورہ اس کی شفاعت

کرے گی اور وہ اس ہستی کے سامنے ایک ایسی شاہد و عادل ہوگی، جس نے اس کی شفاعت کی

اجازت دی ہے۔ پھر اس سے الگ نہ ہوگی، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔“

جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

من قرأ المسبحات كلها قبل ان ينام لم يمت حتى يدرك القائم، وان مات كان

فی جوار النبی ﷺ

”جو شخص رات سونے سے قبل ”مسکات“ کی تلاوت کرے تو وہ اپنی موت سے قبل قائم آل محمد کے زمانے کو ضرور پائے گا۔ اگر امام زمانہ کے ظہور سے قبل مر جائے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے جوار میں ہوگا۔“

مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو سورۃ تغابن کی روزانہ تلاوت کرے گا وہ ناگہانی موت سے محفوظ رہے گا۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَسْبَحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ① هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فِيكُمْ
كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ② خَلَقَ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۗ
وَالِيهِ الْمَصِيرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا
تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ④ أَلَمْ
يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ فذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهُمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑤ ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا ۚ فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا ۖ وَاسْتَغْنَى اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ
غَنِيٌّ حَمِيدٌ ⑥ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ۗ قُلْ بَلَى
وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۗ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ
يَسِيرٌ ⑦ فَاْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْثُورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۗ وَاللَّهُ

بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُم لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ
التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ
وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، وہ سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، ملک و سلطنت
اُسی کا ہے، حمد و ثنا بھی اُسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔ وہی ہے، جس نے
قصص پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے
خوب جانتا ہے۔

اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اُس نے تمہاری شکل و صورت
بنائی تو بہترین صورت بنائی اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ ہر اُس شے کو جانتا ہے جو
آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور وہ اُسے بھی جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر
کرتے ہو، اللہ تو سینوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

کیا تمہارے پاس اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا۔ پھر انہوں نے
اپنے کیے کا دہال چکھا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُن کے
رسول مکمل دلیلوں کے ساتھ اُن کے پاس آتے رہے۔ انہوں نے کہا: کیا بشر ہماری رہبری
کرتے ہیں؟ لہذا انہوں نے کفر اختیار کر لیا اور (حق سے) منہ پھیر لیا۔ پھر اللہ نے بھی
اُن کی کوئی پروا نہ کی اور اللہ بڑا بے نیاز قاطع حمد و ستائش ہے۔

کافر لوگوں کو یہ گمان ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ اُن سے کہہ دیجیے میرے پروردگار کی قسم! تم لوگ ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہیں بتایا جائے گا، جو کچھ تم نے انجام دیا ہوگا یہ کام اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔

تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے اور جو کچھ انجام دیتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ جس روز اللہ تمہیں اجتماع کے دن جمع کرے گا تو وہ دن فائدے اور خسارے کا ہوگا اور جو اللہ پر ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا تو اللہ اُس سے اس کی بُرائیاں دُور کرے گا اور اُسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

تفسیر آیات

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ كَافِرًا وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللَّهُ يَسْتَعْلِمُونَ بِصُورَتِهِ ۝

”وہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔“

علی بن ابراہیم نے زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں مومنین و کفار ایک خصوصی ذکر ہے۔ حسین بن فہیم صحاف کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس منہجہ بالا آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں یا جنہوں نے ہماری ولایت سے انکار کیا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ اس آیت کا اصل انسانی مخلوق پر نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے انسان کو مومن پیدا کیا ہے یا کافر، کفر و ایمان کی نسبت اُن کے اعمال کی وجہ سے ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

كل مولود يولد فطرته الاسلام.

”ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتاً اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔“

ایک اور حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میں نے اپنے تمام بندوں کو دین ضیف پر پیدا کیا۔“

اس طرح کی احادیث کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: حبنا ایمان و بغضنا کفر ”ہماری محبت ایمان ہے اور ہم سے بغض رکھنا کفر ہے۔“

لوگوں کی چھ اقسام ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں کی چھ قسمیں ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو لکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں لکھ لو۔ میں نے عرض کیا: فرمائیے کیا لکھوں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جن سے وعدہ کیا گیا ہے جنت کا اور جہنم کا۔ دوسرے وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کے اچھے اور بُرے عمل مخلوط ہو گئے ہیں۔

میں نے آپ کے حضور عرض کیا: وہ کون لوگ ہیں؟

آپ نے فرمایا: وحشی بھی انہی میں سے ہے۔^①

پھر فرمایا: لکھو کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے امر سے اُمیدیں وابستہ رکھتے ہیں کہ یا تو اللہ انہیں عذاب دے گا یا ان کی توبہ کو قبول کرے گا۔

بعد ازیں آپ نے فرمایا: کچھ لوگ وہ ہیں جو مستضعف ہیں، وہ مردوں میں سے بھی ہیں اور عورتوں میں سے بھی ہیں، نہ تو وہ کفر سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ان کی رسائی ایمان تک ہو سکتی ہے کہ ہدایت حاصل کریں۔ یہ وہ ہیں شاید اللہ ایسے لوگوں کو معاف کر دے۔

پھر آپ نے فرمایا: اب لکھو، اصحاب اعراف۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اصحاب اعراف کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں، جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ خداوند کریم اگر انہیں جہنم میں داخل کرے گا تو یہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا۔ اگر انہیں جنت میں داخل کرے گا تو اپنی رحمت کی وجہ سے ہوگا۔

① حضرت حمزہ کے قاتل کی طرف اشارہ ہے۔

انسان اللہ کی قدرت کا شاہکار

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ①
”اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اُس نے تمہاری شکل و صورت بخالی تو
بہترین صورت بخالی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ہماری شکل و صورت بہترین انداز میں بخالی اور ہمیں اپنے آسمانوں اور زمین میں اپنا خزانہ قرار دیا۔
اشجار نے ہمارے ساتھ نطق کیا۔ ہماری عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی گئی۔ اگر ہم نہ ہوتے تو مخلوق کو اللہ کی بندگی
کے راز حاصل نہ ہوتے۔

انوار الہی

قَامُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ②
”تو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اُس نور پر جو ہم نے اُنارہے اور جو کچھ تم انجام
دیتے ہو، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔“

اصول کافی میں روایت ہے کہ ابو خالد کاہلی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس
فرمان (قَامُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا) سے کیا مراد ہے؟
آپؑ نے فرمایا: اے ابو خالد! بھلا، آئمہ اہل بیتؑ ہی اللہ کا نور ہیں۔ خدا کی قسم! وہ اللہ کا نور ہیں اور اللہ نے انہیں
اس دنیا میں بھیجا۔ بھلا! آسمانوں اور زمین میں وہ اللہ کا نور ہیں۔ اے ابو خالد! بھلا، امام کا نور مومنین کے قلوب میں آفتاب
سے زیادہ منور ہوتا ہے۔ بھلا، اُن کا نور مومنین کے قلوب کو منور کر دیتا ہے۔ جب اللہ چاہتا ہے تو اس نور کو بعض لوگوں سے
جواب میں رکھ دیتا ہے، جس کی وجہ سے ان کے قلوب میں تاریکی چھا جاتی ہے۔
اے ابو خالد! اللہ کی قسم! ہم سے کوئی آدمی محبت نہیں کر سکتا جب تک اللہ اس کے قلب کو پاک نہ کر دے اور جب اللہ
اس کے دل کو پاک کرتا ہے تو اُسے ہمارے حوالے کر دیتا ہے۔ جب وہ ہماری سپردگی میں آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے حساب
کی سختی سے محفوظ کر لیتا ہے اور قیامت کے دن فخر اکبر سے نجات دے دے گا۔

یومِ تغابن

يَوْمَ يَجْمَعُكُم لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ

”جس روز اللہ تمہیں اجتماع کے دن جمع کرے گا تو وہ دن قاتلے اور خسارے کا دن ہوگا۔“

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

جب جنتی جنت میں داخل ہوگا تو وہ جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھے گا تو اس وقت اسی کی خوشی کی اہتمام رہے گی کہ اگر وہ بُرائی کرتا تو آج اسی مقام پر ہوتا اور ہر جہنمی جب جہنم میں داخل ہوگا تو وہ جنت میں اپنے اُس مقام کو دیکھے گا کہ اگر وہ اعمال صالح بجالاتا تو آج جنت میں ہوتا تو وہ اس وقت حسرت کرے گا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝^{۱۰} مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝^{۱۱} وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَدُ الْمُنِيرُ ۝^{۱۲} اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝^{۱۳} يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝^{۱۴} إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝^{۱۵} فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا ۚ لَّا تُفْسِكُمْ ۖ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ

نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّ تُقَرِّضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا
يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾ عَلِيمُ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾

”لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنم والے ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اللہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم نے زور گردانی کی تو ہمارے رسولؐ کے ذمے واضح صورت میں ابلاغ کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ ہی (حقیقی معبود) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور مومنین کو اسی پر توکل کرنا چاہیے۔

اے ایمان والو! تمہاری ازواج اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں لہذا ان سے بچتے رہو۔ اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ تمہارے اموال و اولاد تمہاری آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں ہی عظیم جزا ہے۔ پس تم سے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور غور سے سنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کے راستے میں) خرچ کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے نکل سے بچ جائیں تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اگر تم اللہ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ تمہارے لیے اُسے کئی گنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان اور مددگار ہے۔ وہ غیب و شہود سے باخبر ہے اور وہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔“

جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے

..... وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ اللّٰهُ لَهُ

”جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اللہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

دل سینے اور حجرہ کے درمیان متحرک رہتا ہے، یہاں تک کہ اس میں ایمان پختہ ہو جاتا ہے۔ جب اس کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے (تو اُسے ہدایت مل جاتی ہے) پھر امام علیہ السلام نے اسی زیر بحث آیت کی قرأت فرمائی۔

تمہاری کچھ ازواج اور اولاد تمہاری دشمن ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ

”اے ایمان والو! تمہاری ازواج اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں اور اُن سے بچتے رہو۔“

شان نزول

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ہجرت کا زمانہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ہجرت کرنا شروع کی۔ جب کچھ لوگوں نے جب ہجرت کرنا چاہی تو ان کے بیٹے اور بیوی ان کا دامن پکڑ لیتے اور کہتے: تجھے خدا کی قسم! تو ہجرت نہ کر کیونکہ اگر تو چلا گیا تو ہم تیرے بعد سرپرست کے بغیر رہ جائیں گے۔ کچھ لوگ اپنے گھر والوں کی بات کو قبول کر لیتے تو وہ گھر رہ جاتے اور ہجرت کے لیے باہر نہ آتے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی، جس میں اس بات سے ڈرایا گیا کہ وہ اپنی اولاد اور بیویوں کی اطاعت نہ کریں لیکن ان لوگوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے، جو بالکل گھر والوں کی پرواہ نہ کرتے اور ہجرت کے لیے چلے آتے اور اپنے گھر والوں سے کہتے: خدا کی قسم! اگر تم ہمارے ساتھ ہجرت نہیں کرو گے۔ چنانچہ ان لوگوں کو حکم دیا گیا کہ جس وقت ان کے گھر والے اُن سے آئیں تو گزشتہ امور کو بھلا دیتا۔

پھر آپؐ نے آیت کی تلاوت فرمائی:

وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَضَعُوا عَنْهُ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

”اگر تم معاف کر دو، درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بڑا معارف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔“

تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَكَ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

”تمہارے اموال اور اولاد تمہاری آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں ہی عظیم جزا ہے۔“

صحیح البلاغہ میں امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

لا يقولن احدكم: اللهم اني اعوذ بك من الفتنة لانه ليس احد الا هو مشتمل على فتنة ولكن من استعاذ فليستعذ من مضلات الفتن فان الله سبحانه يقول، واعلموا انما اموالكم واولادكم فتنة

”تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ خداوند! میں تجھ سے احمقانہ و آزمائش سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ ہر شخص کے پاس آزمائش کا ذریعہ ہوتا ہے اور کم از کم اُس کے پاس مال اور اولاد تو ہوتے ہی ہیں لیکن جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خدا سے پناہ طلب کرے تو وہ ان احمقوں سے پناہ لے جو گمراہ کرنے والے ہیں کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ”جان لو کہ تمہارے اموال اور اولاد آزمائش کا ایک ذریعہ ہیں۔“

مجمع البیان میں منقول ہے کہ اس کے علاوہ بہت سے مفسرین اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ حسین شریفین جو ان دنوں بچے تھے مسجد میں وارد ہوئے۔ انھوں نے سرخ رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ دونوں چلتے چلتے پھسل جاتے اور زمین پر گر جاتے تھے۔ جو نبی اللہ کے رسول کی نگاہ مبارک اُن پر پڑی تو آپؐ نے خطبہ چھوڑ دیا اور منبر سے اترے، انھیں اٹھایا اور اپنی آغوش میں لیا اور پھر انھیں منبر پر لے گئے اور اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

”تمہارے اموال اور اولاد تمہاری آزمائش کا ذریعہ ہیں۔“

جب میری نگاہ ان دونوں بچوں پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ وہ چلتے چلتے پھسل جاتے ہیں تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے خطبہ چھوڑا اور انھیں اٹھایا۔ بعد ازیں آپؐ نے دوبارہ اپنے خطبہ کو شروع کی۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَأَطِيعُوا

”پس تم سے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور غور سے سنو اور اطاعت کرو۔“

کتاب توحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:
کوئی بھی فرد نہ قائل ہے اور نہ متحرک ہے مگر اس کے پاس اللہ کی طرف سے فعالیت اور تحرک کی استطاعت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرعی تکلیف استطاعت کے بعد ہے۔ انسان مکلف اسی وقت ہوتا ہے، جب اس کے پاس استطاعت موجود ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اُس نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا اللہ نے اپنے بندوں کو گناہ پر مجبور کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ کی ذات اعدل ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گناہ پر مجبور کرے اور پھر انہیں عذاب بھی دے۔
راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اللہ نے اپنے بندوں کو تو تمام اُمور استطاعتی سپرد کیے ہیں؟
آپؑ نے فرمایا: اگر اللہ انہیں یہ سب کچھ تفویض فرماتا تو پھر انہیں امر و نہی میں محصور نہ کرتا۔
راوی نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟
آپؑ نے فرمایا: جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے، بھلا اس سے زیادہ ہے۔

وَمَنْ يُؤْتِ شَيْءَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۱﴾

”اور جو اپنے نفس کے نکل سے نکل جائیں تو وہ لوگ کامیاب ہیں۔“

تفسیر قمی میں فضل بن ابی قرہ کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُزل رات سے صبح تک بیت اللہ کا طواف کرتے رہے اور دوران طواف یہ دعا فرماتے رہے:

اللهم قنني شح نفسي ”خدا ودا! مجھے مرے حرص و نکل سے بچا۔“

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آج رات میں نے اس دعا کے علاوہ اور کچھ نہیں سنا تو آپؑ نے فرمایا:
نفس کے نکل و حرص سے بڑھ کر اور کون سی چیز زیادہ خطرناک ہے جبکہ خدا کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُؤْتِ شَيْءَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۱﴾

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے زکوٰۃ دی تو اُس نے اپنے آپ کو فحش کی بیماری سے بچا لیا۔

سُورَةُ الطَّلَاقِ

سورة الطلاق مدینة آیاتھا ۱۲ و ۷ کو عانتھا ۲
 ”سورة طلاق مدینے میں نازل ہوئی۔ اس کی بارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ طلاق کے مطالب

سورۃ طلاق کی پہلی سات آیات میں طلاق کے مسائل زیر بحث کیے گئے ہیں۔ ان مسائل کی جزئیات کو اختصار کے ساتھ لطیف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں اللہ کی عظمت، اس کے رسول کی عظمت اور صالح لوگوں کے اجر و ثواب اور بدکار لوگوں کے عذاب کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

سورۃ طلاق کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حدیث ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جس کسی نے سورۃ طلاق اور سورۃ تحریم نماز فریضہ میں پڑھی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے حزن و ملال سے محفوظ رکھے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من قرأ سورة الطلاق مات على سنة رسول الله

”جو شخص سورۃ طلاق کی تلاوت کرے گا، وہ جب اس دنیا سے جائے گا تو سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل چلا ہو کر جائے گا۔“

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا
الْعِدَّةَ ٢ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ٣ لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا
يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ٤ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ٥
وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ٦ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ
يُخْرِجُكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ٧ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ
بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوْيَ عَدْلٍ مِنْكُمْ
وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ٨ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ٩ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ١٠
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ١١ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ
حَسْبُهُ ١٢ إِنَّ اللَّهَ بِأَلْعَمِ أَمْرُهُ ١٣ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ
قَدَرًا ١٤ وَالَّذِي يَمْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ
فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ ١٥ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْ ١٦ وَأُولَاتُ الْأَحْصَالِ

أَجْلَهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۖ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ
أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ ۖ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ
يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ
سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۖ وَإِنْ
كُنَّ أُولَاتٍ حِمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ
فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتُّوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۚ وَاتَّبِعُوا بَيْنَكُمْ
بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فِستَرْضَعُوا لَهَا أُخْرَىٰ ۖ

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحم و رحیم ہے

”اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دیے لگو تو انہیں عدت کے حساب سے طلاق دو اور پھر
عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے۔ انہیں اُن کے گھروں
سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود باہر جائیں سوائے اس صورت کے وہ ظاہر بظاہر کوئی بے حیائی کا
ارتکاب کریں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ خود اپنے
اوپر ظلم کرے گا۔ تم نہیں جانتے شاید اللہ اس کے بعد کوئی اور نئی بات پیدا کر دے۔

جب اُن کی عدت (کا زمانہ) ختم ہو جائے تو پھر شائستہ انداز سے انہیں روک لو یا شائستہ
طریقے سے اُن سے جدا ہو جاؤ اور اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنا لو اور خدا کے
لیے حقیقی گواہی دو، ان باتوں سے اُس شخص کو فصاحت کی جاتی ہے جو اللہ اور قیامت کے
روز پر ایمان رکھتا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لیے نجات کا کوئی نہ کوئی

راستہ پیدا کر دیتا ہے۔

اور اُسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے، جس کا اُسے گمان تک بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔ اور اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اعجاز مقرر کر دیا ہے۔

تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو گئی ہیں، اگر اُن کے بارے میں تمہیں کوئی شک ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور یہی حکم اُن عورتوں کا ہے، جنہیں حیض نہ آتا ہو اور حاملہ عورتوں کی میعاد وضع حمل ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے معاملہ میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے، جو اُس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اور جو شخص تقویٰ الہی اختیار کرے گا تو اللہ اُس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اُس کے لیے اجر کو بڑھا دے گا۔

ان (مطلقہ) عورتوں کو (عدت کے ایام میں) وہاں رکھو، جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے ضرر نہ پہنچاؤ۔ اگر وہ حاملہ ہوں تو پھر اُن پر خرچ کرو، یہاں تک کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ پھر وہ اگر تمہارے کہنے پر دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دے دیا کرو۔ مناسب صورت سے (اجرت) کو باہم طے کر لو اور اگر تمہیں آپس میں کوئی مشکل پیش آئے تو پھر کوئی اور عورت اُسے دودھ پلائے گی۔“

احکام طلاق

..... فَكُلُّتُمُنَّ لِبَوَّاتِهِنَّ وَأَخْضُوا الْبِدْعَةَ

”انہیں عدت کے حساب سے طلاق دو اور پھر عدت کا حساب رکھو۔“

اصول کافی میں روایت ہے: بکلی نسابہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور عرض کیا: ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے تجھے آسمان کے ستاروں کے عدد کے برابر طلاق دی ہے، تو یہ طلاق نافذ العمل

ہو جائے گی؟

آپؐ نے فرمایا: افسوس ہے کیا تو نے سورۃ طلاق نہیں پڑھی؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! پڑھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا پڑھا ہے؟ میں نے امام علیؑ کے حضور یہ آیت پڑھی: فَطَلَّقُوا هُنَّ لِحُوتِ تِهِنَّ وَأَخْصُوا الْبَعْدَةَ

آپؐ نے فرمایا: کیا یہاں ستاروں کی تعداد کی کوئی بات ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

پھر میں نے امام علیؑ سے ایک اور مسئلہ پوچھا: اگر کوئی مرد اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین دفعہ طلاق دے تو کیا

طلاق ہو جائے گی؟

آپؐ نے فرمایا: کتاب اللہ اور نبیؐ کی سنت میں اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ طلاق صرف طہر میں ہوتی ہے اور اس

طہر میں مرد نے اپنی عورت سے جماع بھی نہ کیا ہو۔ طلاق کے لیے دو عادل گواہ بھی لازم ہیں۔

طلاق کا مفہوم اور اس کی اقسام

سورۃ بقرہ اور سورۃ احزاب میں طلاق کے احکام زیر بحث آچکے ہیں۔ سورۃ طلاق میں طلاق کے مسائل تفصیلی طور پر

بیان ہوئے ہیں۔ طلاق کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ شرعی طریقے سے منکوحہ بیوی سے مرد کا علیحدگی اختیار کرنا کیونکہ انسانی زندگی

مسائل سے دوچار ہے۔ انسان کی ازدواجی زندگی میں بعض اوقات کچھ ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں کہ علیحدگی کے سوا چارہ نہیں

ہوتا تو اس وقت مہاں بیوی کے درمیان طلاق رحمت بن جاتی ہے۔ طلاق کے ذریعے وہ ایک دوسرے سے آزاد ہو جاتے

ہیں اور پھر نئے سرے سے اپنی اپنی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔

طلاق کی چار اقسام ہیں:

① طلاق بدعت: ایسی طلاق جو شریعت کے مطابق نہ ہو

② طلاق سنت: جو شریعت کے مطابق ہو۔

طلاق سنت کی دو قسمیں ہیں:

③ طلاق بائن: جس کے بعد رجوع نہیں۔

۲ طلاق رجعی: شوہر عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔

طلاق کی شرائط

طلاق کی پہلی شرط یہ ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو ایسے وقت کا انتظار کرے، جس سے عدت شمار ہو سکے اور وہ وقت یہ ہے کہ عورت حیض و نفاس سے پاک صاف ہو اور اس دوران اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔ کیونکہ حیض و نفاس کے دوران یا جس وقت وہ حیض و نفاس سے پاک تھی اور شوہر نے اُس سے جماع کیا ہو، اس دوران دی جانے والی طلاق باطل ہوگی۔ عدت کو بھی شمار کیا جائے گا، جو تین مکہر ہے۔ جب عورت تیسرے مکہر میں داخل ہوگی تو عدت ختم ہو جائے گی لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس کے اختتام تک انتظار کیا جائے۔

طلاق کی دوسری شرط یہ ہے کہ طلاق دو عادل گواہوں کی موجودگی میں دی جائے کیونکہ قرآن مجید کی نص ہے ورنہ طلاق نہیں ہوگی۔

آیت کریمہ کے ان الفاظ وَاخْضُوا الْعِدَّةَ میں عدت کا ذکر کیا گیا ہے۔

عدت کے اسباب تین ہیں:

① طلاق بعد از دخول ② دلی بائٹہ ③ شوہر کی وفات

پہلی دو صورتوں میں عدت کی مدت تین مکہر ہے۔

اگر مطلقہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔ عدت وفات چار ماہ دس دن ہے۔ اگر یہ عورت حاملہ ہے تو پھر چار ماہ دس دن اور وضع حمل میں سے جو مدت زیادہ طویل ہوگی اس کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ اسے بعد الاجلین کا نام دیا گیا ہے۔

تفسیر فی میں منقول ہے کہ جب امام علیؑ سے پوچھا گیا کہ مطلقہ عورت عدت کہاں گزارے؟

آپؑ نے فرمایا: اپنے گھر میں گزارے اور گھر سے باہر نہ جائے۔ ہاں اگر اس نے کسی ضروری کام سے گھر سے باہر جانا ہے تو اسے چاہیے آدمی رات کے بعد گھر سے باہر نکلے، دن کو گھر سے باہر نہ آئے، جب تک اس کی عدت ختم نہیں ہو جاتی وہ حج نہیں کر سکتی۔

راوی کہتا ہے: میں نے سوال کیا: اگر عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے تو کیا اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اگر وہ حج پر جانا چاہتی ہے تو حج کر سکتی ہے۔

من لا يحضره الفقيه میں منقول ہے: جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ (اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود باہر جائیں سوائے اس صورت کے وہ ظاہر بہ ظاہر ہے حیاتی کا ارتکاب کریں) کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ہاں انہیں اُس وقت اپنے گھروں سے نکالا جاسکتا ہے۔ جب وہ مرد کے گھر والوں کو اذیت دینے لگیں اور بد اخلاقی سے پیش آئیں۔

لَا تَنْتَهِئِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ①

”تم نہیں جانتے شاید اللہ اس کے بعد کوئی اور نئی بات پیدا کر دے۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مطلقہ عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی آنکھوں میں سرمہ لگائے، خوشبو استعمال کرے، اپنے پسند کے کپڑے پہنے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ① شاید اس طریقے سے مراد اپنی عورت کی طرف مائل ہو جائے اور وہ رجوع کر لے۔ ان کے درمیان طہرگی نہ ہونے پائے۔

صاحب مجمع البیان نے ذَآ شَهِدُوا ذَوْنِي عَذْلٍ مِّنْكُمْ (اور اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنا لو) کی تفسیر میں لکھا ہے: جس وقت مرد طلاق دینا چاہے تو اُس وقت واجب ہے کہ دو عادل مردوں کو گواہ مقرر کرے اور جس وقت وہ رجوع کرنا چاہے تو اُس وقت بھی تاکہ عدت پوری ہونے کے بعد عورت انکار نہ کر سکے۔

أصول کافی میں منقول ہے: محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں یحییٰ بن خالد کی دلیلیز میں تھے اور وہاں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ابو یوسف بھی تھے۔ ابو یوسف اٹھ کر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے دوڑا تو ہو کر بیٹھا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا غرم اپنے اوپر سایہ کر سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں کر سکتا۔ ابو یوسف نے کہا: کیا دیوار کے سائے میں آسکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام کی اس بات پر ابو یوسف ہنسنے لگا۔

یہ دیکھ کر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو یوسف! دین میں قیاس نہیں ہے، جس طرح تو اور تمہارے اصحاب قیاس کرتے ہیں، اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طلاق کا حکم دیا ہے اور دو عادل گواہوں کا حکم بھی دیا ہے اور اللہ نے تزویج کا حکم بھی دیا ہے اور وقت تزویج گواہوں کا حکم نہیں دیا تو تم تزویج کے وقت گواہ قائم کرتے ہو۔ جس کو اللہ نے باطل قرار دیا ہے۔ جہاں اللہ نے گواہوں کو واجب قرار دیا ہے، وہاں تم گواہ قائم نہیں کرتے اور جہاں گواہوں کے بارے میں نہیں فرمایا وہاں تم گواہ قائم کرتے ہو۔

تم لوگوں نے بھون کی طلاق کو بھی جائز قرار دیا ہے اور جو نفقہ کی حالت میں ہے، اس کی طلاق کو بھی جائز کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تو آپؐ نے احرام کی حالت میں اپنے اُوپر سایہ نہیں کیا اور جب آپؐ گھر میں داخل ہوئے اور خیمہ میں تو آپؐ نے سایہ کیا۔ دیوار کے سائے میں بھی آئے تو ہم اُس طرح کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ یہ سن کر ابو یوسف خاموش ہو گیا۔

تہذیب الاحکام میں روایت ہے: داؤد بن حصین کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: کیا عورت سے نکاح کے وقت شہادت قائم کی جاسکتی ہے، جب عورت کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو اور عورت سے انکار کا خطرہ ہو؟

آپؐ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے فقہاء اس مسئلہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں: نکاح کے وقت دو عادل گواہوں کا ہونا واجب ہے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کے عزائم اور اُس کے فرائض کی توہین کی ہے اور جس امر کو اللہ نے آسان کیا انھوں نے اس میں مشکلات پیدا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق میں دو عادل گواہوں کے قیام کو فرض کیا ہے اور ان لوگوں نے طلاق میں شہادت کو ضروری نہیں سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس عقد کو حرام قرار نہیں دیا، جس میں دو عادل گواہ نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نکاح میں دو عادل گواہوں کی شہادت جو جاری فرمائی، آپؐ کی سنت ہے وہ اس لیے کہ کہیں کوئی اولاد اور میراث کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ باقی نکاح بغیر گواہوں کے ہو جاتا ہے۔ عورت مرد پر اور مرد عورت پر حلال ہو جاتا ہے۔

اللہ کے لیے شہادت کو قائم کرو

علی بن سید سائی کہتے ہیں: ہم نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف خط لکھا، جس میں شہادت کے احکام بھی تھے تو آپؐ نے ہمارے جواب میں لکھا:

فَاقِمِ الشَّهَادَةَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى نَفْسِكَ أَوْ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ
 ”اللہ کے لیے شہادت کو قائم کرو چہ جائیکہ وہ تمہارے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور تمہارے اقربا کے خلاف ہو، جو حق ہے، وہ بیان کر دو۔“

اللہ کے خوف میں نجات ہے

اصول کافی میں روایت ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی عبادت میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے اللہ سے شدید خوف رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝

”جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لیے نجات کا کوئی نہ کوئی راستہ پیدا کر دیتا ہے۔“

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

من اتقى الله يتقى : ومن اطاع الله يطاع

”جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے تو لوگ اس سے ڈرتے ہیں، جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔“

اللہ وہاں سے روزی دیتا ہے، جہاں گمان بھی نہیں ہوتا

وَيَزِدُّهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ

قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

”اور اُسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے، جس کا اُسے گمان تک بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُس کے لیے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے اور اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔“

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو وہاں سے

رزق عطا فرماتا ہے، جہاں بندوں کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے، آپؑ نے فرمایا: جب انسان دیکھے کہ اس سے رزق کے وسائل منقطع ہو گئے ہیں تو

کثرت کے ساتھ دعائیں کرے۔

دعا اور رزق کے لیے سعی لازم و ملزوم ہیں

علی بن عبدالحسینؑ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن مسلم آج کل کیا کر رہا ہے؟ میں

نے عرض کیا: وہ آج کل عبادت میں مصروف ہے اور تجارت و کاروبار چھوڑ دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ کیا اُسے اتنا علم بھی نہیں ہے کہ جو کام و کاروبار چھوڑ دے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ جب رسول اللہ ﷺ کے دور میں یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ لوگوں نے اپنے اوپر دروازے بند کر دیے تھے اور عبادت میں مصروف ہو گئے تھے کہ اب ان کی کفایت خود بخود ہو جائے گی کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ جب اس بات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپؐ نے ان کی طرف آدی بھیجا کہ یہ تم نے کیا کر رکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا تھا: اللہ کی طرف سے ہمارے رزق روزی کی کفالت ہو جائے گی کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو عبادت میں مصروف کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے اس طرح کیا اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، تمہارے لیے ضروری ہے کہ رزق کو کسب کرو اور رزق کو تلاش کرو۔

سچ البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

”اے لوگو! اس بات پر یقین کر لو جس نے اللہ کے خوف کو اپنے دل میں بسایا تو خداوند تعالیٰ اُسے

مشکلات سے نجات دے دیتا ہے۔“

جب آپؐ سے پوچھا گیا: اگر کسی آدی پر اس کے گھر کے دروازے بند کر دیے جائیں تو پھر اس کا رزق اس کے پاس کہاں سے آئے گا؟

آپؐ نے فرمایا: وہاں سے جہاں سے اُس پر موت آئے گی۔

استغفار ہر مصیبت کا علاج

حضرت خیر اکرم علیہ السلام کا فرمان ہے:

”من اکثر الاستغفار جعل اللہ من کل هم فرجاً ومن کل ضیق مخرجاً“
 ”جو آدی کثرت سے استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہر غم سے نجات دے دیتا ہے اور مشکل سے اُس کی کشائش کر دیتا ہے۔“

ایک حدیث میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے:

انی لاعلم آیتہ لو اخذ بها الناس لکفتهم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً.....

”میں ایک ایسی آیت کریمہ کو جانتا ہوں، اگر تمام لوگ اس کے دامن کو تمام لیں تو وہ ان کی مشکلات کے حل کے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا۔ آپؐ بار بار اس کا تکرار کرتے رہے۔

شیخ مفید نے روضۃ الواعظین میں ایک حدیث نقل کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ کا ہو کر رہ گیا تو اللہ اس کے رزق کا ضامن بن گیا اور اُسے اس جگہ سے دیتا ہے، جہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا اور جس نے دنیا کو اختیار کیا تو اللہ اُسے دنیا کے حوالے کر دیتا ہے۔

مناقب شہر آشوب میں روایت ہے: عبدالملک بن مروان کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ کی تلواریں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ہے کہ اُس نے آپؐ کی طرف اپنا آدی بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار اُسے بطور ہبہ دے دی جائے اور اُس نے آپؐ سے یہ بھی کہلوا بھیجا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر کر دی جائے گی لیکن آپؐ نے تلوار دینے سے انکار کر دیا۔ عبدالملک نے آپؐ کی طرف دھکی آمیز خط لکھا کہ اُن کا شہر یہ بند کر دیا جائے گا۔ آپؐ نے اس کے خط کے جواب میں لکھا:

اما بعد! فان الله تعالى ضمن للمتقين المخرج من حيث يكرهون والرنق من حيث لا يحتسبون

”اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کی ضمانت لے رکھی ہے، وہ انہیں مشکلات سے نجات دے گا اور وہاں سے رزق عطا کرے گا، جہاں کا گمان بھی نہ ہو۔“

جو خدا پر توکل کرتا ہے تو خدا اس کی کفایت کرتا ہے

خصال صدوق میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اے معاویہ! جسے تین چیزیں مل جائیں تو وہ تین چیزوں سے محروم نہیں رہتا:

◇ جسے دعا کی توفیق مل گئی تو اُسے قبولیت بھی مل گئی ہے۔

◇ جسے شکر کی توفیق میرا آگئی ہے تو اس کے رزق میں روز بروز اضافہ ہوتی ہو گیا ہے،

◇ جسے توکل مل گیا ہے اُسے کفالت بھی مل گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ.....

”جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا ہے: لنن شکرتکم لا نرید منکم، اگر میرا شکر ادا کرو گے تو زیادہ دوں گا۔ یہ بھی فرمایا:

ادعونی استجب لکم ”مجھے پکارو میں قبول کروں گا۔“

میں ان الاخبار میں حضرت امام علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ نے ابیہمت سے فرمایا:

اللہ سے ڈرتے رہو، اور اپنے تمام امور میں ظاہر و پوشیدہ طور پر اپنے خدا پر توکل کرو۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی

زیر بحث آیت تلاوت فرمائی۔

کتاب معانی الاخبار میں روایت ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جناب جبریلؑ جب میرے پاس آئے تو

میں نے اُن سے پوچھا: توکل کیا ہے؟ اُس نے کہا:

العلم بان المخلوق لا یضر ولا ینفع ولا یعطى ولا یمنع ، واستعمال الیاس من

الخلق فاذا کان العبد کذلک لم یعمل لاحد سوى الله ولم مرج ولم یخف سوى

الله ولم یطمع فى احد سوى الله فهذا هو التوکل

”انسان یقین کی اس منزل پر پہنچ جائے کہ مخلوق نہ نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی نفع، نہ کچھ دے

سکتی ہے اور نہ اُس سے کوئی چیز روک سکتی ہے۔ مخلوق سے کسی قسم کی امید نہ رکھنا اور ہمیشہ اپنے خدا

کی طرف متوجہ رہنا۔ جس وقت انسان کی یہ حالت ہو جائے تو پھر انسان خدا کے علاوہ کسی کے لیے

کام نہیں کرتا، نہ اس کے غیر سے امید کرتا ہے اور نہ اُس کے علاوہ کسی اور سے ڈرتا ہے اور نہ ہی

اس کے علاوہ کسی اور کے ساتھ دل لگاتا ہے۔ یہ ہے توکل۔“

مطلقہ عورتوں کے احکام

وَأَتَى يُونُسَ مِنَ الْحَيْضِ مِنْ نِسَائِهِمْ إِنْ امْسَتْهُمْ قَعْدَتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ ۖ وَأَتَى لَمْ يَحْضَنْ ۚ

وَأُولَٰئِكَ الْأَحْصَاءُ ۚ أَنْ يَتَّخِذَ حَذَقٌ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝

”تھماری عورتوں میں سے، جو حیض سے مایوس ہو گئی ہیں، اگر اُن کے بارے میں تھیں کوئی شک

ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور یہی حکم ان عورتوں کا ہے جنہیں حیض نہ آتا ہو اور حاملہ عورتوں

کی یہ حدود وضع حمل ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں مقول ہے کہ جب تمہاری عورتیں ماہانہ عادت سے مایوس ہو گئی ہوں۔

اگر ان کی وضع کیفیت میں حاملہ ہونے کے لحاظ سے شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اس طرح سے وہ عورتیں بھی جنہوں نے ماہانہ عادت دیکھی ہی نہیں، وہ بھی تین ماہ عدت رکھیں۔

اس کے بعد تیسرے گروہ کی طرف اشارہ ہے: حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں یعنی جو نبی وضع حمل

ہوگا، چاہے وہ طلاق کے ایک لمبے بعد ہو یا آٹھ ماہ بعد وضع حمل ہو، عدت ختم ہو جائے گی۔

بعد ازیں ان عورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے جو سن پاس کو پہنچ چکی ہیں یا نہیں۔ اس صورت میں آیت کہتی ہے: اگر تم

خدا کا حکم نہیں جانتے تو وہ یہ ہے کہ اس قسم کی عورتیں عدت گزاریں یعنی انہیں تین ماہ تک عدت گزارنی ہوگی۔

اصول کافی میں مقول ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں سائل نے سوال کیا کہ ایک آدمی نے اپنی

حاملہ بیوی کو طلاق دی۔ جب اس نے طلاق دی تو اس نے ستر کو جنم دیا وہ مکمل تھا یا مکمل نہ تھا یا صرف اس نے منصفہ کو جنم

دیا؟ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس وضع حمل سے چاہے اس کے حمل سے جو کچھ بھی وضع ہو اس سے معلوم ہوا وہ حاملہ تھی۔ جو نبی

وضع حمل ہوا، اس کی عدت ختم ہوگئی، اگرچہ منصفہ ہی کیوں نہ تھا۔

عبدالرحمن بصری کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں سوال کیا کہ ایک آدمی نے

جب اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ حاملہ تھی اور اس کے حکم میں دو بچے تھے۔ اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور ایک اس کے بطن

میں باقی رہ گیا، اب اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پہلے بچے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ حاملہ تھی۔ اب جب تک وہ دوسرے بچے کو جنم نہ دے گی، وہ کسی سے

عقد نہیں کر سکتی۔

علی بن ابراہیم سے روایت ہے: علیؑ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سوال کیا کہ حاملہ عورت

کا شوہر فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد وضع حمل ہوا اور اس عورت نے اپنی عدت چار ماہ دس دن ابھی نہ گزرے تھے کہ

عقد کر لیا تو اس بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

آپؐ نے فرمایا: اگر مرد نے دخول کیا ہے تو ان دلوں کو علیحدہ کر دیا جائے گا، وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی لیکن عورت اپنی بٹایا عدت گزارے گی اور اس کے علاوہ دوسری عدت تین طہر وہ بھی گزارے گی۔ اگر دخول نہیں ہوا تو ان کو جدا کر دیا جائے گا۔ عورت اپنی عدت کو مکمل کرے گی۔

أَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ..... الخ

”ان (مطلقہ) عورتوں کو (عدت کے ایام میں) وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے ضرر نہ پہنچاؤ۔“

تفسیر فی میں منقول ہے کہ مطلقہ عورت جس کی طرف اس کا زوج رجوع کر سکتا ہے، وہ اُسے اپنے گھر میں رکھے گا، جب تک وہ عدت میں ہے۔ اس کے اخراجات اس کے شوہر کے ذمہ ہوں گے۔ اگر عورت حاملہ ہے تو وضع حمل تک اس کے اخراجات مرد کے ذمہ ہیں۔

تفسیر جوامع الجامع میں منقول ہے: رہائش اور نفقہ اس مطلقہ کا مرد کے ذمہ ہے، جو مطلقہ رجوع ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک جو مطلقہ بائعہ ہے، اس کی رہائش اور نفقہ مرد کے ذمہ نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس دلیل ہے کہ جب قاطعہ بخت قیس کو اس کے شوہر نے طلاق بائن دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے نہ تو رہائش ہے اور نہ نان و نفقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حُمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ

”اگر (مطلقہ) عورتیں حاملہ ہوں تو ان کے وضع حمل تک ان پر خرچ کرو۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کے وضع حمل تک نان و نفقہ اس کے مرد کے ذمہ ہے۔

لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ

مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ

بَعْدَ عُسْرِ يُسْرًا ۝ وَكَأَيُّنَ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا
وَرُسُلِهِ فَحَاسِبْنَهَا حَسَابًا شَدِيدًا ۝ وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا ثَقِيرًا ۝
فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ
لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا
ثُمَّ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ
مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ ۝ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ
لَهُ رِزْقًا ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ
وَمِثْلَهُنَّ ۝ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

”جن کے پاس وسیع مال ہے وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کریں لیکن وہ لوگ جو تک
دست ہیں تو جو کچھ اللہ نے انھیں دے رکھا ہے، وہ اس میں سے خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی
کو اس کی طاقت سے زیادہ جو اس نے اُسے عطا کی ہے تکلیف نہیں دیتا، اللہ عنقریب سختی
کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔

کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں، جنہوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کے فرمان سے سرتابی

کی تو ہم نے بھی اُن سے سخت حساب لیا اور انھیں بُرے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ پھر انھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور اُن کا انجام خسارہ تھا۔ اُن کے لیے اللہ نے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پس اے صاحبانِ ایمان و عمل! تم اللہ کے فرمان کی مخالفت سے بچو، بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے۔

ایک ایسا رسول جو تمہیں خدا کی واضح آیات کی تم پر تلاوت کرتا ہے تاکہ ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں تاریکیوں سے نور کی طرف راہبری کرے اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال انجام دیتا ہے، اللہ اُسے اُس جنت کے باغوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اللہ نے انھیں بہترین رزق دے رکھا ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان مخلق کیے اور انہی کی طرح زمین کو بھی، اس کا حکم اُن کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے، اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔“

تفسیر آیات

وَكَانَ مِنَ قَرْيَةٍ عَثَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِمْ فَعَاسَبْنَهَا جَسَابًا شَدِيدًا ۖ وَعَدَّ لَهَا عَذَابًا

﴿نکۃ ۱﴾

”خداوند تعالیٰ کا قانون ہے جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تو انھیں عذاب کی سزائیں دیں۔ خداوند تعالیٰ نے ایسے سرکش لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے تاکہ بعد میں آنے والے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔“

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ.....

”وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان مخلق کیے اور انہی کی طرف زمین بھی۔“

تفسیر فی میں مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں ایک روایت درج ہے:

حسین بن خالد نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول! اللہ تعالیٰ کے اس فرمان والسماء ذات الحبیب سے کیا مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ان سات آسمانوں اور زمینوں کو اس طرح اُپر نیچے بتایا گیا ہے کہ پہلی زمین کے اُپر جو آسمان ہے وہ پہلی زمین والوں کا آسمان ہے اور دوسرے آسمان والوں کے لیے زمین ہے۔ اس طرح دوسرا آسمان پہلے آسمان والوں کا آسمان ہے اور تیسرے آسمان والوں کی زمین ہے اور اس طرح یہ سلسلہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں تک جا پہنچا ہے۔

يَسْأَلُ الْاٰمَمُ بَيْنَهُمْ مِّنْ حِسْرِ امْرِكَ تَذَكَّرْ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اور اُن کے اوصیاء ہیں۔



سُورَةُ التَّحْرِيمِ

سورة التحريم مدینہ آیاتھا ۱۲ و رکوعاتھا ۲
 ”سورة تحريم مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ تحریم کے مطالب

اس سورہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

❖ اس سورہ کے پہلے حصہ میں وہ واقعہ بیان ہوا ہے، جس میں پیغمبر گرامی ﷺ اور ان کی بعض ازواج کا ذکر

ہے۔

❖ دوسرے حصے میں تمام اہل ایمان سے خطاب ہے کہ وہ اپنے گمراہوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں اور

گناہوں کی زندگی سے توبہ ضروری ہے۔

❖ اس حصے میں پیغمبر اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کفار و منافقین سے جنگ کریں۔

❖ اس حصے میں دو صالح اور دو غیر صالح خواتین کا ذکر ہے۔

سورۃ تحریم کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے: جو شخص سورۃ طلاق و تحریم کی واجب نمازوں میں تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن کے خوف و ہراس سے پناہ دے گا اور اُسے جہنم کی آگ سے نجات دے گا اور اُسے ان سورتوں کی تلاوت اور ان پر عبادت کی بنا پر جنت میں داخل کرے گا کیونکہ یہ دونوں سورتیں پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو شخص سورۃ تحریم کو پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے خالص توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔

○○○

شان نزول

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُعَذِّبُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَذْوَاجِكَ وَاللَّهُ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ۝
 ”اے نبی! جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دی ہے اُسے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو؟ اللہ بہت زیادہ بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔“

علی بن ابیہیم سے اس آیت کریمہ کا شان نزول کچھ اس طرح منقول ہے: جب پیغمبر اسلام ﷺ نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو دعوت اسلام کے سلسلہ میں خطوط بھیجے تو اس دعوت کے سلسلہ میں آپ نے اسکندریہ کے سربراہ معقوس کی طرف بھی دعوت نامہ ارسال فرمایا، جس نے آپ کے قاصد کی بہت زیادہ پذیرائی کی۔ جب وہاں سے آپ کا قاصد واپس ہو رہا تھا تو معقوس نے آپ کی طرف ایک خط روانہ کیا، علاوہ ازیں ایک بہت بڑے خاندان کی دو کنیزیں بھی سمجھیں جس میں ایک کا نام ماریہ تھا اور دوسری کا نام سیرین تھا۔ سیرین آپ نے جناب حسان بن ثابت کو ودیعت فرمائی اور ماریہ جو مدینہ پہنچنے سے پہلے اسلام لا چکی تھی، اُسے آزاد کر کے اُس سے آپ نے خود عقد کر لیا تھا۔ پھر انہی کے بطن سے آپ کا فرزند جناب ابیہیم پیدا ہوا تھا جو اشہارہ ماہ زندہ رہ کر اس دنیا سے چلے جے تھے۔

ازواج کی باریاں مقرر تھیں۔ ایک دن جناب حصہ کی باری تھی۔ وہ کسی ضرورت کے تحت پیغمبر ﷺ کی اجازت کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ اتفاق کی بات کہ وہاں جناب ماریہ آگئیں تو آپ نے وہاں اُن سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ ابھی دروازہ بند تھا کہ جناب حصہ بھی وہاں آگئیں اور باہر بیٹھ کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگیں۔ جب دروازہ کھلا اور جناب حصہ نے جناب ماریہ کو حجرہ میں پایا تو برداشت نہ کر سکیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگیں: یا رسول اللہ! میری باری امیرا حجرہ، میرا بستر اور پھر ماریہ کے ساتھ یہ غلطی۔ یہ سن کر آپ نے قسم کھا کر فرمایا: آئندہ اُن سے حلیہ نہیں کروں گا تو پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔

عرض مترجم

زیر بحث آیات کے شان نزول کے بارے میں شیعہ اور اہل سنت کی تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ اُن میں سے جو دو مشہور روایات ہیں وہ دو ہیں: ایک روایت کا ذکر ہو چکا ہے، دوسری روایت یہ ہے: حضرت رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر سے فراغت کے بعد اپنی ازواج کے حجرہوں میں تشریف لے جاتے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر تک ہر ایک کے پاس ٹھہرتے۔ آپ کو شہد کا شربت زیادہ پسند تھا۔ جناب نعناب بنت جحش

سورۃ تحریم کے مطالب

اس سورہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس سورہ کے پہلے حصہ میں وہ واقعہ بیان ہوا ہے، جس میں پیغمبر گرامی ﷺ اور ان کی بعض ازواج کا ذکر

ہے۔

② دوسرے حصے میں تمام اہل ایمان سے خطاب ہے کہ وہ اپنے گمراہوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں اور گناہوں کی زندگی سے توبہ ضروری ہے۔

③ اس حصے میں پیغمبر اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کفار و منافقین سے جنگ کریں۔

④ اس حصے میں دو صالح اور دو غیر صالح خواتین کا ذکر ہے۔

سورۃ تحریم کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے: جو شخص سورۃ طلاق و تحریم کی واجب نمازوں میں تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن کے خوف و ہراس سے پناہ دے گا اور اُسے جہنم کی آگ سے نجات دے، اور اُسے ان سورتوں کی تلاوت اور ان پر مدامت کی بنا پر جنت میں داخل کرے گا کیونکہ یہ دونوں سورتیں پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۃ تحریم کو پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے خالص توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ
 أَزْوَاجِكَ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ
 أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ② وَإِذْ أَسَرَّ
 النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ
 اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ
 قَالَتْ مَنْ أَتَبَاكَ هَذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ③ إِنْ
 تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ
 هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ
 ظَهِيرٌ ④ عَلَى رَأْبَةٍ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا
 مِنْكُنَّ مُسَلِّمَتٌ مُؤْمِنَتٌ قَتَلَتْ نَفْسَ عِدَّتٍ سَاحَتٍ ثَبَّتَتْ
 وَأَبْكَارًا ⑤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا
 وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا

يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”اے نبی! جو چیز اللہ نے آپؐ کے لیے حلال کر دی ہے، اُسے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے اُوپر کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے (ایسے موقعوں کے لیے) آپؐ کی قسموں (کی گہ کے) کھولنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی آپؐ کا آقا و مولا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

اُس وقت کو یاد کرو جب نبیؐ نے اپنا ایک راز اپنی بعض بیویوں کو بتایا اور جب اُس نے اُس راز کو افشاء کر دیا تو اللہ نے اپنے نبیؐ کو اس سے آگاہ کیا تو آپؐ نے اس کا ایک حصہ تو اُسے بتا دیا اور ایک حصہ بیان نہ کیا۔ جب آپؐ نے اس کو یہ بات بتائی تو اُس نے (ازرا و تعجب) کہا کہ آپؐ کو اس بات کی خبر کس نے دی؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے علیم و خیر خدا نے اس بات کی خبر دی ہے۔

اگر تم دونوں توبہ کر لو تو (یہ تمہارے لیے بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہیں اور اگر تم دونوں اُس (غیبر) کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی رہو گی (تو تم غیبر کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گی) کیونکہ اللہ اس کا مددگار ہے اور جبرئیل اور صالح مومنین اور ان کے علاوہ تمام ملائکہ اس کے پشت پناہ ہیں۔ اگر وہ قسمیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اس کا پروردگار تمہاری جگہ اُس کے لیے تم سے اچھی بیویاں دے دے گا، جو مسلمان، مومن، اطاعت گزار، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں، بیوہ اور باکرہ ہوں گی۔

اے ایمان والو! اپنے آپؐ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس آگ پر ایسے فرشتے مقرر ہیں، جو سخت گیر اور تند مزاج ہیں۔ انھیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اُس کے احکام و فرامین کی پوری پوری تعمیل کرتے ہیں۔“

شان نزول

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ تَبَتَّ لِي مَرْصَاتٌ أَزْوَاجُكَ ۖ وَاللَّهُ عَفُوفٌ مُّرْحِيمٌ ①
 ”اے نبی! جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دی ہے اُسے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو؟ اللہ بہت زیادہ بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔“

علی بن ابراہیم سے اس آیت کریمہ کا شان نزول کچھ اس طرح منقول ہے: جب پیغمبر اسلام ﷺ نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو دعوت اسلام کے سلسلہ میں خطوط بھیجے تو اس دعوت کے سلسلہ میں آپ نے اسکندریہ کے سربراہ مقوقس کی طرف بھی دعوت نامہ ارسال فرمایا، جس نے آپ کے قاصد کی بہت زیادہ پذیرائی کی۔ جب وہاں سے آپ کا قاصد واپس ہوا تھا تو مقوقس نے آپ کی طرف ایک خط روانہ کیا، علاوہ ازیں ایک بہت بڑے خاندان کی دو کنیزیں بھی بھیجیں جس میں ایک کا نام ماریہ تھا اور دوسری کا نام سیرین تھا۔ سیرین آپ نے جناب حسان بن ثابت کو ودیعت فرمائی اور ماریہ جو مدینہ پہنچنے سے پہلے اسلام لا چکی تھی، اُسے آزاد کر کے اُس سے آپ نے خود عقد کر لیا تھا۔ پھر انہی کے بطن سے آپ کا فرزند جناب ابراہیم پیدا ہوا تھا جو اٹھارہ ماہ زندہ رہ کر اس دنیا سے چل بے تھے۔

ازواج کی باریاں مقرر تھیں۔ ایک دن جناب حصہ کی باری تھی۔ وہ کسی ضرورت کے تحت پیغمبر ﷺ کی اجازت کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ اتفاق کی بات کہ وہاں جناب ماریہ آگئیں تو آپ نے وہاں اُن سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ ابھی دروازہ بند تھا کہ جناب حصہ بھی وہاں آگئیں اور باہر بیٹھ کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگیں۔ جب دروازہ کھلا اور جناب حصہ نے جناب ماریہ کو حجرہ میں پایا تو برداشت نہ کر سکیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگیں: یا رسول اللہ! میری باری امیرا حجرہ، میرا بستر اور پھر ماریہ کے ساتھ یہ غلوٹ۔ یہ سن کر آپ نے قسم کھا کر فرمایا: آجندہ اُن سے حلیہ نہیں کروں گا تو پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔

عرض مترجم

زیر بحث آیات کے شان نزول کے بارے میں شیعہ اور اہل سنت کی تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ اُن میں سے جو دو مشہور روایات ہیں وہ دو ہیں: ایک روایت کا ذکر ہو چکا ہے، دوسری روایت یہ ہے: حضرت رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر سے فراغت کے بعد اپنی ازواج کے حجرہ میں تشریف لے جاتے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر تک ہر ایک کے پاس ٹھہرتے۔ آپ کو شہد کا شربت زیادہ پسند تھا۔ جناب نسیب بنت جحش

کے ہاں کسی طرف سے شہد آگیا تھا۔ انہیں آپ ﷺ کی پسند کا علم تھا تو وہ شہد کا شربت بنا کر آپ کو پیش کر دیتی تھیں۔ اس وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ وہاں معمول سے قدرے زیادہ توقف فرماتے تو بعض یہودیوں کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ چنانچہ جناب عائشہ اور جناب حصہ نے منصوبہ بنایا کہ جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر جس یہودی کے پاس آئیں تو وہ کہے کہ آپ کے منہ سے مغفیر کی بو آتی ہے۔ آپ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ کے مقدس جسم سے خوشبو کے علاوہ کوئی اور بو آئے۔ جب منصوبہ کے مطابق منصوبہ میں شامل یہودیوں نے یکے بعد دیگرے ایک ہی بات کی تو آپ نے جناب عائشہ سے فرمایا: میں نے مغفیر تو نہیں کھایا البتہ نعمت بہت بخش کے ہاں شہد کا شربت پیا ہے۔ اگر تمہیں ناپسند ہے تو خدا کی قسم! میں یہ شربت نہیں پلاؤں گا۔ تم یہ بات کسی سے نہ کہنا لیکن انھوں نے یہ بات آگے بچھا دی۔ پیغمبر اکرم ﷺ کو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ایک سازش تھی۔ اس بات کا آپ کو بہت زیادہ رنج ہوا۔ تو اوپر والی آیات نازل ہوئیں۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس ماجرے کے بعد ایک ماہ تک اپنی ازواج سے الگ رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ سے ان کو طلاق دینے کے ارادہ کی خبر پھیل گئی۔ اس طرح ازواج سخت پریشان ہوئیں اور اپنے اس عمل پر پشیمان ہوئیں۔ اکثر مفسرین نے اس بات میں بھی اختلاف کیا ہے کہ وہ راز کی بات کیا تھی جو پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی بعض یہودیوں کو بتائی تھی جب انھوں نے اس راز کو فاش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اطلاع دے دی کہ تمہارا وہ راز انہیں رہا، تو ان کی سرزنش کے لیے آیات نازل ہوئیں۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے راز کے طور پر جناب حصہ سے کہا تھا کہ تمہارا باپ میرے بعد خلیفہ بنے گا لیکن یہ بات کسی سے نہ کہنا مگر انھوں نے بتا دی۔ یہ روایت فریقین کی کتب میں موجود ہے۔

قرآن مجید کی آیت کریمہ وَإِنْ تَظْهَرْ عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجَنَّةِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ (سورہ تحریم، آیہ ۴) یہ بتاتی ہے کہ پیغمبر گرامی ﷺ کے خلاف کوئی سازش تیار ہو گئی تھی کہ اللہ کو فرمانا پڑ گیا: اگر تم دونوں نے اس پیغمبر ﷺ کے خلاف آپس میں اتفاق کیا ہے تو تم کچھ بھی نہ کر سکو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا آقا و مولا ہے اور مددگار ہے۔ اس طرح جبرئیل اور صالح و مومنین اور ملائکہ اس کے پشت پناہ ہیں۔

صالح المومنین

ابو ہبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا: صالح المومنین کے مصداق حضرت امام علی علیہ السلام ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے حضرت امام علی علیہ السلام کا اپنے اصحاب سے دو مرتبہ تعارف کرایا۔ ایک مرتبہ اس وقت، جب آپؑ نے فدک غم میں فرمایا تھا:

من كنت مولاه فعلي مولاه، "جس کا میں مولانا ہوں، اس کا علی مولانا ہے۔"

دوسری مرتبہ اس وقت جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ان الله هو مولاه.....

آپؑ نے حضرت امام علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے لوگو! یہ ہیں صالح المؤمنین۔

اس روایت کو اس آیت کی تفسیر میں بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے۔ سیوطی نے "در المنثور" میں قرطبی نے اپنی مشہور تفسیر میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں نقل کیا ہے۔ محدث بحرانی نے تفسیر برہان میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: محمد بن عباس جو ابن الحجام کے نام سے مشہور تھے، نے اس بارے میں شیعہ اور اہل سنت کے طرق سے ۵۲ احادیث جمع کی ہیں^①۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے امور حضرت امام علی علیہ السلام کو تفویض کیے۔ کتاب کمال الدین وقام الصمدہ میں ہے: عبداللہ ثقی سے روایت ہے کہ جب میں نے اپنے امام حسن مہدٰی علیہ السلام سے سوالات کرنا چاہے تو آپؑ نے حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھو، وہ اس وقت اپنے بابا کے دائیں زانو پر تھے۔ جب میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے طلاق کے امور حضرت امام علی علیہ السلام کو دیے تھے تو آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!

اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ..... الخ

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے..... الخ"

اصول کافی میں روایت ہے: سلیمان بن خالد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میرے اہل بیت میری باتیں سنتے رہتے ہیں، کیا میں انہیں اس امر کی دعوت دوں؟

① ان کی مشہور کتاب ہے: ما نزل من القرآن من اہل بیت۔ اس کتاب کے بارے میں ملا کا بیان ہے۔ ایسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ (جامع الرواۃ، ج ۲، ص ۱۳۳)

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ**.....
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؐ سے اس زیر بحث آیت کے بارے میں پوچھا گیا: کس صورت میں اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے؟

آپؐ نے فرمایا: جس چیز کا اللہ نے حکم دیا ہے، اُسی چیز کا حکم دو جس چیز سے روکا ہے، اُس سے روک دو۔ اگر وہ تیری اطاعت کریں تو تم نے انہیں جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ اگر وہ اطاعت نہیں کریں گے تو تم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

کتاب جعفر بن محمد دورستی میں حدیث ابن مسعود سے مروی ہے کہ جب یہ آیت (**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا**) نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے سامنے اسے تلاوت فرمائی تو سامعین میں سے ایک نوجوان پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ فوراً رسول اکرم ﷺ اس کے قریب آئے اور اس کے دل کے مقام پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا: اے نوجوان! لا الہ الا اللہ پڑھو۔ اس وقت نوجوان نے حرکت کی اور کلمہ زبان پر جاری کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے جنت کی بشارت دی۔ لوگوں نے کہا: آپؐ نے کس صورت میں اسے جنت کی بشارت دی؟

آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: **ذَلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعَبَدَ** (سورہ ابراہیم، آیہ ۱۴)

جہنم کی ایک ہزار لگامیں

روزہ کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: مجھے جبریل امینؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جب تمام اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا تو اُس وقت جہنم کو لایا جائے گا۔ اُسے ایک ہزار لگاموں کے ساتھ کھینچا جا رہا ہوگا اور ہر بہار کو ایک ایک ہزار فرشتہ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہوگا۔

ملائکہ معصوم ہیں

لَا يَخْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ①

”انہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اُس کے احکام و فرامین کی

پوری پوری قیل کرتے ہیں۔“

میں ان اخبار میں متحول ہے: جب حضرت امام رضا علیہ السلام سے ہاروت و ماروت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے

فرمایا:

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ مَعْصُومُونَ مَحْفُوظُونَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْقَبَاحِ بِالطَّافِ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِمْ

”ملائکہ معصوم ہیں اور ہر قسم کی معصیت اور قباہ سے لطف پروردگار کی وجہ سے محفوظ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ الخ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَدُوا الْيَوْمَ ۚ إِنَّمَا تُجْرُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۚ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۚ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتَيْنَاكَ وَأَغْفِرْ لَنَا ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۚ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطَ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَانَتُهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اَمْرَاتٍ فِرْعَوْنَ ۚ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ
وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ ۚ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝
وَمَرْیَمَ ابْنَتْ عِمْرَانَ الَّتِیْ اٰخَصَّنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ
رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمَاتِ رَبِّہَا وَکُتِبَہٗ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

”اے کافرو! آج تم مذر پیش نہ کرو تمہیں تو صرف تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔
اے ایمان والو! بارگاہِ خداوندی میں خالص توبہ کرو۔ اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ
معاف کر دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔
اللہ تعالیٰ اُس دن (اپنے) پیغمبر ﷺ کو اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ذلیل
نہیں کرے گا۔ (اس دن) اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں بائیں بڑی
تیزی کے ساتھ چل رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے نور کو
کامل فرما دے اور ہمیں معاف فرما، بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اے نبی! کافروں اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے
اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ اور اللہ کفار کے لیے لوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کرتا
ہے۔ جو دونوں ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں۔ پس انھوں نے اُن کے
ساتھ خیانت کی تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلے میں انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے
اور اُن دونوں (بیویوں) سے کہا گیا: تم بھی آگ میں داخل ہونے والے دوسرے لوگوں
کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

اور اللہ نے اہل ایمان کے لیے ایک مثال بیان کی ہے اور وہ فرعون کی بیوی کی مثال ہے۔ اس نے دعا کی: اے میرے پروردگار! اپنے پاس جنت میں میرے لیے گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے (خالصانہ) عمل سے بچا اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔ اور مریم بنت عمران کو بھی (اللہ مثال کے طور پر پیش فرماتا ہے) جس نے اپنی عصمت کو پاک رکھا اور ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ اس نے اپنے پروردگار کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔“

تفسیر آیات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا الخ
”اے ایمان والو! بارگاہِ خداوندی میں خالص توبہ کرو..... الخ“

خالص توبہ

کتاب معانی الاخبار میں منقول ہے کہ احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا: ”خالص توبہ کی تعریف فرمائیں۔“

آپؑ نے میرے خط کے جواب میں لکھا: باطن ظاہر کی طرح ہو جائے بلکہ اس سے افضل ہو جائے تو اسے خالص توبہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس زیر بحث آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا: خالص توبہ یہ ہے کہ انسان ہر بدہ، جمعرات، جمعہ کے روزے رکھے۔ آپؑ سے یہ بھی مردی ہے کہ انسان گناہوں کی زندگی سے توبہ کرے اور پھر یہ ارادہ کرے کہ پھر وہ کبھی اس زندگی کی طرف نہیں لوٹے گا، یعنی گناہ نہیں کرے گا۔

اللہ گناہوں پر پردے ڈال دیتا ہے

اصول کافی میں معاویہ بن وہب سے روایت ہے، اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ

نے فرمایا: جب کوئی بندہ خالص توبہ کرتا ہے تو وہ خداوند تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت کی زندگی پر اپنی رحمت کے پردے ڈال دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اُس پر پردے کس طرح ڈال دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس فرشتے نے اس کے گناہ لکھے تھے وہ اس کے گناہوں کو بھول جاتا ہے کہ اُس نے اس کے کون کون سے گناہ تحریر کیے تھے۔ خداوند تعالیٰ اس بندے کے اعضاء و جوارح کی طرف وحی کرتا ہے کہ اس کے گناہوں کو چھپا دو۔ پھر اللہ تعالیٰ زمین کے ان مقامات کی طرف وحی کرتا ہے، جہاں اُس نے گناہ کیے تھے کہ تم بھی اُس کے گناہوں کو چھپا دو۔ پس جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا کہ اس پر گواہ بنے کہ وہ گناہ کار ہے۔

جس دن اللہ اپنے نبیؐ کو رسوا نہیں کرے گا

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا..... الخ

”اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے پیغمبر ﷺ کو اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ذلیل نہیں کرے گا۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا: قیامت کے دن جس شخص کا نور ہوگا تو اُس دن وہ نجات پانے والوں میں سے ہوگا۔ ہر مومن کے لیے نور ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اہل ایمان کے آئمہ مومنین کے دائیں بائیں چیز تیز چلیں گے اور انہیں جنت میں ان کی منازل تک لے جائیں گے۔

اے نبیؐ! کافروں اور منافقین سے جہاد کرو

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ..... الخ

”اے نبیؐ! کافروں اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو۔“

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے کافروں سے جہاد کیا تھا لیکن آپؐ نے اپنی زندگی میں منافقین سے جہاد نہیں کیا تھا بلکہ ان کی تالیف قلبی کی تھی۔

مومن اور کافر عورتوں کی مثالیں

صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَاتٌ مُّزَوَّجَاتٌ وَلَهُنَّ اَمْوَالٌ مِّمَّا كَسَبْنَ وَهِنَّ يُغْضَبْنَ عَلَيْهِمْ بِمَا كَفَرْنَ الخ
 ”اور اللہ کفار کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے..... الخ“۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان اور عمل صالح کی حیثیت ہے۔ سہمی اور بسی رشتہ داریوں کی اہمیت نہیں ہے۔ اُسے صرف تابع داری چاہیے کہ کون کتنا تابع دار اور اطاعت گزار ہے۔ جناب نوح اور جناب لوط دونوں اللہ کے مبارک اور معزز پیغمبر تھے مگر ان کی بیویاں ان کے ضابطے کے خلاف تھیں اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ان کے رابطے تھے، اس لیے جہنم کی مستحق قرار دی گئیں۔ اس مثال میں پیغمبر اسلام ﷺ کی انہی بعض ازواج پر تعریض ہے۔ سابقہ آیات میں ان کی منصوبہ بندی اور راز کے افشا کا تفصیلی ماجرا موجود ہے۔

صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا الخ

”اور اللہ نے اہل ایمان کے لیے ایک مثال بیان کی ہے.....“

اس مثال میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی انسان کا ذاتی کردار بلند ہو تو کسی بدکار انسان کی بدکاری اُسے کوئی نقصان نہیں دے سکتی۔ جناب آسیہ بنت حرام اور اُن کے شوہر فرعون کے واقعات اس امر پر دلیل ہیں۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتْ عَزْرَ الْبَرِّ الخ

”اور مریم بنت عمران کو بھی (اللہ تعالیٰ مثال کے طور پر پیش فرماتا ہے)

اس دوسری مثال میں اللہ تعالیٰ نے جناب مریم کی پاک دامنی، عفت و عصمت کو بیان فرمایا ہے۔ انھوں نے اپنی ناموس کی اپنے بچپن سے لے کر جوانی تک حفاظت کی۔

مجمع البیان اور من لا یحضرہ الفقیہ میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ علیہا السلام کے پاس تشریف لائے، اس وقت آپؐ ستر آخرت کی تیاری میں تھیں۔

آپؐ نے فرمایا: جس حال میں آپؐ ہیں اس سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی ہے لیکن آپؐ کی اس تکلیف میں اللہ نے خیر کثیر رکھ دیا ہے، جب آپؐ اپنی سونکوں کے پاس جانا تو انھیں میرا سلام کہنا۔

یہ سن کر حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! وہ کون خواتین ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: مریم بنت عمران، آسیہ بنت حرام، کلثوم یا حکیمہ ہشیرہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام

چار کامل و اکمل خواتین

خصال صدوق میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کامل و اکمل مرد تو ڈھیروں گزرے ہیں لیکن عورتوں میں سے صرف چار عورتیں درجہ کمال تک پہنچی ہیں: ① حضرت آسیہ بنت مزاحم زین فرعون ② حضرت مریم بنت عمران ③ حضرت خدیجہ بن خویلد ④ حضرت فاطمہ بنت محمد ﷺ

تین شخصیات جن کی زندگی وحی کے تابع رہی

کتاب خصال میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخصیات ایسی ہیں، جنہوں نے لمحہ بھر کے لیے وحی خداوندی مخالفت نہیں کی: ① مومن آل یسین ② امام علی بن ابی طالب ③ آسیہ بنت مزاحم زین فرعون۔

کتاب المناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ علیہا السلام کائنات کی پاک و پاکیزہ ترین خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ذریت پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔

سُورَةُ الْمَلِكِ

سورة الملك مكية آياتها ۳۰، و رکوعاتها ۲
 ”سورة ملک مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تیس آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ ملک کے مضامین

یہ سورۃ خدا کی مالکیت اور حاکمیت کی طرف انسان کو متوجہ کرتی ہے۔ سورۃ ملک کے دوسرے نام بھی ہیں، جیسے بچیہ (نجات دینے والی) ”واقعہ یا ماہد“ اپنے عطاوت کرنے والے کو قبر کے عذاب یا قیامت کے عذاب سے محفوظ رکھنے والی ہے۔

اس سورہ کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ خداوند تعالیٰ کی صفات، اس کی تخلیق کا عجیب ترین نظام، پھر اس کی نعمات کا تذکرہ۔
- ۲۔ معاد، دوزخ کا عذاب اور دوزخیوں اور فرشتوں کے درمیان مکالمہ۔
- ۳۔ کافروں اور ظالموں کے عذاب کی انواع و اقسام کا بیان۔

سورۃ ملک کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس کسی نے نماز فریضہ میں اور سونے سے قبل سورۃ ملک پڑھی، وہ صبح تک اللہ کی امان میں رہے گا اور قیامت کے دن بھی وہ عذاب سے محفوظ رہے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرء سورۃ تبارک فكانتہا حیة لیلۃ القدر

”جس شخص نے سورۃ تبارک کی تلاوت کی تو ایسا ہے جیسا کہ اس نے شب قدر بیدار رہ کر عبادت میں بسر کی۔“

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و ددت ان تبارک الملک فی قلب کل مؤمن

”میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ سورہ تبارک تمام مومنین کے قلب میں رچ بس جائے۔“

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سونے سے قبل الم تنزیل اور سورہ ملک کی تلاوت فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید میں ایک ایسا سورہ ہے جس کی آیات تمہیں ہیں۔ قیامت کے دن اپنے قاری کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا، وہ سورہ سورہ ملک ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

سورہ ملک سورہ ماتم ہے یعنی عذاب قبر سے بچاتی ہے اور تورات میں اسی نام سے لکھی ہوئی ہے۔ جو شخص اسے رات کے وقت پڑھے تو اُس نے بہت کچھ پڑھا۔ اس کا شمار عالمین میں نہیں ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: سورہ ملک پر دعا امت کرنے والے پر جب موت آتی ہے اور مگر کبیر قبر میں اُس کے پاس آتے ہیں۔ جب وہ اس کے پاؤں کی طرف آتے ہیں تو مرنے والے کے پاؤں فرشتوں سے کہتے ہیں: تمہارا اس پر ہماری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ ہم پر کھڑے ہو کر سورہ ملک پڑھتا تھا۔ پھر وہ فرشتے اس کے پیٹ کی طرف آئیں گے تو اس کا پیٹ ان فرشتوں سے بات کرے گا۔ اس تک پہنچنے کا کوئی اور راستہ لو، اس اللہ کے بندے نے مجھے حفظ کر رکھا ہے۔ پھر دونوں فرشتے اس کی زبان کے پاس آئیں گے تو اس کی زبان اُن سے گویا ہوگی: میری طرف سے اس تک تم نہیں پہنچ سکتے، یہ اللہ کا بندہ صبح و شام مجھے اپنی زبان پر جاری کرتا تھا۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَفُورُ ۝ ١ ۚ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَا
تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۚ هَلْ تَرَى
مِنْ فُطُورٍ ۝ ٢ ۚ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ
خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝ ٣ ۚ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ
وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ ٤
وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ ٥ ۚ إِذَا
أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝ ٦ ۚ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ
الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ ٧
قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۖ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ
شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ ٨ ۚ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ

تَعْقِلْ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑩

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”بایں کت ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ (قبضہ قدرت) میں ملک و ملکوت ہیں، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی ذات ہے، جس نے موت و حیات کو خلق فرمایا تاکہ وہ آزمائش کرے کہ تم میں سے بہترین عمل کون کرتا ہے، وہی غالب ہے اور بخشنے والا ہے۔

وہی جس نے سات آسمانوں کو اوپر نیچے پیدا کیا۔ تم خدائے رحمن کی مخلوق میں کوئی ظل اور کسی قسم کا عیب نہیں دیکھو گے، پھر نگاہ اٹھا کر دیکھو کیا قسمیں کوئی عکاف یا عیب نظر آتا ہے۔ پھر دوبارہ اپنی نگاہ دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھک کر تمہاری طرف واپس آئے گی۔

ہم نے نچلے آسمان کو روشن چراغوں سے آراستہ و بھراستہ کیا ہے اور انہیں شیاطین کے لیے سنگ سار کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بڑا ٹھکانا ہے۔

جس وقت وہ (جہنمی) اُس میں ڈالے جائیں گے تو اس میں وہ ایک بیت ناک آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ گویا وہ غیظ و غضب سے پھٹی جاتی ہوگی۔ جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو (جہنم) کے داروئے اُس سے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس کوئی انذار کرنے والا نہیں آیا تھا۔

اُس وقت وہ کہیں گے ہاں! انذار کرنے والا تو ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے اس کی تکذیب کی اور یہ کہا کہ اللہ نے کوئی چیز بالکل نازل نہیں کی ہے۔ تم لوگ ایک بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔ اور وہ (یہ بھی کہیں گے) کہ اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو ہم جہنمیوں میں نہ ہوتے۔“

موت اور حیات کا خالق اللہ ہے

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

”وہ ذات ہے جس نے موت و حیات کو خلق فرمایا، تاکہ وہ آزمائش کرے کہ تم میں سے بہترین عمل کون کرتا ہے؟“

روضہ کافی میں ہے کہ اس آیت کریمہ کے ضمن میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ان الله عز وجل خلق الحياة قبل الموت

”اللہ تعالیٰ نے زندگی کو موت سے قبل پیدا فرمایا۔“

اصول کافی میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

الحياة والموت خلقان خلق الله ، فاذا جاء الموت فدخل في الانسان لم يدخل في

شيء الا وخرجت منه الحياة

”حیات و موت کو اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا۔ جب انسان کے پاس موت آتی ہے اور اس میں داخل

ہوتی ہے تو اس کے جسم کے جس حصے میں داخل ہوتی ہے تو اس حصے سے زندگی نکال دیتی ہے۔“

صاحب تفسیر فی نے اس آیت الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ..... کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: اس ذات نے موت اور

زندگی کو خلق فرمایا، یعنی ان دونوں کو انسان کی تقدیر میں رکھ دیا ہے۔ پہلے حیات کو اس کا مقدر بنایا۔ پھر موت اس کی تقدیر میں رکھ دی۔

علل الشرائع میں حدیث ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں کسی صحابی نے سوال پیش کیا کہ مولاً! آپؑ

موت کی تعریف فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا: جب مومن پر موت آتی ہے تو اُسے خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ جب وہ اُسے سوگھتا ہے تو اُسے جماعی

آتی ہے تو اس سے اس کی زندگی کی تمام تھکاوٹیں، درد و الم اور کلفتیں دور ہو جاتی ہیں۔ جب کافر پر موت آتی ہے تو اُسے ایسا

محسوس ہوتا ہے، جیسے اُسے اڑدھے ڈس رہے ہوں اور کچھواپنے ڈنگ پیوست کر رہے ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ سخت قسم

کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔

ابھی امام علیہ السلام کی گفتگو جاری تھی کہ راوی نے عرض کیا: بعض روایات میں آیا ہے: کافر کو موت کے وقت ایسے محسوس

ہوتا ہے، جیسے اُسے آدے سے چیرا جا رہا ہو، یا عقرض سے اُس کے کلوے کلوے کیے جا رہے ہوں، یا اُس پر پتھر برسائے جا رہے ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! بعض کافروں اور قاجروں کی موت کی یہی کیفیت ہے لیکن کیا تم لوگوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ جو شخص ان شہداء کو دیکھتا ہے، آخرت کے عذاب کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

راوی نے آپؐ کے حضور عرض کیا: ہم نے بعض اوقات کافر کو مرتے ہوئے دیکھا ہے، اس پر جب نزع کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ نہایت ہی آسانی میں تھا۔ وہ باتیں بھی کر رہا تھا، فس بھی رہا تھا۔ مومنین کی بھی حالت دیکھی ہے تو وہاں انہیں سخت ترین سکرات میں دیکھا ہے اور نہایت ہی پریشان دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! تمہاری بات ٹھیک ہے جہاں تم نے مومن کو دیکھا کہ وہ موت کے وقت آسانی میں تھا اور راحت میں تھا، یہ سب کچھ اس کے ثواب کی وجہ سے ہے، جہاں تم نے موت کی سختی کو دیکھا تو یہ سختی اس کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سختی کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے تاکہ وہ میدان آخرت میں آئے تو وہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو اور ابدی ثواب کا مستحق ہو اور اُس کے لیے کوئی مشکل باقی نہ رہے۔

جہاں تک کافر کی موت کی راحت و سہولت کی بات ہے تو یہ اس کی نیکیوں کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی میں اچھائیاں کی تھیں تو اللہ تعالیٰ اُن کا عوض اُسے اس صورت میں عطا کرتا ہے تاکہ جب وہ میدان آخرت میں آئے تو عذاب کا حق دار ہو۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ عادل ہے، عالم نہیں۔ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔ اُسے اس کا اجر ضرور ملتا ہے۔ شیخ صدوقؒ نے اپنے رسالہ ”اعتقادات امامیہ“ میں نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور عرض کیا گیا: موت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: مومن کے لیے موت اس طرح ہے جیسے کسی قیدی کے بدن سے میلے کپڑے اکٹرا دیے جائیں۔ اُس کے ہاتھ پاؤں سے زنجیر و پٹیاں اتار دی جائیں اور اُسے قاخرہ لباس پہنا دیا جائے اور اُسے بہترین صحرے سے معطر کر دیا جائے۔ سواری کے لیے بہترین سواریاں پیش کر دی جائیں اور خوبصورت محلات میں اُسے اتار دیا جائے۔

کافر کی موت یہ ہے کہ جب اُس پر موت آتی ہے تو اس کی موت ایسے ہے، جیسے کسی آزاد کے جسم سے قاخرہ لباس اتار دیا جائے اور پیش و معشر کے محلات سے اُسے اٹھا کر دیوانے میں دھکیل دیا جائے اور اُسے میلے کپڑے، سخت اور دُرشت کپڑے پہنا دیے جائیں اور سخت ترین عذاب سے دوچار کر دیا جائے۔

جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی بارگاہ میں موت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: موت نیند ہے، جو قمیصیں ہر رات آتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ موت والی نیند طولانی ہے۔ جب کوئی اس نیند سے سوتا ہے تو اس کی جاگ قیامت کے روز ہوگی۔

مجمع البیان میں قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے اللہ کے فرمان (اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا) کے بارے میں پوچھا۔

آپ نے فرمایا: اس فرمان الہی سے مراد یہ ہے کہ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وہ ذات قمیصیں تمہارے عمل کے اعتبار سے مضبوط ترین دیکھنا چاہتا ہے کہ جب تمہاری عقل الہی تقاضوں کے مطابق مکمل و کامل ہوگی تو تمہارے اجسام میں خوفِ خداوندی رچ بس جائے گا اور اُس نے جو اوامر نازل فرمائے تو تم ان پر کاربند ہوں گے اور جن چیزوں سے روکا ہے ان کے قریب تک بھی نہ جاؤ گے۔

عبداللہ بن عمر سے جو روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا سے مراد یہ ہے کہ تمہاری عقل کامل اور اکمل و احسن ہو جائے اور تم محارم سے محفوظ ہو جاؤ اور اللہ کی اطاعت میں ہر وقت حاضر رہو۔

تکلیف طاعت و عبادت

کتاب احتجاج طبری میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قول لَيَبْنُوْكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی اطاعت و عبادت کی تکلیف دے کر تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہارا امتحان نہیں لینا چاہتا اور نہ وہ تجربہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ سے ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

کارخانہ قدرت ہر نقص و عیب سے پاک ہے

تفسیر فی میں الذی خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا..... ("وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو اُدپر نیچے پیدا کیا") کی تفسیر کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے اُدپر نیچے خلق فرمایا: مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ("تم خدائے رحمن کی مخلوق میں کوئی خلل اور کسی قسم کا عیب نہیں دیکھو گے")۔

اس "تفاوت" سے مراد نقص و عیب ہے، یعنی اللہ کی تخلیق میں کہیں کوئی نقص و عیب نہیں ہے کہ انسانوں کو دعوتِ عام

دی گئی ہے کہ تم آسمانوں اور زمین کی طرف دیکھو اور خوب دیکھو۔ ہزار ہا دیکھو۔ پھر بھی تمہیں کوئی عیب و نقص نظر نہیں آئے گا۔ (يُنْقَلِبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ) ”تو تمہاری نظر تمہاری طرف واپس آئے گی اور وہ خائب و خاسر صحتی مامی ہوگی۔“ جب مصوم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِهَاضِجٍ) کہ ہم نے دنیا کے آسمان کو مصباح سے زینت دی، یعنی ستاروں سے زینت دی۔“

کتاب احتجاج طبری میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

غدير کے دن رسول اللہ ﷺ نے طویل ترین خطبہ دیا اور اسی خطبہ میں آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کا ذکر فرماتے ہوئے کہا: ان کے دشمنوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جہنم کی ہیئت ناک آواز کو سنیں گے، جب وہ اپنی خوفناک آواز بلند کرے گی اور قریب ہوگا کہ وہ پھٹ پڑے۔ جب ایک گروہ جہنم میں داخل ہوگا تو ان کی دکالت کرنے والا گروہ اُس پر لعنت کرے گا۔

کتاب عل الشرائع میں منقول ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو لوگوں کی طرف کیوں بھیجا؟

آپؐ نے فرمایا: اس لیے بھیجا تاکہ ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے تاکہ کل وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کی طرف نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا تھا اور نہ ڈرانے والا کوئی آیا تھا۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا وہ قول نہیں سنا جو جہنم کے داروں کے بارے میں ہے کہ جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالا جا رہا ہوگا تو اس وقت وہ ان سے پوچھیں گے: (أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ) ① قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ② فَكَذَّبْنَا وَقَتَلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ③ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ④ ”کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: جی ہاں! ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے انہیں جھٹلایا تھا اور انہیں کہہ دیا: اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی مگر یہ کہ تم مکمل گمراہی میں ہو۔“

عقل کے اعتبار سے انعامات کی درجہ بندی

تفسیر مجمع البیان میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کیا ہے:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ①

”انہوں نے جواب میں کہا: اے کاش کہ اگر وہ سنتے اور عقل کے ذریعے غور و فکر کرتے تو آج جہنم

میں نہ ہوتے۔“

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی جہاد کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہے تو قیامت کے دن ہر ایک کو اس کی عقل کے مطابق جزا دی جائے گی۔

عقل عظیم الشان تحفہ خداوندی

اصول کافی میں امین بن جناد سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جناب جبرئیل جناب آدم علیہ السلام پر نازل ہوئے اور انہوں نے جناب آدم سے کہا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ یہ تین چیزیں آپ کے سامنے پیش کروں۔ آپ ان میں سے صرف ایک کو اپنے لیے اختیار کریں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرئیل وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟

حضرت جبرئیل نے کہا: اے آدم! وہ تین چیزیں یہ ہیں: ① عقل، ② حیا، ③ دین۔

جناب آدم علیہ السلام نے فرمایا: میں نے عقل کو اختیار کیا ہے۔ اُس وقت جناب جبرئیل نے دین اور حیا سے کہا: اب تم دونوں چلے جاؤ اور انہیں چھوڑ دو۔ ان دونوں نے جواب دیا: اے جبرئیل! ہمیں حکم دیا گیا ہے، جہاں عقل ہو، ہم نے وہاں رہنا ہے۔

یہ سن کر جناب جبرئیل نے فرمایا: یہ تمہارا کام ہے، جو تمہیں سونپا گیا ہے۔ پھر جناب جبرئیل واپس آسمان کی طرف چلے گئے۔

ایک اور حدیث جس میں عقل کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: عقل یہ ہے کہ بندہ اس کے ذریعے اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ذریعے جنت کو حاصل کرے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا: جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے سیاسی حریف کے بارے میں کیا رائے ہے؟

آپ نے فرمایا: اس میں شیطنت تھی، اُس نے جو کچھ کیا یہ سب عقل کی شبیہ ہے، عقل نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

من كان عاقلًا كان له الدين ومن كان له الدين دخل الجنة

”جو شخص عقل مند ہے تو وہ دین دار ہے اور جو دین دار ہے، وہی جنت میں داخل ہوگا۔“

کتاب خصال میں ایک روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جناب سلیمان بن داؤد کا فرمان ہے: جو کچھ لوگوں کو عطا کیا گیا ہے، وہ ہمیں بھی عطا کیا گیا ہے اور جو انہیں نہیں ملا، وہ ہمیں ملا ہے۔ جو علم لوگوں کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس بھی ہے اور جو علم لوگوں کے پاس نہیں، وہ ہمارے پاس ہے۔ ہم نے کوئی چیز اللہ کی مشیت سے جو حاضر و غیب میں رکھی جائے اس شے سے کائنات میں کوئی افضل چیز نہیں پائی ہے، تو مگر میں میانہ روی، رضا و رغبت میں حق گوئی، اور ہر حال میں اللہ کے حضور آہ و زاری۔

آپ نے فرمایا: کیونکہ وہ لطیف و خبیر ہے۔

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۖ فَسُحِّتَ لَاصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسْرُوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۚ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۚ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۝ أَمْ أَنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۚ أَمْ أَنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٍ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفَّتْ وَيَقُضْنَ ۖ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝ أَمِنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ يَنْصَرُّكُمْ مِنْ دُونِ

الرَّحْمَنِ ۚ إِنَّ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝۱۰ أَمَّنْ هَذَا الَّذِي
يَزُوقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ۝۱۱ أَفَمَنْ
يَسْتَشِىءُ مِكْبًا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَسْتَشِىءُ سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيمٍ ۝۱۲ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ
وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝۱۳ قُلْ هُوَ الَّذِي
ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝۱۴ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا
الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۱۵ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا
أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝۱۶ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ۝۱۷ قُلْ أَرَأَيْتُمْ
إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا ۚ فَمَنْ يُجِيبُ الْكَافِرِينَ مِنْ
عَذَابِ الْيَوْمِ ۝۱۸ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّنًا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ
فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۱۹ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ
مَاءُكُمْ غَوْرًا ۚ فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ ۝۲۰

”اس مقام پر وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیں گے۔ دوزخی اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔ وہ
لوگ جو اپنے رب سے پوشیدہ صورت میں ڈرتے ہیں، یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر
ہے۔ تم لوگ اپنی گتھکو کو چھپا دیا ظاہر کرو وہ تو سینوں میں محفوظ رازوں سے خوب آگاہ ہے۔

وہ ہستی کہ جس نے خلق فرمایا کیا وہ نہیں جادو؟ حالانکہ وہ ہر ایک بین اور ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ وہی ہے کہ جس نے زمین کو تمھارے لیے تابع کر رکھا ہے۔ پس اس کے دوش پر چلو پھرو، اور اللہ کا رزق کھاؤ۔ اسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

کیا تم اُس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے، وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور زمین لرزتی اور کاہتی رہے۔ کیا تم اس بات سے بے خوف و خطر ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری سمجھ کیسی ہوتی ہے؟ اس سے پہلے آنے والے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو پھر دیکھ لو کہ میری گرفت کتنی سخت تھی۔

کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پھیلانے اور سمیٹنے ہوئے نہیں دیکھتے؟ رحمن کے سوا اور کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو۔ وہ ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔ رحمن کے علاوہ تمھارا کون سا فکر ہے، جو تمھاری نصرت کر سکے؟ کفار تو بس فریب میں ہیں۔

کیا وہ جو تمہیں رزق دیتا ہے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے تو پھر کون ہے جو تمہیں رزق دے مگر یہ لوگ سرکشی اور نفرت پر اڑے ہوئے ہیں۔ بھلا اس (بات) میں غور کرو جو شخص اوندھے منہ چل رہا ہو، وہ زیادہ راہ ہدایت پر ہے یا وہ جو سیدھا سر اٹھائے ہوئے ہموار راستے پر چل رہا ہو؟

اُن سے کہہ دیجیے اللہ ہی ہے کہ جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں سننے اور دیکھنے کی طاقتیں عطا کیں اور سوچنے سمجھنے والا دل دیا مگر تم بہت کم اس کا شکر ادا کرتے ہو۔ اُن سے کہہ دیجیے اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اُسی کے سامنے جمع کیے جاؤ گے۔ وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ عہد کب پورا ہوگا۔ کہہ دیجیے اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے، میں تو صرف صاف صاف تمہیں کرنے والا ہوں۔

پھر جب وہ اس عہد کو قریب پالیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے، جنہوں نے انکار کیا ہے اور اُس وقت اُن سے کہا جائے گا یہی وہ چیز ہے جس کے تم قہقہے کر رہے تھے۔ ان سے کہہ دیجیے: مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟

کہہ دیجیے وہی رحمن ہے اور اُسی پر ہم ایمان لائے ہیں اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا، کون صریح گمراہی میں ہے۔ کہہ دیجیے بتاؤ کہ اگر تمہارا یہ پانی زمین میں اتر جائے تو کون ہے، جو تمہارے لیے جاری پانی لے آئے؟“

سیدھا راستہ

أَقْنَنَ يَتَشَى مُكِبًّا عَلَى وَجْهِهِ أَهْلَى أَقْنَنَ يَتَشَى سَوِيًّا عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

”بھلا اس بات میں غور کرو جو شخص اونٹ سے منہ چل رہا ہو، وہ زیادہ راہِ ہدایت پر ہے یا وہ جو سیدھا سر اٹھائے ہوئے ہمارا راستہ پر چل رہا ہو۔“

اس مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں علی بن ابراہیم نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کی مثال دی ہے، جنہوں نے حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کا انکار کیا۔ وہ زمین پر منہ کے بل چل رہے ہیں اور جس طرح کہ فطری طور پر چلتا چاہیے اُس صورت میں نہیں چلتے اور جس نے امام علی علیہ السلام کی ولایت کا اقرار کیا تو وہ فطرتی صورت میں چل رہا ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ صراطِ مستقیم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

قلب تین ہیں

کتاب معانی الاخبار میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: دل تین قسم کے ہیں: ① اُٹلا دل جس میں کسی چیز کی منجاش نہیں ہوتی، یہ کافر کا دل ہے۔ ② دوسرا دل ہے مطبوع جس میں سیاہ کتبہ ہے، اس میں خیر و شر دونوں برسرِ بیکار رہتے ہیں، یہ منافق کا دل ہے۔ ③ تیسرا دل جو منور اور روشن ہے، یہ مومن کا دل ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت

حلاوت فرمائی: أَقْنَنَ يَتَشَى مُكِبًّا عَلَى وَجْهِهِ أَهْلَى الخ

روئے کافی میں روایت ہے: جناب فضیل کہتے ہیں: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوئے حالانکہ آپ میرا سہارا لے کر چل رہے تھے۔ اُس وقت لوگ طواف میں مصروف تھے۔ آپ نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ وہی جاہلیت والا طواف ہو رہا ہے، نہ انھیں حق و حقیقت کا علم ہے اور نہ انھیں دین خداوندی کا پتا ہے۔ اے فضیل! ان کی طرف غور سے دیکھو۔ یہ سب اوندھے منہ چل رہے ہیں، اللہ ان پر لعنت کرے یہ سب غلام بن چکے ہیں اور اوندھے منہ چل رہے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اَلَمْ يَنْشِئْ مُكَيْمًا عَلٰی وَجْهٍ اَهْدٰی الخ اللہ کی قسم! صراطِ مستقیم امام علی علیہ السلام اور اُن کے اوصیاء ہیں۔ بعد ازیں آپ نے اس آیت کی تلاوت کی:

فَلَمَّا رَاَ اَوْفَءُ رُلُقَةً سَمِعَتْ وَجُوهُ الدِّينِ كَفْرًا وَقِيلَ لِهٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدْعُوْنَ ۝

”وہ جب اُسے قریب سے دیکھیں گے تو جنھوں نے کفر اختیار کیا تھا اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے۔“

اے فضیل! امیر المومنین کا لقب حضرت امام علی علیہ السلام کے لیے خاص ہے۔ اب اُن کے بعد جس جس نے اس لقب کو اختیار کیا تو وہ کذاب ہے۔ بخدا اے فضیل! صرف تمھارا جج ہے، اللہ تم لوگوں کے گناہ معاف فرمائے گا اور صرف تمھارے ہی اعمال قبول کرے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں اعمش سے روایت ہے: جب قیامت برپا ہوگی اور لوگ قریب خداوندی میں حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کا مقام دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے کیونکہ یہ وہی لوگ ہوں گے، جنھوں نے امام علی علیہ السلام کی فضیلت کا انکار کیا تھا۔

صاحب تفسیر فی نے یہ روایت نقل کی ہے: قیامت کے دن جب جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے اعداء آپ کا مقام و منزلت جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہوگی دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے کیونکہ اس دن اللہ امام علی علیہ السلام کو عظیم الشان کرامت اور منزلت عطا فرمائے گا۔ آپ کے دست مبارک میں لواء الحمد ہوگا اور آپ حوضِ کوثر پر اہل ایمان کو آپ کوثر سے سیراب کر رہے ہوں گے۔ جب آپ کے اعداء کی آپ پر نظر پڑے گی تو اُن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ پھر اُن کی طرف یہ ندا آئے گی: هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدْعُوْنَ ۝

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اَمَّا بِيْ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ صَلٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

”کہہ دیجیے وہی رحمن ہے اور اسی پر ہم ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، بہت جلد تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ کون مرتج کمرای میں ہے۔“

اس آیت کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے مکرین کو آواز دی جائے گی:

اے علی ابن ابی طالب کی ولایت کو جھٹلانے والو! میں نے تو تمہیں اپنے رب کی طرف سے امام علی علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے آئمہ جو ان کی اولاد تھے، کی ولایت کا پیغام دے دیا تھا۔ اب بتاؤ کس گمراہی میں کون رہا ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْحَابَ مَاؤُكُمْ غَوُّوا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِسَاءٍ مَّوْعِنٍ ۖ

”کہہ دیجیے کہ اگر تمہارا یہ پانی زمین میں اتر جائے تو کون ہے، جو تمہارے لیے جاری پانی لے آئے۔“

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں اس مندرجہ بالا آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

مَاؤُكُمْ سے مراد آئمہ طاہرین کے دروازے ہیں اور آئمہ اہل بیت اللہ ہیں۔

فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِسَاءٍ مَّوْعِنٍ سے مراد ہے کہ اگر علم امامت تم سے دور ہو جائے تو پھر کون تمہارے لیے علم امام لاسکتا

۴-

الوہبیر سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت کریمہ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْحَابَ مَاؤُكُمْ غَوُّوا

فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِسَاءٍ مَّوْعِنٍ آخری امام حضرت محمد مہدی علیہ السلام محل اللہ الشریف کے حق میں نازل ہوئی۔

آپ نے فرمایا:

ان اصبح امامکم غائباً عنکم لا تدرون این هو؟ فمن یاتیکم بامام ظاہر یاتیکم

باخبار السموات والارض وحلال اللہ وحرامہ ثم قال علیہ السلام: واللہ ماجاء تاویل

هذه الآیہ ولا بد ان یجئ تاویلها

”اگر تمہارا امام غائب ہو جائے اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہیں؟ تو پھر کون تمہارے لیے امام کو

بیچے گا، جو آسمانوں اور زمین کی خبریں اور الٰہی حلال و حرام کو تمہارے لیے بیان کرے۔ بعد ازیں

فرمایا: اللہ کی قسم! اس آیت کی تاویل ابھی تک سامنے نہیں آئی اور بالآخر آ کر ہی رہے گی۔“



سُورَةُ الْقَلَمِ

سورۃ القلم مکیہ آیاتھا ۵۲ و رکوعا تھا ۲
 ”سورۃ قلم مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ہا دن آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورہ قلم کے مضامین

اس سورہ کو بھی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ اس سورہ کے پہلے حصے میں رسول اکرم ﷺ کی مخصوص صفات کا تذکرہ ہے۔
- ۲۔ اس حصے میں آپ ﷺ کے دشمنوں کی مذموم صفات کو بیان کیا گیا ہے۔
- ۳۔ اس حصے میں جنت والوں کی داستان بیان کی گئی ہے، جو مشرکین کے لیے انتہاء ہے۔
- ۴۔ چوتھے حصہ میں قیامت کا تذکرہ ہے اور کفار کے عذاب کا بیان ہے۔
- ۵۔ اس حصے میں مبروہ استقامت کی بات کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں صبر سے کام لیں۔
- ۶۔ اس آخری حصے میں قرآن مجید کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے اور اُن سازشوں کے بارے میں گفتگو ہے، جو اللہ کے دشمنوں نے اس کے رسولؐ کے خلاف کیں۔

سورہ قلم کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

من قرء سورۃ ن والقلم فی فريضة او نافلة امنه الله عزوجل من ان يصبیه فقراً
ابداً واعاذه الله اذا مات من ضمة القبر

”جو شخص سورہ ن والقلم کو واجب یا مستحب نمازوں میں تلاوت کرے گا، اللہ اُسے ہمیشہ کے لیے
فقر و فاقہ سے محفوظ رکھے گا اور وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُسے فطاری قبر سے امان
میں رکھے گا۔“

جس شخص نے سورہ ن والقلم کی تلاوت کی اللہ اس کو ان لوگوں کا ثواب عطا کرے گا، جو اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

○○○

جلد ہفتم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝۱ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝۲
وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝۳ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝۴
فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝۵ بِأَبْصَارِكُمُ الْمَقْشُورُونَ ۝۶ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ
بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۝۷ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝۸ فَلَا تُطِعِ
الْمُكَذِّبِينَ ۝۹ وَذُودًا لَّوْ تَذْهَبُ فَيَذْنُوهُنَّ ۝۱۰ وَلَا تُطِعِ كُلَّ
حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝۱۱ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَبِيٍّ ۝۱۲

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”ن، جنم ہے قلم کی جس سے کلمے والے لکھتے ہیں، کہ آپ اپنے رب کے فضل و کرم سے
مجنون نہیں ہیں۔ اور یقیناً آپ کے لیے ایسا اجر ہے، جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور بے شک
آپ خلق کے بڑے مرتبہ پر ہیں۔

عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون ہے، جو جنون میں مبتلا
ہے۔ بے شک آپ کا رب اُن لوگوں کو بہتر جانتا ہے جو اُس کے راستے سے ہٹکے ہوئے
ہیں اور وہی اُنھیں اچھی طرح سے جانتا ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں۔

آپ ان جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔ وہ چاہتے ہیں اگر آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی

(اس محالیت میں) ڈھیلے پڑ جائیں۔ اور آپ ہرگز اس شخص کی بات نہ مانیں جو بہت زیادہ جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ذلیل ہے۔

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴿۱﴾

”قسم ہے قلم کی جس سے لکھنے والے لکھتے ہیں۔“

کتاب انصال میں روایت ہے: حضرت عثمان بن عفان نے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ رسالت میں سوال کیا: اے اللہ کے رسول! حروفِ ابجد کی تفسیر بیان فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: حروفِ ابجد کی تفسیر سیکھو، اس میں کائنات کے تمام عجائبات ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: الف سے مراد آلاء اللہ ہیں یعنی اللہ کی نعمات ہیں۔ ن سے مراد ”نون“ ہے۔ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴿۱﴾ میں جس ”قلم“ کا تذکرہ ہے وہ نورانی قلم ہے اور جس کتاب پر اس قلم نے لکھا وہ بھی نورانی کتاب ہے اور وہ کتاب لوح محفوظ میں ہے: یشہدہ السقربون۔

رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: رسول اکرم ﷺ کے دس نام ہیں: پانچ نام قرآن مجید میں ہیں اور پانچ قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ آپؐ کے جو نام قرآن مجید میں ہیں، وہ یہ ہیں:

① محمد ② احمد ③ عبداللہ ④ یحییٰ ⑤ نون

علل الشرائع میں ایک طولانی روایت ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴿۱﴾ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

”ن“ جنت کی ایک نہر کا نام ہے جو برف سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا کہ وہ سیاہی بن جائے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پد قدرت سے اس کے کناروں پر درخت بو دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو حکم دیا کہ وہ قلم بن جائے۔ جب وہ اللہ کے حکم سے قلم بن گیا تو اُس نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ۔ قلم نے سب کچھ لکھ ڈالا۔ پھر قلم پر ہر لک دی گئی۔

مصوم ﷺ نے فرمایا: اس دن کے بعد قیامت تک قلم نطق نہیں کر سکے گا۔

کتاب معانی الاخبار میں حدیث ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ﷺ نے فرمایا:

جنت میں ایک نمبر ہے جس کا نام ”ن“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا کہ تو محمد ہو جا، تو وہ محمد ہو گئی اور سیاسی میں بدل گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ تو لکھ! قلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا لکھ دیا۔ جس سیاسی سے قلم نے لکھا، وہ سیاسی نور سے بنی تھی۔ جس قلم نے لکھا، وہ بھی نور سے بنا تھا اور لوح بھی نور سے تخلیق کی گئی تھی۔

سفیان ثوری نے آپ کے حضور عرض کیا: اے فرزندِ رسول! لوح و قلم اور سیاسی کی میرے لیے وضاحت فرمائیں۔ جو علم اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے، وہ مجھے بھی عطا کریں۔

آپ نے فرمایا: اے ابنِ سعید! اگر تو جواب کا الٰہ نہ ہوتا تو میں حیرے سوال کا جواب نہ دیتا۔ پھر آپ نے فرمایا: ”ن“ ایک فرشتہ ہے، جس نے قلم کو ادا کیا اور قلم بھی فرشتہ ہے، جس نے لوح کے حوالے کیا، لوح بھی ایک فرشتہ ہے اور لوح نے جنابِ اسرائیل کے حوالے کیا، جنابِ اسرائیل نے جنابِ میکائیل کے حوالے کیا اور جنابِ میکائیل نے جنابِ جبرئیل کے حوالے کیا۔ جنابِ جبرئیل نے انبیاء اور رسولوں کے حوالے کیا۔

حضرت امام جعفر صادق ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اُسے حکم دیا۔ اس نے جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا، اُسے لکھ دیا۔

اے نبی! تیرے اخلاقِ عظیمین پر بھاری ہیں

وَإِنَّكَ لَعَلَّ خُلِقْتَ عَظِيمٌ ۝

”اور بے شک آپ خلق کے بڑے مرتبہ پر ہیں اور یقیناً آپ کے اخلاقِ اعلیٰ (اور عظیمین پر بھاری) ہیں۔“

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خوب صورت اور احسن ترین آداب و روایت

فرمائے۔ جب آپ اخلاق کی اعلیٰ و اکمل منزل پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: وَإِنَّكَ لَعَلَّ خُلِقْتَ عَظِيمٌ ۝

بحرِ الفا کا کہنا ہے کہ مجھے حضرت امام جعفر صادق ﷺ نے فرمایا: اے بحر! اچھے اخلاق اپنانا آسان کام ہے۔ کیا میں

تجسین و تحفہ اکرم ﷺ کے اخلاق کا ایک نمونہ نہ بناؤں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں افرامیجے۔

آپؐ نے فرمایا: ایک دن پیغمبر اسلام ﷺ مسجد نبویؐ میں اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ انصار کی ایک لڑکی حضورؐ کے پاس آئی تو اُس نے آپؐ کے لباس مبارک کے ایک کونے کو پکڑا تو آپؐ کھڑے ہوئے ہو گئے۔ اُس لڑکی نے آپؐ سے کوئی بات نہ کی اور آپؐ نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی۔ اُس لڑکی نے تین دفعہ ایسا کیا۔ پیغمبر گرامی بھی تین دفعہ اس کے لیے اُٹھے اور تین دفعہ بیٹھے۔ اُس نے چوتھی مرتبہ ایسا کیا اور آپؐ جو نبی اس کے لیے اُٹھے تو اُس نے آپؐ کی پوجہ مبارک کی طرف سے آپؐ کے مبارک لباس سے ایک دھاگہ نکال لیا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ واپس جائے۔ حاضرین نے اُس سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھ سے نئے یہ تم نے ایسا کیوں کیا (اس سے تم نے پیغمبر اکرمؐ کو تکلیف دی ہے)؟ تیرے لیے اللہ کے رسولؐ تین دفعہ اُٹھے اور تین دفعہ بیٹھے، تو نے ان سے کوئی بات نہیں کی اور نہ انھوں نے تجھ سے کوئی بات کی ہے۔ حیران کام کیا تھا؟

اُس نے جواب دیا: ہمارے گھر کا آدمی مریض ہے۔ میرے گھر والوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اللہ کے رسولؐ کے لباس مبارک سے ایک دھاگہ لے آؤں تاکہ اس کے ذریعے مریض کے لیے اللہ سے شفا حاصل کی جائے۔ جب میں آئی اور میں نے دھاگہ لینے کا ارادہ کیا اور پیغمبر ﷺ نے میری طرف دیکھا اور کھڑے ہوئے، حیا دامن گیر ہو گیا، اس لیے میں آپؐ کے لباس سے دھاگہ نہ لے سکی۔ اس طرح میں آپؐ کے قریب جاتی رہی اور آپؐ سے شرماتی رہی (اس طرح سے آپؐ کو تکلیف ہوتی رہی)۔ آخر کار میں نے اسی حالت میں آپؐ کی اجازت کے بغیر آپؐ کے لباس سے دھاگہ لے لیا۔

اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

ان الخلق مینحةً یسئحها اللہ عزوجل خلقه فمنه سجيئة ومنه نيةٌ

فقلت: فايهما افضل؟

فقال صاحب السجيئة وهو مجبول لا يستطيع غيره

وصاحب النية يصبر على الطاعة تصبراً فهو افضلهما

”خوش اخلاقی اللہ کی عطا ہے، اللہ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔ اسی خوش اخلاقی میں سے ایک

عادت ہے اور دوسری نیت ہے، پس میں نے آپؐ کے حضور عرض کیا: ان دونوں میں سے کون

افضل ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جو صاحبِ عادت ہے وہ تو مجبور ہے، وہ تو بد اخلاقی کر ہی نہیں سکتا لیکن جو صاحبِ نیت ہے وہ اطاعت کو اپنائے ہوئے خوش اخلاقی اپناتا ہے اس لحاظ سے وہ افضل ہے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اپنے اولیاء کے اخلاق میں سے کچھ اخلاق عاریتاً دے دیتا ہے تاکہ اولیاء اللہ ان کے ساتھ ان کی حکومتوں میں زندگی بسر کر سکیں۔
ایک اور حدیث میں آیا ہے: اگر ایمان نہ ہوتا تو اللہ کے دشمن اس کے دلیوں کو زمین پر نہ رہنے دیتے بلکہ انھیں قتل کر دیتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

افاضلکم احسن اخلاقاً الموطنون اکثافا الذین یألفون ویؤلفون وتوطا رحالهم
”تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہیں۔
وہی لوگ جو متواضع ہیں دوسروں کے ساتھ جوشِ محبت سے ملتے ہیں۔“

حسنِ خلق کا حدودِ اربعہ

من لا يحضره الفقيه میں حدیث ہے: جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حسنِ اخلاق کی حدود کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی حدود یہ ہیں کہ تو اپنے برادران کے لیے اپنے پہلو کو نرم رکھ۔ اپنی گفتگو کو پسندیدہ بنا اور جب اپنے برادرِ ایمانی سے ملے تو اس وقت تیرے چہرے پر مسکراہٹ ہو۔

خوش خلقی اور بد خلقی کی بنیاد

کتاب طل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف ایک حور بھیجی۔ آپؐ نے اس کا عقد اپنے ایک بیٹے کے ساتھ کر دیا اور آپؐ نے اپنے دوسرے بیٹے کا عقد جنوں کی ایک عورت سے کیا۔ ان دونوں نے بچوں کو جنم دیا۔ لوگوں میں جہاں کہیں حسن و جمال اور حسنِ خلق نظر آتا ہے تو اس کا سبب وہ حور ہے اور جہاں کہیں بد اخلاقی نظر آتی ہے تو اس کا سبب وہ جن عورت ہے۔

حسنِ اخلاق کے حصول کا ایک راز

کتاب محاسن برقی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

اغسلوا ايديكم في اناء واحد تحسن اخلاقكم
 ”اپنے ہاتھوں کو ایک برتن میں دھوؤ تاکہ تمہارے اخلاق اچھے ہو جائیں۔“

ایک عورت کے یکے بعد دیگرے دو شوہر ہوں

کتاب خصال میں منقول ہے کہ جناب ام سلمہؓ نے ہارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، ایک عورت کے دو شوہر ہوں اور وہ دونوں مرجائیں اور قیامت کے دن دونوں جنت میں داخل ہو جائیں تو اب وہ عورت اُن دو میں سے کس کے پاس ہوگی؟
 آپؐ نے جناب ام سلمہؓ سے فرمایا:

يا أم سلمة تخير احسنهما خلقا وخيرهما لاهله يا أم سلمة ان حسن الخلق ذهب
 بخير الدنيا والاخرة

”حسن اخلاق دنیا اور آخرت کی ہر اچھائی کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اے ام سلمہ! وہ عورت اُس کے پاس ہوگی، جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اور اخلاق کے اعتبار سے اچھا وہ ہے جو اپنی الہیہ کے ساتھ اچھا ہے۔“

میزان میں سب سے بھاری چیز

میون الاخبار میں حضرت امام علی رضاؑ سے منقول ہے:
 ما من شيء أثقل في الميزان من خلق حسن
 ”کوئی چیز میزانِ عمل میں قیامت کے دن حسن اخلاق سے زیادہ بھاری نہیں ہوگی۔“

غرضِ بہشتِ نبویؐ

مجمع البیان میں روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق
 ”مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا تاکہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔“

ایک اور حدیث میں آیا ہے، آپؐ نے فرمایا:

ادبنی رہی فاحسن تادیبی

”میرے پروردگار نے مجھے ادب کی تعلیم دی اور حسین ترین ادب سے نوازا۔“

فَسَبِّحْهُ وَبُحِّسْهُ ۝

”پس عتریب آپؐ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔“

محاسن برقی میں منقول ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من مؤمن خلص ودی الی قلبہ الا وقد خلص ودۃ علی الی قلبہ - کذب یا علی

من نعم ان یجنی ویبغضک ، قال : فقال راجلان من المنافقین لقد فتن رسول

اللہ بهذا الغلام فانزل تبارک وتعالیٰ فَسَبِّحْهُ وَبُحِّسْهُ ۝ بِأَسْمَائِکُمُ الْمُقْسُوْنَ

وَدُّوا لَوْ تَذٰہُنْ فَيَذٰہُنْ ۝ وَلَا تُطَاعُ كُلُّ حَلَاۡفٍ مُّہْمِنٍ ۝

”اُس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا، جب تک اپنے دل میں میرے لیے اپنی محبت کو

خالص نہ کرے اور میری محبت اُس وقت خالص نہیں ہو سکتی، جب تک علی بن ابی طالبؑ کی محبت اس

کے دل کا مرکز نہیں بن جاتی۔ اے علیؑ! وہ جھوٹا ہے جو یہ سوچے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور تجھ

سے بغض رکھتا ہے۔“

راوی کہتا ہے: پیغمبر اکرم ﷺ کے اس عظیم فرمان کو جب لوگوں نے سنا تو قریش نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ

”محمد ﷺ ایک نوجوان کی محبت میں فریفتہ ہو چکا ہے۔“ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ قلم اتاری۔

تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے

کتاب محصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے:

① قاتل ② شرابی ③ چل خور

اشرار کون ہیں؟

جناب امیر المومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اشرار

کے بارے میں بتاؤں؟

حاضرین صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! ایمان فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا:

المشاؤون بالنميمة..... المفرقون بين الاحبة..... الباغون للبرأ العيب

”جن کا کام ہی چغل خوری ہے، وہ لوگ جو دوستوں، رشتہ داروں میں جھڑائی ڈال دیتے ہیں، وہ جو

ایک اور بے گناہ لوگوں میں محبوب کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔“

من لا يحضره الغيبہ میں مقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! اس امت کے دس آدمی وہ ہیں،

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، ان میں سے ایک وہ ہے، جو لوگوں کے محبوب کی تلاش میں رہے اور دوسرا وہ فتنہ و فساد کے

لیے سعی و کاوش کرے..... الخ۔

مَنَاءٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ ۙ أَيْمٍ ۙ عَثَلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۚ ۱۲
أَن كَانَ
ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۚ ۱۳ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ
الْأَوَّلِينَ ۚ ۱۵ سَنَسِفُهُ عَلَى الْخُرُطُومِ ۚ ۱۶ إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا
بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۚ ۱۷ وَلَا
يَسْتَشْفُونَ ۚ ۱۸ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّسُلِكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۚ ۱۹
فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۚ ۲۰

”بھلائی سے روکتا ہے، ظلم و زیادتی میں تجاوز کرنے والا ہے اور بدکردار ہے۔ بد فطرت اور

ان سب باتوں کے ساتھ بداصل بھی ہے۔ ان تمام باتوں کا سبب یہ ہے کہ وہ مال و اولاد کا

مالک ہے۔ جب اُسے ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو قصہ ہائے پارینہ

ہیں۔ عنقریب ہم اس کی سوئے پر داغ لگائیں گے۔

ہم نے (ان مکہ کے کافروں کو) اس طرح آزمائش میں ڈالا ہے کہ جس طرح ایک باغ والوں کو امتحان میں ڈالا تھا، جب انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ صبح سویرے پھل توڑ لیں گے۔ اور انھوں نے کوئی استثناء نہیں کیا تھا۔ ابھی وہ رات کو سوئے پڑے تھے کہ آپ کے رب کی طرف سے ایک نکلا اُس باغ پر گھوم گئی۔ پس وہ باغ کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا۔

تفسیر آیات

مَنَاءٌ تَلْحُذِ مَعْشَرًا ۝

”بھلائی سے روکتا ہے، ظلم و زیادتی میں تجاوز کرنے والا اور بدکردار ہے۔“

صاحب تفسیر فی نے اس زیر بحث آیت کی تفسیر کے ضمن میں نقل کیا ہے: ”التحذیر“ سے مراد جناب امیر المومنین علی بن

ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ مَعْشَرًا آئینہ سے مراد وہ لوگ ہیں، جنھوں نے ان پر زیادتی کی۔

عُتِلَ بَعْدَ ذَلِكَ زَيْنِيمٌ ۝

”بدفطرت اور ان سب باتوں کے ساتھ بداصل بھی ہے۔“

راغب نے ”عطل“ کی بحث میں لکھا ہے عطل کا معنی ہے بدخو، کینہ پرور، سخت مزاج، بے حیا، بداخلاق۔ ”زینیم“ کا

معنی ہے جس کی اصل نہ ہو۔

مجمع البیان میں روایت ہے:

قال رسول الله لا يدخل الجنة جواظ ولا جعظري ولا عتل نرينيم قلت فما الجواظ؟

قال كل جماع مناع قلت: فما الجعظري؟ قال الغظ الغليظ قلت في العتل الزينيم؟

قال راحب الجوف سبي الخلق اكل شروب غشوم ظلوم

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین گروہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے: جواظ، جعظری اور عطل

زینیم۔“ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: جواظ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: کل جماع متاع۔

ہر وہ شخص جو دن رات مال جمع کرنے کی فکر و سعی میں ہے اور بخل سے کام لیتا ہے۔ میں نے عرض

کیا: جعظری کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سخت مزاج اور متدخو ہو۔ پھر میں نے آپ کے حضور عرض

کیا: محلِ زہم کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو حکم پروری کرتا ہے، بد اخلاق ہے اور ظلم و جبر سے کام لیتا ہے۔

سَنَسِيبُهُ عَلَى الْحَزْظُوْرِ ①

”ہم معتریب اس کی سوط پر داغ لگائیں گے۔“

علی بن ابیہم سے متحول ہے اس سے مراد زمانہ رجعت ہے۔ جب زمانہ رجعت میں الہی مہمدمے اور اُن کے اصدا اکٹھے ہوں گے۔ اللہ کے دشمنوں کے ناکوں پر نشان لگائے جائیں گے۔

گناہ سے رزق منقطع ہو جاتا ہے

اِذْ اَقْسَمُوا لِيَعْمُرُنَّ مَكَّنَّهَا مُصْبِحِينَ ② وَلَا يَسْتَأْذِنُونَ ③ فَطَافَ عَلَيْهِمَا طَائِفٌ مِّنْ رَبِّكَ وَهُمْ

تَاٰبِتُونَ ④

”ہم نے (ان مکہ کے کافروں کو) اس طرح آزمائش میں ڈالا ہے کہ جس طرح ایک باغ والوں کو احسان میں ڈالتا تھا۔ جب انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ صبح سویرے پھل توڑ لیں گے اور انھوں نے کوئی استیاض نہیں کیا تھا۔ ابھی وہ رات کو سوئے پڑے تھے کہ آپ کے رب کی طرف سے ایک عطا اُس باغ پر محوم گئی۔“

اصول کافی میں متقول ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کا رزق اُس سے

منقطع کر دیا جاتا ہے۔ بعد ازیں آپؐ نے ان زیر بحث آیات کی تلاوت فرمائی۔

فَتَنَّا دَٰوَا مُصْبِحِينَ ① اِنْ اَعْدُوا عَلٰی حَرْبٍ ۙ اِنْ كُنْتُمْ

صٰرِمِيْنَ ② فَاطْلُقُوْا وَهُمْ يَتَخَفَتُوْنَ ③ اَنْ لَا يَدْخُلَهَا

الْيَوْمَ عَلٰیكُمْ وَسَكِيْنَ ④ وَاعْدُوا عَلٰی حَرْبٍ قٰدِرِيْنَ ⑤ فَلَمَّا

رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَصٰلُوْنَ ⑥ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُوْنَ ⑦ قَالَ اَوْ

سَطَهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾ قَالُوا سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنَّا
 كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَلَوْمُونَ ﴿۳۰﴾ قَالُوا
 يَوْمَئِذٍ إِنَّا كُنَّا طُغْيَانٌ ﴿۳۱﴾ عَلَىٰ رَبِّنَا أَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا
 إِلَىٰ رَبِّنَا لَمَرْغُوبُونَ ﴿۳۲﴾ كَذَلِكَ الْعَذَابُ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ
 أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتِ
 النَّعِيمِ ﴿۳۴﴾ أَفَتَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ۖ كَيْفَ
 تَحْكُمُونَ ﴿۳۶﴾ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿۳۷﴾ إِنْ لَكُمْ فِيهِ لَمَّا
 تَخْيَرُونَ ﴿۳۸﴾ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ
 لَكُمْ لَمَّا تَحْكُمُونَ ﴿۳۹﴾ سَلَّهْمُ أَيُّهُمْ بِذَلِكَ رَعِيمٌ ﴿۴۰﴾ أَمْ لَهُمْ
 شُرَكَاءُ ۖ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يَكْشَفُ
 عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۴۲﴾

”پس انہوں نے صبح ہوئے ہی ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔ اگر تمہیں چل توڑنا ہے تو
 سویرے سویرے اپنی کھیتی کی طرف چل پڑو۔ وہ اس حال میں چل پڑے اور چپکے سے ایک
 دوسرے سے کہتے جاتے تھے کہ قطعاً آج یہاں تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے۔ وہ
 کچھ نہ دینے کا منصوبہ بنائے ہوئے صبح سویرے پہنچ گئے۔ مگر جب انہوں نے باغ کو دیکھا
 تو کہا: ہم تو راستہ بھول گئے ہیں۔ بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔“

جو اُن میں سے بہتر شخص تھا اُس نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اس کی تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ (یہ دیکھ کر) وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک و پاکیزہ ہے اور ہم ہی قصور وار ہیں۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے: ہم پر افسوس ہے بے شک ہم سرکش ہو گئے تھے۔ یہ بعید نہیں کہ ہمارا رب ہمیں اس کے عوض میں اس سے بہتر باغ عطا فرمائے، اب ہم اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

عذاب تو ہوتا ہی ہے ایسا! اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بہت بڑا ہے، کاش یہ لوگ اس کو جانتے ہوتے۔ صاحبانِ تقویٰ کے لیے اُن کے رب کے پاس یقیناً نعمات سے بھرپور جنتیں ہیں۔ کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں کی مثل کر دیں گے؟

تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو کہ تمہارے لیے ضرور وہاں وہی کچھ ہے جو تم پسند کرتے ہو؟ یا کیا تم لوگوں نے ہم سے کچھ قسمیں لے رکھی ہیں کہ قیامت کے دن تمہارے لیے وہی کچھ ہے جس کا تم حکم لگاؤ گے۔ ان سے پوچھئے ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے؟ یا ان کے کچھ (لوگ) ہمارے شریک ہیں، پس وہ اگر سچے ہیں تو اپنے شریکوں کو لے آئیں۔ جس دن سخت ترین وقت آئے گا اور لوگوں کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے۔“

تفسیر آیات

يَوْمَ يَنْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٦٨﴾

”جس دن سخت ترین وقت آئے گا اور لوگوں کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے۔“

عیون الاخبار میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے: قیامت کے دن نور سے جب پردے ہٹائے جائیں گے اور رب کائنات کا نور صوفیاں ہوگا تو اہل ایمان فوراً سجدے میں گر پڑیں گے لیکن منافقین کی پشت کچھ اس طرح سخت ہو جائے گی کہ وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهُقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى
السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ﴿۳۷﴾ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَلِّبُ بِهِذَا الْحَدِيثَ ۖ
سَنَنْتَدِرُجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ وَأُمِلُّ لَهُمْ ۖ إِنَّ
كَيِّدِي مَتِينٌ ﴿۳۹﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ
مُّثْقَلُونَ ﴿۴۰﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ﴿۴۱﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ
رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْخُوْتِ ۖ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۴۲﴾
لَوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ لَنُبِيَ بِالْعُرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿۴۳﴾
فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۴۴﴾ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ
كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَأَعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ
لَمَجْنُونٌ ﴿۴۵﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۴۶﴾

”ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی، یہ (لوگ) جب سالم تھے اس
وقت انھیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا (تو اعراض کرتے تھے)۔ پس اے نبی! آپ اس
کلام کی تکذیب کرنے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم تدریجاً انھیں اپنی گرفت میں لے
لیں گے۔ اس طرح کہ انھیں خبر بھی نہ ہوگی۔

اور میں انھیں مہلت دوں گا۔ میری تدبیر بہت ہی مضبوط ہے۔ کیا آپ ان لوگوں سے
اجرت طلب کرتے ہیں کہ وہ اس نادان کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں، یا ان کے پاس

علم غیب ہے جسے یہ لکھتے ہوں۔

پس اپنے رب کا فیصلہ جاری ہونے تک صبر کریں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے غم سے بڑھ چلے ہو کر اپنے رب کو آواز دی تھی۔ اگر ان کے پروردگار کی رحمت انہیں سنبھال نہ لیتی تو انہیں بد حالی کے ساتھ چنیل میدان میں پھینک دیا جاتا۔ مگر اُس کے رب نے اُسے معزز فرمایا اور اُسے صالح بندوں میں شامل کر دیا۔ اور کافر لوگ اس قرآن کو سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمہارے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں: یہ دیوانہ ضرور ہے۔ حالانکہ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لیے فقط صیحت ہے۔“

تفسیر آیات

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾

”پس اے نبی! آپ اس کلام کی تکذیب کرنے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو، ہم تدریجاً انہیں اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ اس طرح کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔“

کتاب طل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی بھلائی چاہتا ہے، جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس پر کوئی مصیبت بھیج دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی نہیں چاہتا، جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس کی طرف نعمت بھیج دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ توبہ کو بھول جاتا ہے اور وہ پھر اس راہ پر رواں دواں ہو جاتا ہے۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: (سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ)

اصول کافی میں معقول ہے: عمر بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور رزق کی دعا کی تو اللہ نے مجھے رزق عطا فرمایا۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے فرزند کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے گھر کا سوال کیا، اللہ نے مجھے گھر دے دیا، مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں تدریجاً

ہلاکت کی طرف تو نہیں جا رہا؟

آپؐ نے فرمایا: اگر یہ سب کچھ اس کی اطاعت اور بندگی میں مل رہا ہے تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

صبر و استقامت سے کام لیجیے

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْخُوْبِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝

”پس اپنے رب کا فیصلہ جاری ہونے تک صبر کریں اور مچلی والے کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے غم سے بے حال ہو کر اپنے رب کو آواز دی۔“

اس آیت کریمہ میں جناب یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

تفسیر حاشی میں منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے رسول اکرم ﷺ نے بتایا اور انھیں جناب جبریلؑ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس بن ماتی کو ایک قوم کی طرف بھیجا۔ اس وقت اُن کی عمر شریف تیس سال تھی۔ آپؐ اپنی قوم کے رویے سے بہت جلد اُکتا گئے، صبر نہ کر سکے جس طرح صبر کرنا چاہیے۔

آپؐ نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی۔ آپؐ نے ۳۳ سال تک دعوت توحید کا پرچار جاری رکھا۔ اچھے لمبے عرصے میں صرف دو آدمیوں نے آپؐ کی دعوت کو قبول کیا، اُن میں سے ایک رُوبیل تھا اور دوسرے کا نام تنوخا تھا۔ جناب رُوبیل نبوت کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ صاحبِ علم و حکمت تھے اور وہ حضرت یونس علیہ السلام کے اُس وقت کے ساتھی تھے کہ ابھی وہ نبوت کے لیے مبعوث ہی نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جناب تنوخا عالم نہیں تھے، وہ صرف ایک عابد و زاہد انسان تھے۔ ہر وقت عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ جناب رُوبیل مال دار آدمی تھے۔ اُن کے پاس کثرت کے ساتھ بھیڑ بکریاں تھیں۔ ادھر تنوخا صرف ایک لکڑہارے تھے۔ اسی پر ان کا گزر بسر تھا جو مقام و منزلت جناب یونسؑ کے قریب جناب رُوبیل کو حاصل تھی، وہ جناب تنوخا کو حاصل نہ تھی۔ اس کی وجہ جناب رُوبیل کا علم و حکمت اور دیرینہ صحبت تھی۔

جب جناب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کی یہ حالت دیکھی کہ وہ نہ تو اس کی بات سنتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لائے ہیں تو وہ قوم سے مایوس ہو گئے اور ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ آپؐ نے بارگاہِ خداوندی میں شکایت کی: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اس قوم کی طرف بھیجا ہے، تیس سال سے دن رات انھیں تیری طرف دعوت دے رہا ہوں لیکن یہ بس سے مس نہیں ہوتے۔ انھوں نے مجھے ہر دفعہ ٹھکرایا، مجھے جھٹلایا، مجھے نبی تک نہیں ماننے۔ میری رسالت کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اب تو وہ مجھے قتل کی دھمکیاں دینے لگے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ پس اس قوم پر اپنا

عذاب نازل فرما۔ یہ قوم ایمان لانے والی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب یونس علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

اے یونس! حیرتی قوم کی بہت سی عورتیں حاملہ ہیں، تیری قوم کے بہت سے ایسے بچے ہیں، جو ابھی نابالغ ہیں، بہت سے بوڑھے ہیں جن پر بڑھا چھا چکا ہے۔ میں عادل بادشاہ ہوں اگر میں تیری قوم کے نافرمانوں پر عذاب بھیجتا ہوں تو یہ سب جو مرفوع القلم ہیں، یہ بھی تو مارے جائیں گے، میری رحمت میرے غضب پر بہت رکھتی ہے۔ قوم کے ان مجرمین کے ساتھ میں ان کے صغیر و کبیر کو محض نہیں کرنا چاہتا۔

اے یونس! وہ میرے بندے ہیں، میری مخلوق ہیں اور انھوں نے میرے شہروں کو آباد کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ان سے نرمی کروں اور مجھے ان کی توبہ کا انتظار ہے۔ میں نے صرف اس لیے تجھے تیری اپنی قوم کی طرف بھیجا ہے کہ تو ان سے نرمی کے ساتھ سلوک کر اور اپنی نبوت کی رافت و رحمت کے ساتھ ان میں تبلیغ کر۔ رسالت کی بردباری کو اپناتے ہوئے صبر سے کام لو۔ تمہاری مثال تو ایک طیب کی سی ہے اور تم ان کے ایک روحانی طیب ہو۔ تم نے ان کے قلوب کو نرمی کے ساتھ اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کی اور تم نے مرسلین کی سیاست کو نہیں اپنایا۔ علاوہ ازیں تم نے میری بارگاہ میں ان کے عذاب کا سوال کر دیا۔ ادھر میرے عہدِ نوح کی طرف دیکھو۔ وہ اپنی قوم کے بارے میں تم سے زیادہ صابر تھے اور ان کا سلوک اپنی قوم کے ساتھ کامل تعریف ہے۔ وہ ان کے لیے رفیق و شفیق تھے۔ جب وہ میرے لیے ان پر غضب ناک ہوئے تو میں نے پھر اس کی قوم پر اپنا غضب نازل کر دیا۔ جس وقت اُس نے مجھے پکارا تو میں نے اس کی دعا قبول کی۔“

جناب یونس علیہ السلام نے عرض کیا:

”اے میرے پروردگار! میں اُن پر خستے ہوا ہوں تو صرف تیری وجہ سے، میں نے ان کے عذاب کا تم سے سوال کیا ہے اس لیے کہ انھوں نے تیری نافرمانی کی ہے۔ تیری عزت کی قسم! وہ پیار و محبت سے بات کو سننے والے نہیں ہیں اور نہ نرمی کے ساتھ کسی بات کو قبول کرنے والے ہیں، اب میں اُن میں کسی قسم کی تبدیلی کے آثار نہیں پاتا۔ پس ان پر اپنا عذاب نازل فرما، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے جناب یونس سے فرمایا:

”یہ لوگ ایک لاکھ یا اس سے بڑھ کر کچھ آبادی پر مشتمل ہیں۔ یہ میرے شہروں میں بس رہے ہیں۔ میرے بندوں کو جہنم دے رہے ہیں۔ جو کچھ میرے علم میں ہے وہ میرے پاس نہیں، تو میرا نبی ہے اور میں رب حکیم ہوں۔ اے یونس! جو کچھ ان کے بارے میں میں جانتا ہوں تو نہیں جانتا کہ آخر ہونے والا کیا ہے۔ تم ان کے ظاہر کو جانتے ہو، ان کے باطن کو نہیں جانتے۔ اے یونس! جو کچھ تم نے مجھ سے مانگا ہے، وہ میں نے قبول کر لیا ہے۔ معذرت ان پر عذاب آنے والا ہے۔ معذرت شوال میں بروز بدھ مہینے کے نصف میں ان پر عذاب آ جائے گا۔ ان پر جب عذاب آئے گا تو سورج کے طلوع کرنے کے بعد آئے گا۔ ان لوگوں کو عذاب کے بارے میں سب کچھ بتا دو۔“

یہ سن کر جناب یونس علیہ السلام بہت خوش ہوئے، انھیں قوم کے لیے ذرا برابر پریشانی نہ ہوئی۔ یہ حدیث بہت طولانی ہے، ضرورت کے مطابق نقل کیا ہے۔

تفسیر تہی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قول اِذْ نَادٰی وَهٗوَ مَكْنُوْمٌ ﴿۱﴾ میں مکظوم سے مراد مغموم ہے، یعنی جب ایک غم زدہ نے اپنے پروردگار کو پکارا۔

وَ اِنْ يَّعَادُ الْاٰثِمِيْنَ كَقَرۡنٍۭا لَّيۡذِلُّنَّكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا سَمِعُوۡا التَّنۡكِرَ وَيَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَنَجۡمُوۡنٌ ﴿۲﴾ وَمَا هُوۡا اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۳﴾

”اور کافر لوگ جب اس قرآن کو سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمہارے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں: یہ دیوانہ ہے۔ حالانکہ یہ قرآن تو سارے جہاں والوں کے لیے فقط نصیحت ہے۔“

اصول کافی میں حسان جمال سے روایت ہے کہ جب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو مدینہ سے مکہ کی طرف لے جا رہا تھا، جب ہم مسجد غدیر پر پہنچے تو آپؑ کی نگاہ مسجد کے بائیں طرف پڑی تو آپؑ نے ادھر اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا: یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے دن کھڑے تھے اور فرما رہے تھے:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہٖ فَعَلٰی مَوْلَاہٖ۔ پھر آپؑ نے دوسری طرف دیکھا اور فرمایا:

اِس جگہ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں کو پکڑ کر بلند کیے ہوئے تھے تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: اس کی آنکھوں کی طرف دیکھو کس طرح گھوم رہی ہیں گویا کہ یہ کسی مجنون

کی آنکھیں ہوں۔ اُس وقت جناب جبرئیل امین اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے۔ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا..... الخ

ابلیس کی حج

روضہ کافی میں روایت ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: غدیر کے دن جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کا دست مبارک اپنے مبارک ہاتھ میں لے کر بلند کیا تو ابلیس کی اپنے لشکر میں ایک زوردار حج کل گئی۔ اس حج کو سن کر چار اطراف سے اُس کے چیلے اس کی طرف دوڑے آئے اور ابلیس سے کہا: اے ہمارے سردار ایسی حج آپ نے لگائی ہے خیر تو ہے؟ شیطان نے اُن سے کہا: خیر نہیں ہے۔ اس نئی نے ابھی ایک ایسا کام کر دیا ہے، آج کے بعد ابد آلودگی گناہ نہیں ہو سکے گا۔ اُن سب نے دست بستہ عرض کیا: اے ہمارے آقا! جو کچھ آپ نے کل آدم کے لیا کیا تھا، آج تو کر سکتے ہو؟ جب منافقین نے رسول اللہ ﷺ کے اس عظیم کام کو دیکھ کر کہا: وہ اپنی خواہشات کے تابع ہو کر بات کر رہا ہے اور پھر اُن میں سے کسی نے کہا: اس کی آنکھوں کی طرف دیکھئے کہ وہ اس کے سر میں گھوم رہی ہیں گویا کہ وہ مجنون ہے؟ یہ سن کر پھر ابلیس نے خوش ہو کر ایک زوردار حج لگائی۔ پھر دوبارہ اس کے چیلے سن کر جمع ہوئے تو انھوں نے پوچھا: اب دوبارہ کیوں چنگھاڑے ہو؟ اُس نے کہا: کل میں نے جو کچھ آدم کے ساتھ کیا تھا، وہ حسین مطوم ہے۔ اُس وقت آدم نے عہد کی خلاف ورزی کی تھی لیکن اُس نے اپنے رب کا انکار نہ کیا تھا۔ ان لوگوں نے تو عہد بھی توڑ ڈالا ہے اور اپنے رسول کے فرمان کا انکار بھی کر دیا ہے۔

تعویذ

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے حضرات حسنین شریفین علیہ السلام کے لیے تعویذ تحریر فرمایا جس کی عبارت یہ ہے:

اعیذُکما بکلماتِ اللہِ التَّامَةِ واسمائِهِ الحَسَنی کلِّها عامَّةٌ من شرِّ السَّامَةِ والہَامَةِ

ومن شرِّ کلِّ عینٍ لَامِیَةٍ من شرِّ حاسِدٍ اذا حَسَدَ

بعد ازیں آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ وہی کلمات ہیں، جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزندوں

جناب اسماعیل اور جناب اسحاق کے لیے تعویذ کیا۔

سُورَةُ الْحَاقَّةِ

سورة الحاقة مكية آياتها ۵۲ و رکوعاتها ۲
 ”سورة حاقة مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ہاون آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ حاقہ کے مضامین

اس سورہ کے مضامین و مطالب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ① پہلے حصے میں قیامت کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اس سورہ میں قیامت کو تین ناموں سے یاد کیا گیا ہے: حاقہ و قارعہ و واقعہ
- ② اس حصے میں ان اقوام کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن پر اللہ نے اپنا عذاب نازل فرمایا جیسے قوم عاد، ثمود اور قوم فرعون۔
- ③ اس حصے میں قرآن کریم کی عظمت اور پیغمبر اکرم ﷺ کی منزلت کو بیان کیا گیا ہے اور جن لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ ان کے عذاب و سزا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

سورۃ الحاقہ کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

اکثر من قراءة الحاقہ فان قرأتها فی الفرائض والنوافل من الايمان بالله ورسوله انها انما نزلت فی امیر المؤمنین ومعاویہ لم یسلب قاریہا دینہ حتی یلقى اللہ عزوجل ”سورۃ حاقہ کی بہت زیادہ تلاوت کیا کرو کیونکہ فرائض اور نوافل میں اس کی قرأت اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان کی نشانی ہے کیونکہ یہ (اپنے باقی مضامین کے ساتھ جناب امیر المؤمنین اور اُن کے سیاسی حریف کے بارے میں نازل ہوئی)۔ جو شخص اُسے پڑھے گا، اس کا دین محفوظ رہے گا اور اسی حالت میں اپنے اللہ سے ملاقات کرے گا۔“

ابی ابن کعب سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ومن قرء سورۃ الحاقہ حاسبہ اللہ حساباً یسیراً

”جو شخص سورۃ حاقہ کی تلاوت کرے گا اللہ قیامت کے دن اُس کے حساب کو آسان بنا دے گا۔“

○○○

جلد ہفتم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَاقَّةُ ① مَا الْحَاقَّةُ ② وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ③ كَذَّبَتْ
ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ④ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأَهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَأَمَّا
عَادٌ فَأَهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ⑥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ
وَتُثْنِيَّةٍ أَيَّامٍ ⑦ هُتُوًا ⑧ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ⑨ كَأَنَّهُمْ
أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ⑩ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ⑪ وَجَاءَ
فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكُ بِالْخَاطِئَةِ ⑫ فَعَصَوْا رَسُولَ
رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخَذَةً رَّابِيَةً ⑬ إِنَّا لَبَا طَعَا الْبَاءُ حَصَلْتُمْ فِي
الْجَارِيَةِ ⑭ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ⑮ فَاذَا
نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ⑯ وَحُلِبَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ
فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ⑰ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ⑱ وَانْشَقَّتِ
السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ⑲ وَالْمَلِكُ عَلَى أَرْجَائِهَا ⑳ وَيَحْمِلُ
عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثُنْيِيَّةٌ ㉑ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا

تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةً ۝ ۱۸ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۚ فَيَقُولُ
هَآؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهٗ ۚ ۝ ۱۹ ۝ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهٗ ۚ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”حتمی وقوع پذیر ہونے والی۔ وہ حتمی وقوع پذیر ہونے والی کیا ہے؟ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ حتمی وقوع پذیر کیا ہے؟ قومِ خود اور قومِ عاد نے اس کھڑکا دینے والے واقعے کو جھٹلا دیا تھا۔ پھر قومِ خود کو شدید ترین حادثے سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور قومِ عاد کو ایک شدید طوفانی آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔

جسے اللہ تعالیٰ نے اُس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دنوں تک ان پر مسلط رکھا۔ پس (آپ وہاں ہوتے تو) کہ وہ وہاں اس طرح پڑے ہوئے تھے، جیسے وہ کعبہ کے بوسیدہ تھے ہوں۔ کیا اُن میں سے کوئی آپ کو باقی بچا نظر آتا ہے؟

اور اس بڑی خطا کا ارتکاب فرعون اور اُس سے پہلے والے لوگوں نے اور جس نہیں ہو جانے والی بستیوں نے کیا۔ ان سب نے اپنے پروردگار کے رسول کی نافرمانی کی تو اُس نے ان کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

جب پانی میں طغیانی شدت کے ساتھ آئی تو ہم نے قسمیں کشتی میں سوار کر دیا تھا، تاکہ ہم اس واقعہ کو ایک درس آموز یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اس کی یاد کو محفوظ رکھ لیں۔

پس جب ایک دفعہ صُور میں چھوٹ ماری جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی چوٹ میں پاش پاش کر دیا جائے گا۔ تو اس دن واقع ہونے والا واقعہ وقوع پذیر ہوگا۔ اور اُس دن آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اُس دن اپنی بندش میں ڈھیلا پڑ جائے گا۔

اور فرشتے اُس کے اطراف میں ہوں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اُس دن آٹھ (فرشتے) اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اُس دن تم سب پیش کیے جاؤ گے اور تمہاری کوئی بات مخفی نہ رہے گی۔ پس جس کا ثلثہ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ دوسروں سے کہے گا: آؤ میرا ثلثہ اعمال پڑھو۔ میں تو یقین کی منزل پر تھا کہ مجھے اپنا حساب دینا ہوگا۔“

تفسیر آیات

تفسیر علی بن ابراہیم میں آیا ہے: الحاقہ، الحقر، نزول العذاب قیامت کے ناموں میں ایک نام ”الحاقہ“ بھی ہے، یعنی حق پانے والا دن کہ جس دن خوف و وحشت کا ماحول ہوگا اور عذاب کے نزول کا دن ہوگا۔

كُلُّ نَفْسٍ لَّيْسَ بِهَا بِذَكْوٰى وَّ اَعَاذَ بِالْقَآئِرٰتِ ۝۶۰

”قومِ مُمُود اور عاد نے اس کھڑکا دینے والے واقعہ کو جھٹلایا تھا۔“

اس آیت میں قومِ مُمُود و عاد کا تذکرہ ہے جنہوں نے الہی نظام کو جھٹلایا اور اُس عذاب کا انکار کیا، جو قیامت کے دن آنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کے بارے میں فرمایا: اُنہیں سرد یا زنا لے دار آواز یا زہری ہواؤں کے ذریعے جس جس نے کیا کیا۔ یہ ہوا جب اپنے مقام سے خارج ہوئی تو اپنی اُس مقدار سے زیادہ باہر آئی جتنا اُسے حکم دیا گیا تھا۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ اور روضہ کافی میں جو احادیث منقول ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے:

جس ہوا کا نام ”ریحِ عظیم“ ہے، یہ عذاب کی ہوا ہے۔ اس کے ذریعے نہ کوئی رحم باردار ہوتا ہے اور نہ جانات کا ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ ہوتا ہے۔ یہ وہ ہوا ہے، جو ساتویں زمین سے باہر آتی ہے۔ یہ صرف قومِ عاد کے لیے باہر آئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ اُن پر غضب ناک ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے خازمینِ جہنم کو حکم دیا تھا کہ وہ اس ہوا کو ایک اگھوٹی کے دائرہ کے برابر باہر نکالیں، اس سے زیادہ باہر نہ آئے۔ لیکن ہوا جب اپنے خزانے سے نکلے تو وہ ایک پتل کے ناک کے سوراخ کے برابر باہر نکلنے لگی، کیونکہ وہ قومِ عاد پر غضب ناک ہو چکی تھی۔ اس حالت کو دیکھ کر خازمین نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: ہمارے ہمارے امر کا انکار کر دیا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ وہ تیری اس مخلوق کو کہیں ہلاک نہ کر ڈالے، جو مصیبت کار نہیں ہیں۔

اُس وقت اللہ تعالیٰ نے جناب جبریلؑ کو اس بادِ وحیم کی طرف بھیجا تو اُس نے اُسے اپنے ہر کے دریچے اپنے خزانہ کی طرف واپس بھیج دیا اور اُسے حکم دیا، جس قدر تجھے حکم دیا گیا ہے تو اتنا باہر آ، حد سے زیادہ باہر مت نکل تو بادِ وحیم نے قوم کا منہ مٹا کر دیا۔

امیر المومنین امام علی بن ابی طالبؑ کے فضائل

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذَكُّرًا وَتَعِيَةً اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

”تا کہ ہم اس واقعہ کو ایک درس آموز یادگار بنادیں اور یاد رکھنے والے کان اس کی یاد کو محفوظ رکھ لیں۔“

بہت سی مشہور زمانہ اسلامی کتب میں چاہے وہ حدیث کی ہوں یا تفسیر کی، ان سب میں آیا ہے کہ تفسیر گرامی علیؑ نے اس آیت نے مندرجہ بالا آیت (وَتَعِيَةً اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ) کے نزول کے وقت فرمایا:

سَأَلْتُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يَجْعَلَهَا اذْنًا يَاعْلَى

”یا علی! میں نے بارگاہِ خداوندی میں سوال کیا کہ وہ میرے کان کو حقائق کے سننے والے کانوں اور انہیں محفوظ رکھنے والے کانوں میں سے قرار دے۔“

کتاب معانی الاخبار، کتاب معون الاخبار اور مجمع البیان میں منقول ہے کہ حضرت امام علیؑ نے خطبہ دیا، جس میں آپؑ نے خداوند تعالیٰ کی ان نعمات کا تذکرہ فرمایا، جو آپؑ پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: خبردار قرآن کریم میں مخصوص اسماء کے ساتھ میرا ذکر ہے۔ اس امر سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا کہ کہیں تم نے اس پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی تو پھر تم اپنے دین سے دُور چلے جاؤ گے۔ وَاَنَا اذُنٌ وَّاعِيَةٌ مِّنْهُنَّ ہِیَ حَقَائِقُ كَوْحُوظِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا كَانِ هُوْنَ“ کہ جس کے بارے اللہ نے فرمایا: وَتَعِيَةً اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

کتاب جوامع الجوامع میں منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حضرت امام علیؑ کے لیے اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کی دعا کی تو امام علیؑ فرماتے ہیں: فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَ وَمَا كَانَ لِي اَنْسَه ”میں نہیں نے اس کے بعد جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا کبھی نہیں بھولا۔“

بصائر الدرجات میں روایت ہے کہ حضرت امام علیؑ نے فرمایا:

میں وہ ہوں کہ جس کے بارے میں اللہ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا: وَتَوَّعَّظَا أَدُنُّ ذَا عِیَّة۔ جب ہم بارگاہ رسالت میں ہوتے تو وہی نازل ہوتی آپ ہمیں وحی سے آگاہ فرماتے تھے تو میں فوراً وحی کو یاد کر لیتا تھا اور کچھ ایسے بھی تھے کہ وہ جب بارگاہ رسالت سے باہر نکلتے تو کہتے: (ماذا قال انفا) کہ ابھی (رسول) نے کیا کہا تھا؟

روز قیامت

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۖ

”پس جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔“

ارشاد مفید میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دن آئے گا کہ جس دن ایک بیت ناک حج بلند ہوگی، ہر مردہ اپنی قبر سے باہر آ جائے گا اور ہر زندہ مردہ مر جائے گا۔ یہ سب کچھ اس کی مشیت کے مطابق ہوگا۔ پھر دوبارہ بیت ناک حج بلند ہوگی، پھر مردہ زندہ ہو جائیں گے۔ تمام انسان ایک مقام پر اکٹھے ہوں گے، اس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ زمین لرز رہی ہوگی، پہاڑ گر پڑیں گے اور گرد و غبار میں بدل جائیں گے اور آگ کے پہاڑوں کی مانند فسطے بلند ہوں گے۔

وَاللَّيْلُ عَلَىٰ أَرْجَائِهِمْ ۖ وَيَخْلُ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثِينَ ۖ

”اور فرشتے اس کے اطراف میں ہوں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن آٹھ (فرشتے)

اٹھائے ہوئے ہوں گے۔“

نسخ البلاغہ میں ہے: مولائے کائنات امام علی علیہ السلام نے فرمایا: تمام آسمانوں میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، جہاں کوئی فرشتہ

سجدہ نہ کر رہا ہو۔

عرش پروردگار

کتاب خصال میں مقول ہے کہ کسی یہودی نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سوال پوچھے تھے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا جو اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا: کیا حیرا پروردگار اٹھائے ہوئے ہے یا اُسے کسی چیز نے اٹھا رکھا ہے؟

آپ نے فرمایا: میرے پروردگار نے اپنی قدرت سے کائنات کو اٹھا رکھا ہے۔ اُسے کسی چیز نے نہیں اٹھا رکھا۔ پھر

اس یہودی نے آپ کے سامنے یہی آیت پڑھی (وَيَخْلُ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثِينَ ۖ)

آپ نے فرمایا: اے یہودی! کیا تجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

”ثرئی“ کے نیچے ہے، وہ سب کچھ ثریٰ پر ہے اور ثریٰ قدرت پر ہے اور قدرت نے ہر چیز کو اٹھا رکھا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

عرش کو اٹھانے والے چار ہیں: اُن میں سے جو ایک ہے، وہ امین آدمؑ کی صورت رکھتا ہے۔ اس کی ڈیوٹی ہے کہ وہ جو آدم کے لیے اللہ سے رزق طلب کرے۔ دوسرے کی صورت مرغ کی مانند ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے تمام پرندوں کے لیے روزی طلب کرتا ہے۔ تیسرا شیر کی صورت رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے تمام درندوں کے رزق کا سوال کرتا ہے۔ چوتھا تیل کی مانند ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے تمام چوپاؤں کے لیے رزق طلب کرتا ہے۔ تیل نے اپنا سر اُس دن سے جھکا دیا جس دن سے یحییٰ بن مریمؑ نے چمڑے کی پوجا شروع کی۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کی تعداد آٹھ ہو جائے گی۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ”محمول“ ہے، یعنی وہ کسی نہ کسی چیز پر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ آج تک کسی ایسے انسان سے جو اللہ اور اس کی عظمت پر ایمان رکھتا ہو، نہیں سنا گیا کہ اُس نے اپنی دعا میں کہا ہو: یا محمول۔

راوی نے کہا: اس آیت کریمہ (وَيَسْجُدُ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثِينَ) کے بارے میں آپؑ کیا فرمائیں

۴۷

امام علیہ السلام نے فرمایا: عرش پر اللہ نہیں ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کا نام ہے۔ اسی عرش میں ہر چیز ہے۔ ایک حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حملة العرش، والعرش العلم، ثمانية اربعة منا، واربعة من شا الله

حاملین عرش، عرش سے مراد علم خدا ہے۔ ان آٹھ میں سے چار تو ہم میں سے ہیں اور چار اُن میں سے جنہیں خدا نے چاہا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: حاملین عرش جو آٹھ ہیں، چار اولین میں سے ہیں اور چار آخرین میں سے ہیں۔

پس وہ جو اولین میں سے ہیں وہ جناب نوحؑ، جناب ابراہیمؑ، جناب موسیٰؑ اور جناب عیسیٰؑ اور وہ جو چار آخرین میں سے ہیں وہ یہ ہیں: حضرت محمد مصطفیٰؐ، حضرت امام علیؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہم السلام ہیں۔ یحییٰ بن مریمؑ سے مراد علم ہے کہ وہ علم رکھتے ہیں۔

اے محشر والو! میرا نامہ اعمال پڑھو

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِمِيزَانٍ ۖ لَقِيْقَوْلٍ هَٰكُوْمٍ أَفْرَعُوْا كِتَابِيْهٖ ۝

”پس جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ دوسروں سے کہے گا: آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو۔“

إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمُنٰقِبِ ۝

”میں تو یقین کی منزل پر تھا کہ مجھے اپنا حساب دینا ہوگا۔“

تفسیر علی بن ابراہیم میں ان مندرجہ بالا آیات کے بارے میں آیا ہے: ہر امت کا حساب و کتاب اس امت کا امام لے گا۔ ان آئمہ کو ان کے دوست اور ان کے دشمن سبھی جانتے ہوں گے کیونکہ ان کی مخصوص علامات ہوں گی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَعَلَى الْاَعْرَافِ رَاجَالٌ يَعْرِفُوْنَ (اور کچھ لوگ اعراف پر ہوں گے جو ہر شخص کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے۔ سورۃ اعراف: ۴۶)

آئمہ اپنے دوستوں کو ان کے نامہ اعمال، ان کے دائیں ہاتھ میں دیں گے۔ پس وہ جنت کی طرف بلا حساب جائیں گے اور وہ اپنے دشمنوں کو ان کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیں گے۔ پس وہ جہنم کی طرف چلے جائیں گے۔ جب اللہ کے یہ بندے جو اللہ اور اس کے نامزدوں کے دوست تھے، اپنے نامہ اعمال کو دیکھیں گے تو اپنے برادران ایمانی سے کہیں گے: هَٰكُوْمُ اَفْرَعُوْا كِتَابِيْهٖ ۝ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمُنٰقِبِ ۝

فَهُوَ فِيْ عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۲۱۱ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۱۲ قُطُوْفُهَا ذَانِيَةٌ ۝۲۱۳
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝۲۱۴ وَ اَمَّا
مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِسَآلٍ ۖ لَقِيْقَوْلٍ يَلِيْقٰنِيْ لَمْ اُوْتِ كِتَابِيْهٖ ۝۲۱۵ وَلَمْ
اَدْرِ مَا حِسَابِيْهٖ ۝۲۱۶ يَلِيْقٰهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ ۝۲۱۷ مَا اَغْنٰ عَنِّيْ
مَالِيْهٖ ۝۲۱۸ هَلٰكٌ عَنِّيْ سُلْطٰنِيْهٖ ۝۲۱۹ خُذُوْهُ فَعَلُوْهُ ۝۲۲۰ ثُمَّ الْجَحِيْمَ

صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ إِنَّهُ
 كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ
 الْمُسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَبِيْمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ
 غَسْلِيْنٍ ۝ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا
 تُبْصِرُونَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيْمٍ ۝
 وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۝ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۝
 قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ وَلَوْ
 تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝
 ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنِ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ
 حَاجِزِيْنَ ۝ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ
 مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۝ وَإِنَّهُ لَحَقُّ
 الْبَيِّنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

پس وہ ایک پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ یعنی وہ بلند و بالا جنت میں ہوگا۔ جس کے میوؤں کے
 کچے قریب ہوں گے۔ (ان لوگوں سے کہا جائے گا) خوشگوار کے ساتھ کھاؤ پیتو۔ ان
 اعمال کے صلے میں جنہیں تم گزشتہ زمانے میں بجالاتے رہے۔

اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے کاش! میرا

نامہ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا۔ اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے۔ اے کاش! وہی (پہلی) موت مجھے مار دیتی۔ میرے مال نے مجھے کوئی فائدہ نہ دیا۔ میرا اختیار و اقتدار ختم ہو گیا۔ (پھر حکم آئے گا) اسے پکڑو اور اُسے طوق پہنا دو۔ پھر اُسے جہنم میں ڈال دو۔ پھر اُسے ایک ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، اُس سے جکڑ دو۔

(کیونکہ) یہ بزرگ و بالا خدا پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت دلاتا تھا۔ اس لیے آج یہاں اُس کا کوئی دوست و ہم نوا نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُس کے لیے پیپ کے سوا کوئی اور کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔

پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو۔ بے شک یہ (قرآن) ایک صاحب عزت رسول کا کلام ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے لیکن تم لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کی گفتگو ہے۔ تم بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ بلکہ یہ تو تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اگر اس نبی نے کوئی تھوڑی سی بات ہی بنا کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی۔ تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑتے۔ اور پھر ہم اس کی رگ حیات قطع کر دیتے۔

پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔ بے شک یہ (قرآن) متقین کے لیے ایک فصیح ہے۔ اور ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ (اس کی) تکذیب کرنے والے ہیں۔ اور یہ کافروں کے لیے حسرت کا سبب ہے۔ اور وہ بے شک حق پر مبنی یقین ہے۔ پس آپ اپنے بلند و بالا رب کے نام کی تسبیح کریں۔“

جنت کا پاسپورٹ

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱﴾ ”یعنی وہ بلند و بالا جنت میں ہوگا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص بھی قیامت کے روز جنت میں اس نامہ اعمال کے بغیر داخل نہیں ہو سکے گا۔

اُس نامہ اعمال کی عبارت یہ ہے:

(بسم الله الرحمن الرحيم) هذا كتاب من الله لظلان بن فلان ادخلوه جنة عالية
قطوفها دانية

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن اور رحیم ہے۔ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے اور فلاں
بن فلان کے لیے ہے۔ عالی شان جنت میں داخل ہو جاؤ، جس کے پھل قریب ہوں گے۔“

جنت میں اہل جنت کی اولین پذیرائی

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْعَالِيَةِ ۝

”اور اُن لوگوں سے کہا جائے گا، خوشگوار کیے ساتھ کھاؤ پیو۔ ان اعمال کے صلے میں جنہیں تم
گذشتہ زمانے میں بجالاتے رہے۔“

کتاب ظل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، ایک یہودی نے رسول اکرم ﷺ سے
پوچھا: جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے، سب سے پہلے انہیں کیا کھلایا جائے گا؟
آپ نے فرمایا: مچلی کا بکر کھلایا جائے گا۔ پھر اُس نے آپ سے ایک اور سوال کیا کہ انہیں اولین کون سا مشروب
پلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آب سلسبیل پلایا جائے گا۔ یہودی نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

اہل جنت کی طاقت

تفسیر مجمع البیان میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی آدمی رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا
اور عرض کیا: اے ابوالقاسم! کیا اہل جنت جنت میں خورد و نوش بھی کریں گے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اہل جنت میں سے ہر ایک کو
ایک سو آدمی کے کھانے پینے اور جماع کی طاقت دی جائے گی۔

پھر اُس نے عرض کیا: جب وہ خورد و نوش کریں گے تو پھر انہیں رفع حاجت کی ضرورت بھی پڑے گی؟
آپ ﷺ نے فرمایا: اُن کے جسم کو پسینہ آئے گا، جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔ اس سے ان کا پیٹ اندر کی
طرف سٹکو جائے گا۔

مشرکین کا انجام

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشَاقٍ فَلْيَقُولْ يَلَيْتَنِي لَمْ أُؤْتِ كِتَابِيَّةً ۖ
 ”اور جس کا نامہ اعمال اس کے ہائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے کاش! میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا۔“

وَلَمْ أَذِرْ مَا حَسَابِيَّةً ۖ ”اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے۔“
 يَلَيْتَنِي كَانَتْ الْقَاضِيَّةُ ۖ ”اے کاش! وہی پہلی موت مجھے مار دیتی۔“
 مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَّةُ ۖ ”اے کر! اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۖ تک، یہ سب قرآنی آیات مشرک کے انجام کی خبر دے رہی ہیں۔

جہنمی زنجیر

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۚ
 ”پھر اُسے ایک ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، جکڑ دو۔“
 اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ جہنم کی زنجیر جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، اگر اس زنجیر کا صرف ایک حلقہ اس دنیا میں رکھ دیا جائے تو دنیا اور اہل دنیا اس کی حرارت سے سب پگھل جائیں۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُمْمَا حَتِيمٌ ۚ
 ”اس لیے یہاں اس کا کوئی دوست وہم نہ لوانہیں ہے۔“
 یعنی اُس دن ان کا کوئی قریبی نہیں ہوگا، کوئی دوست اور ہم نہ لوانہیں ہوگا۔
 اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: وَلَا طَعَامَ إِلَّا مِنْ غُسْلَيْنِ ۖ ”اہل جہنم کے لیے جو طعام ہوگا، وہ اُن کا اپنا بدبودار پسینہ ہوگا۔“

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ
 ”بے شک یہ قرآن ایک صاحبِ عزت رسول کا کلام ہے۔“
 اصول کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس مندرجہ بالا آیت کے بارے میں فرمایا:

یہاں رسول کریم ﷺ سے مراد جناب جبرئیل امین ہیں اور وہ اللہ کی طرف حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کا پیغام لائے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب کیا ہے؟

وَمَا هُوَ يَقُولُ شَاعِرٌ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿۱﴾

”آپؐ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے امام علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا تو بعض لوگوں نے کہا: (لعود باللہ) حضرت محمد ﷺ نے سچ نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے امام علی علیہ السلام کی ولایت کا کوئی حکم نازل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ﴿۲﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۳﴾ لَّئِنْ لَمْ تَقْطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴﴾

”بلکہ یہ تو تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اگر اس نبیؐ نے کوئی تھوڑی سی بات ہی بنا کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑتے۔ پھر اس کی رگ حیات قطع کر دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔“

سُورَةُ الْمَعَارِجِ

سورة المعارج مكية آياتها ۴۴، و رکوعاتها ۲
 ”سورة معراج مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ معارج کے مطالب

یہ سورہ مختلف مضامین پر مشتمل ہے۔ اسے مجموعی طور پر چار حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- ① ایک آدمی نے جب اپنے لیے عذاب مانگا تو اس پر فوراً عذاب نازل ہوا۔
- ② قیامت کا تذکرہ اور کفار کے حالات کی طرف اشارہ جات ہیں۔
- ③ انسانوں کی صفات کا بیان جن کی بنا پر وہ جنت یا جہنم میں داخل ہوں گے۔
- ④ مشرکین اور منکرین کو انداز کیا گیا ہے، قیامت کے روز کی طرف ایک اور اشارہ۔

سورۃ معارج کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے کثرت کے ساتھ سورۃ معارج کی تلاوت کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کے بارے میں

سوال نہیں کرے گا اور اسے جنت میں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ سکونت عطا فرمائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث ہے: جو ہمیشہ سَاَلِ سَاَلٍ کو پڑھے تو اللہ قیامت کے دن اسے اُن لوگوں کا ثواب

عطا فرمائے گا، جو اپنی اماںوں اور عہدویان کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝۱ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ
 مُقْدَرًا ۝۴ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۝۵ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَبِيلًا ۝۶
 إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝۷ وَتَرَاهُ قَرِيبًا ۝۸ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ
 كَالْهَيْلِ ۝۹ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۱۰ وَلَا يَسْأَلُ حَبِيمٌ
 حَبِيمًا ۝۱۱ يُبْصَرُونَهُمْ ۝۱۲ يَوْمَ الْمُجْرِمِ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ
 يَوْمِئِذٍ بَنِيهِ ۝۱۳ وَصَاحِبَتَهُ وَأَخِيهِ ۝۱۴ وَقَوْمِيَّتِهِ الَّتِي تَضْمِنُ
 وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۝۱۵ ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝۱۶ كَلَّا ۝۱۷ إِنَّهَا لَظَى ۝۱۸
 نَرَاةً لِّلشَّوْىِ ۝۱۹ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ۝۲۰ وَجَمَعَ فَأَوْعَى ۝۲۱
 إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝۲۲ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝۲۳

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”سوال کرنے والے نے جب عذاب کا سوال کیا تو (عذاب) واقع ہو گیا۔ یہ عذاب کفار

کے ساتھ خاص ہے، اور اس (عذاب) کو کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا۔ یہ ذی المعارج اللہ کی جانب سے ہے۔ ملائکہ اور روح اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار ہوگی، اس کی طرف عروج کریں گے۔ اس صورت میں صبر جمیل کو اپناؤ۔

کیونکہ وہ لوگ تو اس دن کو بہت دُور سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم اُسے قریب سمجھتے ہیں۔ اس روز آسمان پکھلی دھات کی مانند ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین دھنسی ہوئی اُون کی طرح ہو جائے گا اور کوئی جگری دوست اپنے دوست کی خبر گیری نہیں کر سکے گا۔

وہ انھیں دکھائے جائیں گے، گناہ گار کی خواہش ہوگی کہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو فدیہ میں دے دے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو بھی اور اپنے اُس خاندان کو بھی جو ہمیشہ اس کی حمایت میں رہتا تھا۔ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو بھی، تاکہ وہ اس کے چھکارے کا سبب بن جائے، لیکن ہرگز ایسا نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو جلانے والے شعلے ہوں گے۔

جو (جسم و جان) کی کھال کو اُدھیر کر رکھ دے گا۔ اور یہ آگ ہر پیٹھ پھیرنے والے اور رُود گردانی کرنے والے کو پکارے گی اور اُس کو بھی جس نے مال جمع کیا اور پھر اُسے سنبھال سنبھال کر رکھا۔ یقیناً انسان بے صبر پیدا ہوا ہے۔ جب اُسے کوئی تکلیف ملتی ہے تو وہ گھبرا اُٹھتا ہے۔“

شانِ نزول

سَأَلْنَا سَيِّدَ بَعْدِ آبٍ وَآقِبَهُ ۝

”سوال کرنے والے نے جب عذاب کا سوال کیا تو (عذاب) واقع ہو گیا۔

راوی کہتا ہے: ہمیں سید ابوالحمزہ نے خبر دی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء سے روایت کی کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم میں حضرت امام علی علیہ السلام کی خلافت و ولایت کا اعلان فرمایا تو آپ کا یہ فرمان جب ہر طرف

پھیلا اور دُور دُور تک لوگوں نے سنا تو حارث بن نعمان فہری ہارگاہ رسالت میں آیا اور اُس نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح گفتگو کی کہ آپؐ نے جب ہمیں اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کے اقرار کا حکم دیا تو ہم نے اقرار کیا۔ پھر آپؐ نے ہمیں جہاد، حج، صوم و صلوة اور زکوٰۃ کا حکم دیا تو ہم نے عمل کیا لیکن آپؐ نے ان اوامر پر اکتفاء نہ کیا۔ اب اس نوجوان کو اپنا جائزین مقرر کر دیا۔ آپؐ یہ بتائیں کہ آپؐ نے یہ سب کچھ اپنی طرف سے کیا ہے یا اللہ کے حکم سے ایسا کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے، یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ جب نعمان نے یہ سنا تو اُس نے کہا:

اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا أَهْوَى الْحَقِّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ (الانفال: ۳۲)

”اے میرے اللہ! جو کچھ حیرے نبیؐ نے کہا ہے، یہ حیرتی طرف سے ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسنا۔“

فوراً اللہ نے اس کے سر پر پتھر پھینکا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت یہ سورہ سَآلَسَآلٍ..... نازل ہوئی۔^①

علامہ امینی نے اللہ یر میں اہل سنت کے میں علماء سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

پچاس ہزار سال کے برابر کا طویل ترین دن

تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِثْقَلُ ذَرَّةٍ فِي السَّانَةِ (سورة النجم: ۱۰)

”ملائکہ اور روح اُس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، اس کی طرف فروج کریں گے۔“

روضۂ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

قیامت کے دن کے پچاس موقف ہیں۔ ہر موقف کی مقدار ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر آپؑ نے مندرجہ بالا

آیت کی تلاوت فرمائی: فِي يَوْمٍ كَانَ مِثْقَلُ ذَرَّةٍ فِي السَّانَةِ..... الخ

امالی شیخ الطائفہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: اپنا حساب کتاب کرلو۔ اس سے

نمل کہ تمہارا حساب لیا جائے کیونکہ قیامت کے دن کے پچاس موقف ہیں اور ہر موقف ایک ہزار کے برابر ہوگا۔ پھر آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

① اس واقعہ کو اہل سنت کے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے روایت ہے، جب ہارگاہ رسالت میں کہا گیا کہ قیامت کا دن اتنا طویل ہوگا؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ قیامت کا دن مومن کے لیے اس قدر خفیف ہوگا کہ وہ جتنے وقت میں اس دنیا میں واجب نماز پڑھ لیتا تھا، اس سے بھی زیادہ آسانی کے ساتھ اس پر قیامت کا دن گزر جائے گا۔

فَأَصْبَحَ صَدْرًا جَبِيلًا ⑥ ”اس صورت میں مبرج میل کو اپناؤ۔“

علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: جب کفار و مشرکین آپ کی تکذیب کریں تو آپ مبر سے کام لیں۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْهَمَلِ ⑦

”اس دن آسمان پگھل دھات کی مانند ہو جائے گا۔“

الحمل سے مراد دھات کا پگھلنا ہے، چاہے وہ کوئی بھی دھات ہو۔ حمل کی چھٹ کو بھی حمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دھات کی مانند آسمان پگھل جائے گا۔

يَوْمَ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْقَهُنَّ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ يُصْبِحُنَّ بِخَبَرٍ..... الخ

”مکناہ گار کی خواہش ہوگی کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو فدیہ میں دے دے۔“

قیامت کی ہولناکی کچھ اس طرح شدید ہوگی کہ ایک مجرم کی خواہش ہوگی کہ وہ عذاب سے بچ جائے چاہے، اس کے عوض اُسے اپنی بیوی، بچے، بہن، بھائی اور خاندان والے بھی کیوں نہ دینے پڑ جائیں۔

تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ⑧

”اور یہ آگ ہر پیٹھے پھیرنے والے اور رُوگردانی کرنے والے کو پکارے گی۔“

کیونکہ یہ آگ کھال اُدھیر دے گی اور اپنی گرفت میں لے لے گی۔

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ⑨

”جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گھبرا اٹھتا ہے۔“

اس ”شر“ سے مراد فحش و فساد ہے۔ جب انسان فحش و فساد سے دوچار ہوتا ہے تو اس کی چھین نکل جاتی ہیں۔

وَإِذَا مَسَّهُ الْغَيْْرُ مُنْعًا ۖ إِلَّا الْمَصْلِيْنَ ۖ (۲۱) الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۖ (۲۲) وَالَّذِينَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۖ (۲۳) لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ (۲۴) وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۖ (۲۵) وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ۖ (۲۶) إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۖ (۲۷) وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ ۖ (۲۸) إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۖ (۲۹)

”اور جب اُسے کوئی خوش حالی پہنچے تو وہ بہت زیادہ بخل سے کام لیتا ہے، سوائے نماز قائم کرنے والوں کے۔ جو نماز کو باقاعدگی سے پڑھتے ہیں اور جن کے اموال میں مقرر شدہ حق ہے سائل اور محروم کے لیے۔“

اور جو جزا اور سزا کے روز کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے رب کا عذاب وہ ہے کہ جس سے کسی کو مطمئن نہیں رہتا چاہیے۔ اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں، اور اپنی بیویوں اور کنیزوں کے سوا اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔“

تفسیر آیات

وَإِذَا مَسَّهُ الْغَيْْرُ مُنْعًا ۖ

”اور جب اُسے کوئی خوش حالی پہنچے تو وہ بہت زیادہ بخل سے کام لیتے ہیں۔“

یہاں خیر سے مراد تو فکری اور خوش حالی کا زمانہ ہے۔

إِلَّا الصَّلَاتِ ۖ "سوائے نماز قائم کرنے والوں کے۔"

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ اُن روحانی بیماریوں سے محفوظ ہیں، جن کا ذکر مصحف ہالا آیات میں آیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔

الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَأْوُونَ ۖ

"جو نماز کو باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔"

یعنی وہ نماز نمازوں میں سے جتنے نوافل روزانہ ادا کرتے ہیں اس پر عادت کرتے ہیں۔

اصول کافی میں روایت ہے: فضیل بن یزار کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۖ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے نماز فریضہ مراد ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَأْوُونَ ۖ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے نوافل مراد ہیں۔

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مِّمَّا لَمْ يَكُونُوا

"اور جن کے اموال میں مقرر شدہ حق ہے۔"

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ابو بصیرہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھے اور میرے ساتھ کچھ دولت مند لوگ بھی تھے، اس دوران زکوٰۃ کا ذکر ہوا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زکوٰۃ کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا کرنے والا کوئی زیادہ لائق تعریف نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو ظاہری امر ہے، اس کی ادائیگی سے اس کا خون محفوظ ہے۔ اسی وجہ سے اُسے مسلمان کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

تم لوگوں پر زکوٰۃ کے علاوہ اور احکام بھی ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! زکوٰۃ کے علاوہ ہم پر ہمارے اموال میں سے اور کیا واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مِّمَّا لَمْ يَكُونُوا

وَالْمَحْرُورُونَ ۖ

میں نے عرض کیا: جی ہاں! سنا ہے۔ میں نے عرض کیا: حق معلوم سے کیا مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: حق معلوم سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے اموال میں سے خیرات کرتا ہے، چاہے وہ روزانہ ہو یا صرف جمعہ کے دن یا ایک ماہ کے بعد ہو، تو وہاں سے زیادہ اسے حق معلوم کا نام دیا گیا ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ يُغْنُوهُمْ عَنْ حِفْظِ زَوْجِهِمْ ۖ

”اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آنکھ پر فرض کیا ہے کہ اُدھر نہ دیکھے، جو

اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے اور یہی ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْنَوْا مِنْ أَزْوَاجِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۖ (النور آیہ ۳۰)

”(اے رسول!) ایمان داروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی

حفاظت کریں۔“

آپؐ نے فرمایا: قرآن مجید میں جہاں کہیں حفظ فرج کا تذکرہ ہے اس سے مراد زنا سے بچنا ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے: اسحاق بن ابی سارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں

سوال کیا کہ آپؐ حد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: حد حلال ہے لیکن اس کے ساتھ حد حدہ کرو جو ضعیفہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالَّذِينَ هُمْ يُغْنُوهُمْ عَنْ حِفْظِ زَوْجِهِمْ ۖ حِفْظُ زَوْجِهِمْ ۖ

کتاب خصال میں روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: فروج تین صورتوں میں حلال ہوتی ہیں: ۱۔ نکاح

میراث سے، ۲۔ نکاح بلا میراث سے اور ۳۔ نکاح ملک بھین سے۔

فَمِنْ ابْتِغَىٰ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُوْنَ ۖ وَالَّذِينَ هُمْ

لَا مُنْتَهٰی لَهُمْ وَعَنْهُمْ رُعُوْنَ ۖ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ

قَائِمُوْنَ ۖ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۖ اُولَٰئِكَ فِي

جَنَّتِ مُكْرَمُونَ ﴿۲۵﴾ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿۲۶﴾
 عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿۲۷﴾ أَيَّطَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ
 أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿۲۸﴾ كَلَّا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿۲۹﴾ فَلَا
 أَقْسَمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِيرُونَ ﴿۳۰﴾ عَلَىٰ أَنْ
 تُبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۚ وَمَنْ حُنْ بِسَبُوقَيْنِ ﴿۳۱﴾ فَذَرَاهُمْ يَخْوَضُوا
 وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ يُخْرِجُونَ
 مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَانَتْهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِصُونَ ﴿۳۳﴾ خَاشِعَةً
 أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةً ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۳۴﴾

”اور جو اس سے آگے بڑھے تو وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والا ہے، اور وہ لوگ جو اپنی
 امامتوں اور عہد و پیمان کی رعایت کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو حق کی شہادت کی ادائیگی کے
 لیے قیام کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

بھی وہ لوگ ہیں، جو جنت کے باغات میں اعزاز و اکرام کے ساتھ رہیں گے۔ اے نبی! ان
 کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ تیرے پاس آتے ہیں۔ دائیں اور بائیں
 طرف سے فوج در فوج۔

کیا ان میں سے ہر ایک کو بھی طمع و لالچ ہے کہ وہ اللہ کی نعمات والی جنت میں داخل
 ہو جائے۔ ہرگز نہیں ہم نے انھیں اس چیز سے غفلت کیا ہے، جس کا انھیں خود علم ہے۔
 مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم، ہم بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔ اس بات پر کہ ہم ان

لوگوں کی جگہ ان (لوگوں) سے بہتر لے آئیں اور ہم اس بات پر عاجز نہیں ہیں۔
آپ انہیں (ان کے حال پر چھوڑ دیے) وہ بے ہودہ باتوں اور کھیل کود میں لگے رہیں،
یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ وہی
دن جب وہ اپنی قبور سے بڑی تیزی کے ساتھ نکلیں گے، گویا وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ
رہے ہیں۔ حالانکہ اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور اُن پر ذلت و زسوائی چھائی ہوئی
ہوگی، یہ وہی دن ہے، جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

تفسیر آیات

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَتَلْتُمْ مَوْطِعَيْنِ ۖ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ حِزْبَيْنِ ۖ
”اے نبی! ان کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ تیرے پاس آتے ہیں، دائیں اور
بائیں فوج در فوج۔“

کتاب احتجاج طبری میں ان مندرجہ بالا آیات کی تفسیر میں آیا ہے کہ جناب امیر علیؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ
ہمیشہ منافقین کی تالیف قلبی کرتے رہتے تھے، انہیں اپنے قریب کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔ وہ آپ کے دائیں بائیں
بیٹھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اُن سے دوری اختیار کرو۔

فرمایا: وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَبِيلًا ۖ (سورہ حزل، آیہ ۱۰) اور پھر ان مندرجہ بالا آیات کی تلاوت فرمائی۔

فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَنَقْدِرُ رُؤْنَ ۖ

”مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم! ہم بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔“

بظاہر تو مشرق و مغرب ایک نظر آتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو موسم گرما اور موسم سرما کی مشرق و مغرب دو دو
نظر آتی ہیں۔ اگر مزید غور و فکر کیا جائے تو سال کے تین سو ساٹھ دنوں کی ہر روز مشرق الگ اور مغرب الگ الگ ہے۔

سُورَةُ نُوحٍ

سورۃ نوح مکیۃ آیاتھا ۲۸، و رکوعا تھ ۲
 ”سورۃ نوح کہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ نوح کے مطالب اور تعارف

وجہ تسمیہ

اس سورہ کو سورۃ نوح اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کی پہلی آیت میں جناب نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کیونکہ ان کی قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تھی۔ جناب نوح نے اس قوم کی ہدایت کے لیے، اپنی دعوت کا آغاز کیا۔

آپؑ نے فرمایا: خدائے واحد کی عبادت کرو، خداوند تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے نبی کی اطاعت کرو۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مشکلات و زحمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آپؑ کی طولانی جدوجہد کا ذکر فرمایا کہ آپؑ ساڑھے نو سو سال حق کا پرچار کرتے رہے لیکن بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔ اس سورہ میں قوم نوح کی غلط روش کا ذکر ہے کہ انہوں نے الٰہی ممانعہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس طولانی جدوجہد کے باوجود جب خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہ آیا تو آپؑ کے مبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ آپؑ نے قوم کی تباہی کے لیے بددعا کی اور آخر کار قوم صلیبہ ہستی سے مٹ گئی۔

سورۃ نوح کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ سورۃ نوح کی تلاوت کو ترک نہ کرے۔ جو شخص اس سورہ کو صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کے لیے اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں پڑھے گا تو اللہ اُسے نیک افراد کی منازل میں مقام عطا کرے گا اور جنت کے باغوں میں سے عین باغ اس کے اپنے باغ کے علاوہ اس کے اکرام میں اُسے عطا کرے گا۔ اور دو سو خوروں اور چار ہزار مومنات کے ساتھ اس کی ترویج کرے گا۔ (انشاء اللہ)

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

من قرأ سورة نوح كان من المومنين الذين تدرّكهم دعوة نوح
 ”جس نے سورۃ نوح کی تلاوت کی، اس کا شمار ان مومنین میں سے ہوگا، جنہیں جناب نوح کی
 دعوت توحید نے اپنے ملکوتی دامن میں لے لیا تھا۔

○○○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ① قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ② أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِجْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ④ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ⑤ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ⑥ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ⑦ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَايَ إِلَّا فِرَارًا ⑧ وَإِنِّي كَلِمًا دَعَوْتُهُمْ لِيَتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا ⑨ وَاسْتَكْبَرُوا ⑩ اسْتَكْبَارًا ⑪ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جَهَارًا ⑫ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ⑬ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ⑭ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ⑮

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”ہم نے نوح کو اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا (اور ہم نے اُن سے کہا) اس سے قبل کہ

دردناک عذاب اُن پر آئے اپنی قوم کو ڈراؤ۔ انھوں نے کہا: اے میری قوم! میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کی بندگی کرو اور اُس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ایک معین مدت تک تمہیں زندہ رکھے گا لیکن جب الہی اجل آگئی تو پھر دیر نہیں ہوگی، اگر تم سمجھ لو۔

نوح نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات اور دن تیری طرف دعوت دی۔ لیکن میری دعوت نے حق سے فرار کے علاوہ اُن میں کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ اور میں نے جب بھی انھیں بلایا (تاکہ وہ ایمان لے آئیں) اور تو انھیں بخش دے، تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے لباس کو اپنے چہروں پر ڈال دیا اور انھوں نے بار بار مخالفت کی۔ پھر میں نے انھیں واضح اور کھلے عام (تیری طرف) دعوت دی۔ پھر میں نے اعلانیہ طور پر بھی اور پوشیدہ طور پر بھی تیری طرف بلایا۔ میں نے اُن سے کہا: اپنے رب سے معافی طلب کرو کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔“

تفسیر آیات

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
 ”ہم نے نوح کو اُس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا (اور ہم نے اُن سے کہا) اس سے قبل کہ دردناک عذاب اُن پر آئے، اپنی قوم کو ڈراؤ۔“

اُصول کافی میں روایت ہے: ابو عمرو الخداء کا بیان ہے: میرے حالات خراب ہو گئے تھے۔ میں مالی طور پر پریشان تھا۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف خط لکھا اور اس میں اپنے حالات کا رونا رویا۔ آپؑ نے میری طرف لکھا کہ سورۃ نوح پڑھو۔ میں سارا سال سورۃ نوح پڑھتا رہا لیکن میرے حال جوں کے توں رہے۔ پھر میں نے امام کی طرف خط لکھا کہ میرے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ آپؑ نے میرے خط کے جواب میں لکھا: تم نے سورۃ نوح کو مکمل سال پڑھا ہے اب سورۃ قدر پڑھو۔ ان شاء اللہ تمہارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔

کتاب کمال الدین وقام احمدہ میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جناب نوح علیہ السلام اور جناب آدم علیہ السلام کے درمیان دس آباد اہلاد کا سلسلہ ہے۔ یہ سب کے سب نبی تھے۔ جتنے انبیاء آئے ہیں انہیں خاص لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا یا عام لوگوں کی طرف لیکن اللہ تعالیٰ نے جناب نوح علیہ السلام کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا، ان کی نبوت بھی تمام لوگوں کے لیے تھی اور رسالت بھی تمام لوگوں کے لیے تھی۔

جناب نوح علیہ السلام اور دعوت و ارشاد الہی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت پر مبعوث فرمایا تو اُن کے ماننے والوں کو یقین ہو گیا کہ اب اُن کے مصائب ختم ہونے والے ہیں اور بدامنی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ ہر طرف خوش حالی کا دور شروع ہونے والا ہے۔ طاغوتوں اور سرکشوں کا صفایا ہونے والا ہے اور حق و حقیقت کا بول بولا ہونے والا ہے۔ کیونکہ جناب نوح علیہ السلام کی نبوت سے قبل، وہ بدترین حالات سے دوچار تھے۔ اُن پر ہر طرف سے ظلم کی اندھیریاں چل رہی تھیں۔ اُن کی زندگی اُن پر تنگ ہو چکی تھی۔ وہ کسی رہبر و ہادی کے انتظار میں تھے۔ جب جناب نوح علیہ السلام تشریف لائے تو اُن کی ڈھارس بندھ گئی۔ ان کی جان میں جان آئی، اُن کے حوصلے بلند ہو گئے۔ پڑرہے چہروں پر روشنی آ گئی لیکن خداوند تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔ جو کچھ انہوں نے سوچ رکھا تھا، اُس کے برعکس نظر آیا۔ ان کی آزمائش کا ایک اور دور شروع ہو گیا۔ اُن پر مصائب و آلام کے عیز و تہ طوفان چل پڑے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اس قدر مارا جاتا تھا کہ آپؑ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپؑ کے کانوں سے خون بہنے لگتا تھا۔ جب آپؑ ہوش میں آتے تو پھر دعوت و ارشاد کا کام شروع کر دیتے۔

جناب نوح علیہ السلام اس طرح تین سو سال اپنی امت کے لوگوں کو تبلیغ کرتے رہے۔ جب دن کا اُجالا ہوتا تو اپنی اپنے کام کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ سارا دن اس طرح گزر جاتا، رات ہوتی پھر بھی اپنے کام کو جاری رکھتے لیکن جب لوگ آپؑ کو دیکھتے کہ نبی اُن کی طرف آ رہے ہیں تو بھاگ جاتے۔ جب رات کی تاریکی چھا جاتی۔ آپؑ لوگوں کے دروازوں پر جاتے اور انہیں خفیہ طور پر تبلیغ کرتے لیکن بغیر کو کوئی مثبت جواب نہ ملتا۔ آپؑ عوامی مقامات پر تشریف لے جاتے اور وہاں لوگوں کو اللہ کا پیغام سناتے لیکن لوگ آپؑ کو پتھر مارتے۔ اس طرح اس کرب ناک حالات میں تین سو سال گزر گئے۔ تین سو سال کی دن رات کی شدید ترین محنت کے بعد جب آپؑ کو کچھ نظر نہ آیا کہ قوم تبدیل ہونے والی نہیں ہے، آپؑ نے صبح کی نماز پڑھی اور اُن کے خلاف دعا مانگنا شروع کی۔ اُس وقت ساتویں آسمان سے فرشتوں کا ایک وفد آپؑ کے پاس آیا۔ اس وفد میں تین

فرشتے تھے۔ انھوں نے آپؐ کو سلام کیا اور آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! ہماری ایک حاجت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بتائیے تمہاری کیا حاجت ہے؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے نبیؐ! اپنی دعا کو موخر کیجیے۔ فی الحال اپنی قوم کے حق میں بددعا نہ کیجیے۔

آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میں اپنی دعا کو موخر کر رہا ہوں۔ اس وقت ان کے خلاف بددعا نہیں کرتا۔ تین سو سال تک خاموش رہوں گا، ان کے خلاف کوئی دعا نہیں کروں گا۔ پھر آپؐ اپنی قوم کے پاس تشریف لائے اور دعوت و ارشاد کا کام شروع کر دیا لیکن امت نے وہی کام کیا، جو پہلے کرتے چلے آئے تھے۔ آخر کار تین سو سال کا بلولانی عرصہ اپنی انتہا کو پہنچا لیکن قوم ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آپؐ ان سے مایوس ہو گئے۔ جب سورج کی روشنی ہر طرف پھیل گئی اور چاشت کا وقت ہوا، آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور ارادہ کیا کہ اب اس قوم کے خلاف بددعا کروں تو چھٹے آسمان سے ملائکہ کا ایک وفد آپؐ پر نازل ہوا۔ اس وفد میں تین فرشتے تھے۔ انھوں نے آپؐ کو سلام کیا اور عرض کیا: ہم چھٹے آسمان سے یہ وفد بنا کر آئے ہیں۔ ہم وہاں سے صبح کے وقت چلے تھے اور ابھی چاشت کے وقت آپؐ کے پاس پہنچے ہیں۔ انھوں نے آپؐ پر وہی سوال کیا، جو پہلے وفد نے آپؐ پر سوال کیا تھا۔ آپؐ نے انھیں وہی جواب دیا جو آپؐ نے پہلے وفد کو دیا تھا کہ وہ تین سو سال تک انھیں بددعا نہیں کریں گے۔ جب فرشتے چلے گئے، آپؐ واپس اپنی قوم میں تشریف لے آئے اور پھر سے اپنا کام شروع کر دیا۔ آپؐ انھیں اپنے اللہ کی طرف بلاتے لیکن وہ ہمیشہ کی طرح راو فرار اختیار کرتے۔ اسی حال میں پھر تین سو سال کا مشکل ترین دور اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس طرح نو سو سال گزر گئے، نو صدیاں بیت گئیں۔ زمانے نے انقلابات کے کتنے چہرے دیکھے ہوں گے۔ چشم فلک نے اس طویل ترین عرصہ میں کروڑوں مناظر دیکھے ہوں گے۔ جناب لوحؐ کی قوم میں ہزاروں تبدیلیاں آئی ہوں گی لیکن دعوت و ارشاد کے لحاظ سے وہ اسی نکتے پر رہے، جس نکتے پر وہ پہلے دن تھے۔ جناب لوحؐ کے جوہر و کار اچھے، وہ آپؐ کے پاس آئے اور جو قسم و آلام ان پر آئے ان کی شکایت کی اور انھوں نے آپؐ کے حضور کہا: اب ان کے مہر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ اب ان میں حرید سکت باقی نہیں رہی۔ مہربانی فرمائیں اور کشائش و فرج کی دعا فرمائیں تاکہ ان کی آزمائش ختم ہو اور وہ شکوہ کا سانس لیں۔

آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میں اپنے پروردگار کے حضور دعا مانگتا ہوں۔ آپؐ نے نماز پڑھی اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی تو اُس وقت جناب جبرئیلؑ امین آپؐ کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول کر لی ہے۔ آپؐ اپنے پروردگاروں سے کہیے کہ وہ مجھ پر کھائیں اور کھانے کے بعد ان کی گھٹلیاں زمین میں ٹو دیں اور پھر جب وہ پیدا

ہو پڑیں تو اُن کی گمرانی کریں، یہاں تک کہ اُن پر پھل لگ جائے تو اُس وقت تمہاری کشائش کا آغاز ہو جائے گا اور تمہاری خوش حالی کا دور شروع ہو جائے گا۔

یہ سن کر نبیؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اپنے ماننے والوں کو اس بات کی خوشخبری دی۔ یہ سن کر انھیں بڑی خوشی ہوئی۔ انھوں نے کھجوریں کھائیں اور اُن کی گھٹلیوں کو زمین میں ڈال دیا اور اُن کی گمرانی شروع کر دی۔ آخر ایک دن انھیں پھل لگا۔ وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے اور انھیں خبر دی کہ کھجور کے درخت ثمر آ رہے ہیں۔ جو آپؐ سے وعدہ ہوا تھا اب اُس کے وفا ہونے کا وقت ہے۔ حضرت نوحؑ نے ہارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اپنے وعدہ کو پورا فرمائیے۔ اُس وقت آپؐ کی طرف وحی آئی۔ آپؐ ان سے کہیں کہ ان کھجوروں کو کھائیں اور ان کی گھٹلیوں کو زمین میں ڈال دیں۔ جب یہ کھجور کے درخت بن کر ثمر آ رہے ہوں گے، تمہیں خوش حالی نصیب ہوگی۔ جب یہ بات انھوں نے سنی تو انھوں نے گمان کیا کہ یہ وعدہ خلافی ہے۔ اُن میں ایک تہائی لوگ مرتد ہو گئے اور دو تہائی لوگ اپنے ایمان پر باقی رہے۔ اُن لوگوں نے اُن تازہ کھجوروں کو کھایا اور ان کی گھٹلیوں کو پھر ڈال دیا۔ آخر ایک دن آیا، انھیں کھجوروں کو پھل لگا اور پھل پختہ ہوا۔ وہ لوگ پھر اپنے نبیؐ کے پاس آئے اور انھیں خبر دی کہ پھل پک گئے ہیں۔

جناب نوحؑ نے ہارگاہ خداوندی میں فریاد بلند کیا تو آپؐ کی طرف وحی ہوئی۔ ان لوگوں سے کہیے کہ وہ ان کھجوروں کو کھائیں اور ان کی گھٹلیاں پہلے کی طرح زمین میں بوندیں۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی، اُن میں سے ایک تہائی مرتد ہو گئی اور ایک تہائی ایمان پر بچ گئی۔ انھوں نے وہ پھل کھائے اور گھٹلیوں کو زمین میں ڈال دیا۔ جب پھر وہ درخت بنے اور انھیں پھل لگا۔ وہ حضرت نوحؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اب وعدہ کے ایفا کا وقت آ گیا ہے۔ انھوں نے کہا: اب ہم بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اب ہم بُری طرح سے خوف زدہ ہو چکے ہیں، اپنے خدا سے دعا کیجیے اب ہمیں نجات عطا کرے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

اُس وقت جناب نوحؑ نے نماز پڑھی اور ہارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! اب ان چند لوگوں کے سوا کوئی نہیں بچا، سب مرتد ہو گئے ہیں۔ اگر اب بھی نجات نہ ملی تو یہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اور کوئی تیرے دین پر باقی نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تمہاری دعا کو قبول کر لیا ہے، اب کشتی تیار کرو۔ حضرت نوحؑ کی دعا کی قبولیت اور طوفان کا درمیانی فاصلہ پچاس سال پر مشتمل ہے۔

دعا برائے طلبِ اولاد

من لاصغرہ الفقیرۃ میں مقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا: اگر بیٹا چاہے ہو

تو یہ دعا ستر مرتبہ پڑھو:

رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین واجعل لی من لدنک ولیاً یرثنی فی
حیواتی ویستغفرنی بعد موتی واجعه خلفاً سویاً ولا تجعل للشیطان فیہ نصیباً
اللهم انی استغفرك واتوب الیک انک انت الغفور الرحیم

”اے میرے پروردگار! مجھے تنہا اور بے وارث نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔ مجھے اپنی طرف
سے وارث عطا فرما، جو میری زندگی میں میرا وارث ہو اور جب میں مر جاؤں، میرے لیے استغفار
کرے اور اُسے میرا بہترین خلف و نائب بنا، اس میں شیطان کا حصہ قرار نہ دے۔ اے میرے
اللہ! میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝
وَيَجْعَلُ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلُ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ
وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ
سَبْعَ سَوَاتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ
سِرَاجًا ۝ وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ
فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ
بَسَاطًا ۝ لَتَسْكُنُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

”تاکہ وہ آسمان سے تم پر پے در پے بارشیں بھیجے اور در اموال اور اولاد کے ذریعے تمہارا

نصرت کرے گا اور تمہارے لیے سرسبز باغات اور نہریں جاری کر دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے۔ حالانکہ اُس نے تمہیں مختلف مراحل سے پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے اس طرف نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمانوں کو یکے بعد دیگرے کس طرح تخلیق فرمایا۔

اور چاند کو آسمانوں کے درمیان روشنی کا ذریعہ اور سورج کو چراغ قرار دیا۔ اور اللہ نے زمین سے تمہیں نباتات کی طرح اُگایا ہے اور وہ پھر تمہیں اسی میں لوٹا دے گا اور پھر تمہیں باہر نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے بچھا ہوا فرش قرار دیا ہے تاکہ تم اُس کے وسیع راستوں پر چلو۔

وَتُفِیْہٖ بِرَآئِیَ مَالٍ وَّ اَوْلَادٍ

مقصود علیہم نے فرمایا: جو آدمی ان قرآنی آیات کو کثرت کے ساتھ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُسے مال و اولاد کثرت کے ساتھ دے گا اور دنیا و آخرت کی تمام اچھائیاں بھی عطا فرمائے گا۔ وہ آیات یہ ہیں:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ اِنَّہٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱﴾ یُرْسِلُ السَّيْلَ عَلَیْكُمْ وَیَذَرُ اٰمَآلَکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنَیْنٍ وَیَجْعَلُ لَکُمْ جَنَّٰتٍ وَیَجْعَلُ لَکُمْ اَنْهٰرًا ﴿۲﴾

”میں نے ان سے کہا: اپنے رب سے معافی طلب کرو، کیوں کہ وہ بہت بخشنے والا ہے تاکہ وہ آسمان سے تم پر پے در پے بارشیں بھیجے۔ وہ اموال اور اولاد کے ذریعہ تمہاری نصرت کرے گا اور تمہارے لیے سرسبز باغات اور نہریں جاری کر دے گا۔“

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ محمد ابن یوسف نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک آدمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا اور اُس نے عرض کیا: میرے پاس مال تو کثرت کے ساتھ ہے لیکن بیٹا نہیں ہے۔ کیا خداوند تعالیٰ کے حضور سے بیٹا مل سکتا ہے؟

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: ایک سال تک رات کے آخری حصے میں ایک سو مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرو۔ اگر کسی

رات یہ وظیفہ نہ ہو سکے تو دن کو کر لینا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ..... الخ
 نوح البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کو رزق کی وسعت کا ذریعہ بنایا ہے اور
 استغفار سے اللہ کی مخلوق کو رحمت خداوندی اپنے دامن میں لے لیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
 اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ
 بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ

اللہ تعالیٰ اُس آدمی پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے جو توبہ کرتا ہے اور اپنی خطاؤں سے معافی مانگ کر دوبارہ نہ کرنے کا
 عہد کرتا ہے۔

استغفار کیا ہے؟

ایک آدمی نے حضرت امام علی علیہ السلام کے حضور کہا: استغفر اللہ۔ آپؑ نے اُسے فرمایا: تیری ماں حیرے ماتم میں بیٹھے: کیا
 تو جانتا ہے، استغفار کیا ہے؟

استغفار علمین کا دہرہ رکھتی ہے۔ استغفار اسم ہے، اس کے چھ معنی ہیں:

اس کا پہلا معنی یہ ہے کہ انسان اپنی اُن برائیوں پر نادم ہو جائے، جو اُس نے اپنی ذمہ داری میں کی تھیں۔ اس کا دوسرا
 معنی ہے، ارادہ کرے کہ آئندہ اُس سے کوئی بُرائی نہیں ہوگی۔

تیسرا مطلب ہے، اُس نے اللہ کی مخلوق کے جو حقوق غصب کیے ہیں وہ اُنھیں واپس کرے اور اس حالت میں
 اللہ سے ملاقات کرے کہ اُس کے ذمہ کسی کا حق نہ ہو۔

چوتھا معنی ہے، جس فریضے کو جان بوجھ کر ضائع کیا ہے اُسے ادا کرے۔ پانچویں معنی ہے، وہ گوشت جو حیرے جسم پر
 بن چکا ہے تو اسے خدا کے خوف کے حزن سے پگھلا دے کہ تیری جلد تیری ہڈیوں سے چمٹ جائے، پھر نیا گوشت پیدا ہو۔
 اس کا چھٹا معنی ہے کہ اپنے جسم کو اللہ کی اطاعت کے درود کا ذائقہ چکھا کہ جس طرح تو نے اُسے اللہ کی معصیت کی مشاس
 چکھائی تھی۔ اگر یہ منزل تجھے نصیب ہو جائے تو پھر اپنی زبان پر کلمہ استغفار ”استغفر اللہ“ کو جاری کر۔

میں الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی
 حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:

جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس پر نازل ہوں تو اُسے چاہیے کہ ہر نعمت کے نازل ہونے پر اس کی حمد و ثنا کرے اور جس آدمی کا رزق کم ہو گیا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ استغفار کرے۔ جس کسی کو کسی امر نے پریشان کر رکھا ہو، اُسے چاہیے کہ وہ کہے: لَا خَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

قَالَ نُوحٌ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدَهُ
اِلَّا خَسَارًا ۝۶۱ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝۶۲ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ
الِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا ۝۶۳ وَلَا يَٰعُوقُ
وَسْرًا ۝۶۴ وَقَدْ اَصْلَحُوا كَثِيرًا ۝۶۵ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا ضَلَالًا ۝۶۶
مِمَّا خَطِيْئَتُهُمْ اُغْرِقُوْا فَاَدْخِلُوْا نَارًا ۝۶۷ فَلَمْ يَجِدُوْا اِلَٰهًا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝۶۸ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ عَلٰى الْاَرْضِ مِنْ
الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝۶۹ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْنِيْمْ يَضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا
يَكْدُوْا اِلَّا فَاَجْرًا كَفَّارًا ۝۷۰ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ
دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۝۷۱ وَلَا تَزِدِ
الظَّالِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝۷۲

”نوحؑ نے کہا: اے میرے پروردگار! انھوں نے میری نافرمانی کی اور ان لوگوں کی اطاعت کی، جن کے مال و اولاد نے ان کے نقصان میں اضافہ ہی کیا۔ اور ان لوگوں نے بڑی عیاری سے ایک عظیم منکر کیا۔ اور انھوں نے کہا: اپنے معبودوں سے ہرگز دستبردار نہ ہونا اور

ڈو، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

اور اس طرح انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور (اے پروردگار!) تو نے بھی ان ظالموں میں ضلالت اور گمراہی کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ وہ لوگ اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کر دیے گئے اور آگ میں داخل کر دیے گئے، پس انھوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا یار و مددگار نہ پایا۔

اور نوحؑ نے کہا: پروردگار! رُوئے زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انھیں چھوڑ دیا تو وہ یقیناً تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ایک کافر و قاجر نسل کے سوا کچھ اور پیدا نہیں کریں گے۔

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور جو حالت ایمانی کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہو اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کی ہلاکت میں مزید اضافہ فرما۔

تفسیر آیات

وَقَالُوا لَا تَنْدُرُنَّ إِلَٰهَتَكُمْ وَلَا تَنْدُرُنَّ وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا
”اور انھوں نے کہا: اپنے معبودوں سے ہرگز دستبردار نہ ہونا اور ڈو و سواع و یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔“

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ڈو، سواع، یغوث، یعوق اور نسر اللہ کے بندے تھے، وہ ہمیشہ اللہ کی بندگی و عبادت کرتے تھے۔ آخر وہ اس دنیا سے چلے گئے۔ اُن کی قوم کے لوگ ان کی موت پر بہت زیادہ مغموم ہوئے۔ ابلیس ملعون اُن کے پاس آیا اور اُن سے کہا: میں تمہارے لیے اُن کی شکلوں کے بت بنا دیتا ہوں۔ پس تم انھیں دیکھتے رہنا اور اُن سے مانوس رہنا اور ساتھ ساتھ اپنے اللہ کی عبادت بھی کرتے رہنا۔ شیطان نے اُن کے لیے بت تیار کر دیے، جو اُن مرنے والوں کی تمثال تھے۔ پس وہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے رہے اور انھیں بھی دیکھتے

رہے، پس جب سردی کا موسم آیا اور بارشیں آئیں وہ ان بتوں کو اپنے گھروں میں لے گئے اور وہاں انھیں کھڑا کر دیا اور اللہ کی عبادت شروع کر دی۔ اس طرح یہ سلسلہ چلا رہا۔ آخر یہ سب لوگ آہستہ آہستہ مر گئے اور ان کی اولاد نے ان کی جگہ سنبھال لی۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہمارے آباؤ اعمام بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ انھوں نے اُس دن سے اللہ کی عبادت چھوڑ دی اور بتوں کی عبادت شروع کر دی۔ اسی لیے قرآن میں آیا ہے: وَلَا تَذْكُرْنَ وَذًا وَلَا سُوءَ آعَا..... الخ

تفسیر علی بن ابراہیم میں روایت ہے: ذُو: قبیلہ کلب کا بت تھا..... سُوء: ہڈیل کا بت تھا، یغوث: مُراد کا بت تھا، یعوق: ہمدان کا بت تھا، اور نسر: حصین کا بت تھا۔

روضہ کافی میں مفصل بن عمر سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں تھا کہ آپ نے ایک طولانی حدیث بیان کی۔

آپؐ نے فرمایا: جناب نوحؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبی بنا دیا اور انھیں بھٹی بنایا۔ سب سے پہلا فرد جس نے پانی کی پشت پر سفینہ جاری کیا، وہ جناب نوح علیہ السلام ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: جناب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہ گئے اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے لیکن وہ آپؐ کا مذاق اڑاتے رہے۔ جب آپؐ ان سے مایوس ہو گئے تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

تَبَّ لَا تَذْكُرْ عَلَى الْاُمَمِ مِنَ الْكُفْرَيْنِ ذَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذْكُرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَكُنْ ذَا اِلَّا قَاجِرًا كَلَّامًا ۝

”اور نوحؑ نے عرض کیا: پروردگار! زوئے زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انھیں چھوڑ دیا تو وہ یقیناً تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ایک کافر و فاجر نسل کے سوا کچھ اور پیدا نہیں کریں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے جناب نوحؑ سے فرمایا: وہ کشتی بنائیں۔ جناب نوحؑ نے مسجد کوفہ میں کشتی تیار کی۔

کتاب الخصال میں روایت ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب طوفان نوح سے قوم نوح غرق ہو گئی تو ابلیس جناب نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اے نوحؑ! آپ کا مجھ پر احسان ہے، میں چاہتا ہوں، میں آپؐ کو اس کا عوض دوں۔ آپؐ نے فرمایا: بخدا! مجھے تجھ سے سخت ترین نفرت ہے۔ میرا تجھ پر کون سا احسان ہو سکتا ہے؟ ابلیس نے کہا: آپؐ نے اپنی قوم کو بدو عادی اور وہ سب غرق ہو گئے اور کوئی باقی نہیں رہا کہ جسے میں گمراہ کروں۔ اب میں آرام و سکون کے ساتھ

عرے کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ جب نئی نسل پیدا ہوگی، پھر اپنا کام شروع کریں گے۔

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: اب بتا تو مجھے احسان کا بدلہ کیا دینا چاہتا ہے؟

اُس نے کہا: مجھے آپؐ تین مقامات پر یاد رکھنا، میں اُس وقت بندے کے زیادہ قریب ہوتا ہوں، جب اس کو نصیحت

آئے تو میں اُس وقت قریب ہوں گا، مجھے یاد رکھنا، میں اپنا کام دکھا جاؤں گا۔

جب آپؐ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کر رہے ہوں، اُس وقت میں قریب ہوتا ہوں۔ جب آپؐ کسی غیر عورت کے

ساتھ ہوں اور اکیلے ہوں، اُس وقت تیسرا نہیں ہوں گا، میرا خیال رکھنا، میں اپنا کام کر جاؤں گا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِيَوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا

”اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور جو حالت ایمانی کے ساتھ میرے گھر میں

داخل ہو..... الخ“

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؐ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

یہاں ”بیتی“ سے مراد ”ولایت“ ہے۔ یعنی جو ولایت میں داخل ہو جائے، جو آدمی ولایت میں داخل ہوا، وہ انبیائے

علیہم السلام کے گھر میں داخل ہوا۔

سُورَةُ الْجِنِّ

سورة الجن مكية آیاتھا ۲۸ و رکوعاتھا ۲
 ”سورة جن مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں۔“

سورۃ جن کے مضامین

اس سورہ میں قوم جن کا ذکر ہے، جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور قرآن کے سامنے خضوع کیا تھا۔ اس میں عطا کر ہوا کو رو کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں توحید و معاد کے بارے میں گفتگو ہے۔ اس سورہ کے آخر میں علم غیب کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

جس کسی نے سورۃ جن کو کثرت کے ساتھ پڑھا تو وہ دنیا کی زندگی میں ہرگز جنوں کی نظر بد، ان کے جادو و سحر اور مکر و فریب سے نقصان نہیں اٹھائے گا۔ اور وہ رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ہوگا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میں ان کے بجائے کسی اور کو نہیں چاہتا اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور کی طرف میلان رکھتا ہوں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کسی نے سورۃ جن کی تلاوت کی تو اُسے ہر جن اور شیطان کی تعداد کے برابر، جس نے حضرت محمد ﷺ کی تصدیق و تکذیب کی، قلام آزاد کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا
 قُرْآنًا عَجَبًا ۖ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَنُشْرِكَ بِرَبِّنَا
 أَحَدًا ۖ ۝ وَأَنَّهُ تَعَلَّى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۖ ۝
 وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۖ ۝ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّنْ
 تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ ۝ وَأَنَّهُ كَانَ يَرِجَالُ مِّنَ
 الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۖ ۝
 وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۖ ۝ وَأَنَّا لَمَسْنَا
 السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلْتَأَةً فَخَشَا شَيْدًا وَشُهَبًا ۖ ۝ وَأَنَّا كُنَّا
 نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْمَعُ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شُهَابًا
 رَّصَدًا ۖ ۝ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرُّ أُرِيدَ يَمُنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ
 أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۖ ۝

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

”کہہ دیجیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ قوم جن کی ایک جماعت نے قرآن سنا تو انہوں نے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے اس لیے ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہرگز کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بلند و بالا ہے، اُس نے نہ کسی کو اپنے لیے بیوی بتایا اور نہ اولاد۔ اور بے شک ہمارے وہ لوگ جو بے وقوف ہیں اللہ کے بارے میں خلافِ حق باتیں کرتے ہیں۔ اور ہم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ جن اور انسان ہرگز خدا پر جھوٹ نہیں باندھتے۔ اور یہ کہ بعض انسان جنوں سے پناہ لیا کرتے تھے، جس نے جنوں کی سرکشی اور طغیانی مزید بڑھادی۔

اور یہ کہ انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ نہیں اُٹھائے گا۔ اور یہ کہ جب ہم نے آسمان کو مُس کیا تو اُسے سخت قوی محافظوں اور شاہیوں سے بھرا ہوا پایا۔

اور یہ کہ پہلے ہم سننے کے لیے آسمان کے مقامات میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب اگر کوئی سننا چاہتا ہے تو وہ ایک شہاب کو اپنی گھات میں پاتا ہے۔ اور اب ہم نہیں جاننے کہ زمین والوں کے بارے میں ان کے رب نے کسی بُرائی کا ارادہ کیا ہے یا بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔“

شانِ نزول

غیر اکرم ﷺ طائف کے بازار ”حکاظ“ کی طرف تشریف لائے تاکہ اس عظیم اجتماع میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں لیکن اس دعوت کی طرف کوئی بھی متوجہ نہ ہوا۔ واپسی پر آپ اُسی جگہ پہنچے جو ”وادیِ جن“ کے نام سے مشہور تھی۔ رات کو آپ وہیں پر رہے۔ اس وقت جن اس بات کی تحقیق میں مصروف تھے کہ پہلے وہ آسمان پر جاتے اور آسانی خبریں سنتے لیکن اس دفعہ جب وہ گئے تو ان کا وہ سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور اس تحقیق میں وہ مارے مارے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

جب وہ واپسی جن میں آئے، اُس وقت رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھ رہے تھے۔ اُس وقت انھیں سمجھ آئی کہ ان پر آسمانی خبروں کے منقطع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن سن کر ایمان لے آئے اور تبلیغ کے لیے اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے۔

ایک اور روایت علقمہ بن قیس سے ہے، اُس نے کہا: میں نے عبداللہ بن مسعود سے پوچھا کہ تم میں کوئی شخص جن والی رات کے واقعہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں تھا؟ اُس نے کہا: ہم میں سے اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ اُس نے کہا: ہم نے ایک رات رسول اکرم ﷺ کو مکہ میں نہ پایا، ہم نے جس قدر آپ کو تلاش کیا آپ ہمیں نہ مل سکے، ہم خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں دشمنوں نے آپ کو قتل نہ کر دیا ہو۔ ہم اسی تلاش میں مکہ کے دروں کی طرف گئے۔ اچانک ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کو حرا کی طرف سے آرہے تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کہاں تھے؟ ہم تو سخت پریشان تھے اور کل کی رات ہماری زندگی کی بدترین رات تھی۔

آپ نے فرمایا: قوم جن کی طرف سے میرے پاس ایک دعوت کرنے والا آیا تھا اور میں ان کے پاس قرآن پڑھنے کے لیے گیا تھا۔

إِنَّا سَبَعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ ”ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔“

سعد اسکاف سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور میں نے آپ کے دروازے پر اونٹوں کا دستہ دیکھا، جو قطار میں کھڑا تھا۔ ان کی آوازیں بلند ہوئیں اور ان سے کچھ لوگ نکلے جن کی شکلیں ہندوؤں کے مشابہ تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض

کیا: میں آپ پر قربان جاؤں یہ لوگ کون ہیں جن کو میں پہچان نہ سکا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سعد! انھیں جانتے ہو، یہ کون لوگ ہیں؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا!

آپ نے فرمایا: یہ ہمارے بھائی ہیں، قوم جن سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے پاس آتے ہیں، ہم سے حلال و حرام

کے مسائل پوچھتے ہیں اور دین کی دوسری باتیں بھی معلوم کرتے ہیں۔

وَأَنَّهُمْ قَالُوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنَّ لَّنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝

”اور یہ کہ انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا تھا کہ اللہ کسی کو نبوت کے لیے مبعوث نہیں

کرے گا۔“

کتاب احتجاج طبری میں ہے کہ جب جنوں نے رسول اکرم ﷺ سے قرآن سنا تو انھوں نے آپ کے حضور معذرت کی کہ انھوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ جناب موسیٰ اور جناب عیسیٰ علیہم السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان تمام جنوں نے اسلام قبول کیا۔

وَأَنَّا لَنَسْنَأُ السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلْتَأَةً حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝

”اور یہ کہ جب ہم نے آسمان کو مس کیا تو اُسے سخت قوی محافظوں اور شہابیوں سے بھرا ہوا پایا۔“

مناقب رسول ﷺ

کتاب احتجاج طبری میں جناب امام علی علیہ السلام سے ایک طولانی روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی، اُس رات کچھ فرشتے زمین کی طرف پرواز کر رہے تھے اور وہ سب تسبیح و تقدیس میں مصروف تھے۔ آسمان پر ستارے مضطرب دکھائی دے رہے تھے۔ انیس نے جب آسمان پر ان عجائبات کو دیکھا تو وہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔ اس وقت وہ تیسرے آسمان پر تھا اور اُس کے چیلے آسمان پر ہونے والی باتوں کو چرانے کے لیے موجود تھے۔ جب انھوں نے ان عجائبات کو دیکھا تو انھوں نے ارادہ کیا کہ ان آسمانی رازوں کو پہلے کی طرح پڑائیں۔ جب انھوں نے پڑانے کا ارادہ کیا تو آسمانوں اور ان شیاطین کے درمیان عجائبات حائل ہو گئے اور رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی جلالت کی وجہ سے اُن پر شہاب برساتے گئے۔

وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ ۝ بَكْنَا طَرَآئِقَ قَدَدًا ۝
وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّنْ نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَكِن لُّعْجِزُهُ هَرَبًا ۝
وَأَنَّا لَبَا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ أَمَّا بِهِ ۝ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ
بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۝ فَمَنْ
أَسْلَمَ فَلَوْلِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ

حَطَبًا ۱۵) وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَا سُقَيْنَهُمْ مَّاءً
 غَدًا ۱۶) لِنَقْتَبَهُمْ فِيهِ ۱۷) وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ
 عَذَابًا صَعَدًا ۱۸) وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۱۹)
 وَآلَهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۲۰)
 قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۲۱)

”اور یہ کہ ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ ہم میں سے غیر صالح ہیں اور ہم مختلف
 مذاہب میں تقسیم تھے۔ اور ہمارا یہ یقین ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ
 بھاگ کر اُس کو عاجز کر سکتے ہیں۔ اور جب کہ ہم نے ہدایت (کی بات) سنی تو ہم اُس پر
 ایمان لے آئے اور جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے، پھر وہ نہ نقصان سے
 خوف زدہ ہوتا ہے اور نہ ہی ظلم سے۔ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم ہیں
 جنہوں نے اسلام کو اپنایا، انہوں نے سیدھے راستے کو اختیار کیا۔

اور جنہوں نے انحراف کیا وہ جہنم کا ایذا من بن گئے۔ اگر یہ لوگ اسی راستے پر ثابت قدم
 رہتے تو ہم انہیں فراواں پانی سے سیراب کرتے۔ تاکہ ہم اس فراواں نعمت کے ذریعہ ان
 کی آزمائشیں کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے رُود گردانی کرے گا، وہ اُسے سخت
 عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ کہ مساجد اللہ ہی کے لیے ہیں، لہذا اللہ کے ساتھ کسی کو
 نہ پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ اُسے بلانے کے لیے کھڑا ہوتا تو قریب تھا کہ لوگوں کا جھوم
 اُس پر ٹوٹ پڑے۔ کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں اور اُس کے ساتھ
 کسی کو اُس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔“

تفسیر آیات

وَأَنَّا لَنَبَاغِثُكَهُنَّ آيَاتِنَا ۖ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَغْثًا وَلَا رَهَقًا ۝

”اور جب کہ ہم نے ہدایت کی بات سنی تو ہم اُس پر ایمان لے آئے اور جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے پھر وہ نہ نقصان سے خوفزدہ ہوتا ہے اور نہ ہی ظلم سے۔“

صاحب تفسیر حق نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے: ”محس“ کا معنی نقصان ہے۔ ”رحق“ کا معنی عذاب ہے۔

جب مصوم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا وہ جن جو مومن ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے البتہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کے درمیان حطار بنائے ہیں جن اور فاسق شیعہ وہیں ہوں گے۔ اُن میں نہ جنت جیسی نعمتیں ہوں گی اور نہ جہنم کے عذاب ہوں گے۔

اصول کافی میں منقول ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لَنَبَاغِثُكَهُنَّ آيَاتِنَا کی تفسیر

کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: یہاں ”الہدئی“ سے مراد ”ولایت“ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے اپنے آقا و مولا کی ولایت کے امر کو سنا اور اُس پر ایمان لائے۔ جس شخص نے اپنے مولا کی ولایت کا اقرار کیا، وہ نہ نقصان سے خوف زدہ ہوگا اور نہ ہی ظلم سے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: کیا یہ حزیل ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، یہ تاویل ہے۔

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَحْمَتًا ۝

”اور جنہوں نے اسلام کو اپنایا انہوں نے سیدھے راستے کو اختیار کیا۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبا کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا: اس مندرجہ بالا آیت سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہماری ولایت کا اقرار کیا پس ان لوگوں نے سیدھے راستے کو اختیار کیا۔

وَأَمَّا الْفٰطِمٰتُۙنَّ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝

”اور جنہوں نے انحراف کیا وہ جہنم کا ایندھن بن گئے“ سے مراد وہ لوگ ہیں، جنہوں نے جان بوجھ کر الٰہی ولایت کا

انکار کیا اور الٰہی مہمخدوں سے برسرِ پیکار رہے۔

اس آیت میں جس راستے کی بات ہے، وہ راستہ حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کا راستہ ہے۔

وَأَنَّ السَّجْدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝

”اور یہ کہ مساجد اللہ ہی کے لیے ہیں لہذا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔“

تفسیر مباحثی میں منقول ہے کہ متعین مباحی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: چہرہ کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: چہرہ کی انگلیاں ان کی جڑوں سے کاٹی جائیں گی۔ پھیلی کور بنے دیا جائے گا۔ اس نے آپ سے اس حکم کی دلیل پوچھی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان پیش کیا کہ سجدہ سات اعضاء سے ہوتا ہے۔ چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں کھٹے اور دونوں پاؤں۔ اگر پھیلی کو کاٹ دیا جائے تو پھر ہاتھ باقی نہیں رہتا کہ جس پر سجدہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ”جو چیز اللہ کے لیے ہے اُسے نہیں کاٹا جائے گا۔“

اصول کافی میں حماد بن عیسیٰ سے روایت ہے، اُس نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آٹھ اعضاء پر سجدہ فرماتے تھے۔ دو ہتھیلیاں، دو کھٹے، دو پاؤں کے انگوٹھے، پیشانی اور ناک، ان میں سے سات پر سجدہ کرنا فریضہ ہے۔ ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: وَأَنَّ السَّجْدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝

اس آیت میں ”مساجد“ سے مراد پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں کھٹے اور دو پاؤں کے انگوٹھے ہیں۔ ناک کو سجدہ کی حالت میں زمین پر رکھنا سنت ہے۔

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝

”اور جب اللہ کا بندہ اُسے بلانے کے لیے کھڑا ہوتا تو قریب تھا کہ لوگوں کا جہم اُس پر ٹوٹ پڑے۔“

کتاب الفضائل میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ کے دس اسماء شریف ہیں: پانچ کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور پانچ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے جو قرآن شریف نے بیان کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

① محمد ② احمد ③ مہدی ④ یحییٰ ⑤ نوح

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي

مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۖ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ

اللَّهِ وَرِسَالَتِهِ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارًا جَهَنَّمَ

خُلَیِّیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ۝ حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ
 مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقْلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ اِنْ اَدْرِیْتُ اَقْرَبُ مَا
 تُوَعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَاقٍ اَمَدًا ۝ عَلِمَ الْغَیْبُ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی
 غَیْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْئَلُكَ مِنْ
 بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَاصِدًا ۝ لَّیَعْلَمَنَّ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا
 رِاسَلَتِ رَبِّیْهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝

”کہہ دیجیے میں تمہارے کسی نقصان یا ہدایت کا مالک نہیں ہوں۔ کہہ دیجیے مجھے اللہ سے
 ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ ہرگز اُس کے بغیر کوئی جائے پناہ پاسکوں گا۔ صرف اللہ کی بات
 اور اس کے پیغامات پہنچاتا ہی (میرا کام) ہے اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرتا
 ہے، اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے) یہاں تک کہ وہ اُسے دیکھ لیں گے، جس کا اُن سے
 عہد کیا جاتا ہے تو وہ جان لیں گے کہ کس کا مدد کرنے والا زیادہ کمزور ہے اور کس کا گروہ
 قلت میں ہے۔

کہہ دیجیے مجھے معلوم نہیں ہے کہ جس کا عہد تم سے کیا جاتا ہے، وہ قریب ہے یا میرا
 پروردگار اس کے لیے لمبی مدت مقرر فرماتا ہے۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کسی
 پر ظاہر نہیں کرتا۔ سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے مرتضیٰ بنایا ہو، وہ اس کے آگے اور
 پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔

تاکہ وہ جان لے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچائے ہیں اور جو کچھ ان کے ہاں ہے، اُس پر اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے۔“

تفسیر آیات

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝۱

”میں تمہارے نقصان یا ہدایت کا مالک نہیں ہوں۔“

اصول کافی میں روایت ہے: محمد بن فضیل نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور اس زیر بحث آیت کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حضرت امام علی علیہ السلام کی ولایت کی طرف بلایا۔ یہ سن کر قریش جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا: اے محمد! امام علی علیہ السلام کی ولایت سے ہمیں معاف رکھیے گا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ولایت اللہ کی طرف سے ہے، نہ کہ میری طرف سے ہے۔ پس وہ یہ سن کر چلے گئے۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝۱

علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر قمی میں نقل کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے قریش سے فرمایا: اگر تم نے علی کی ولایت سے اعراض و انکار کیا تو اس بارے میں میرے خدا نے مجھے یہ فرمایا ہے: قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝۱ ”کہہ دیجیے! مجھے اللہ سے ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا۔“

اے میرے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دے اگر تم علی کی ولایت سے انکار کرتے ہو۔ میرا کام اللہ کا پیغام پہنچانا ہے، میں اللہ کے پیغام کو چھپا نہیں سکتا کیونکہ اگر میں نے یہ پیغام چھپا دیا۔ کوئی بھی مجھے اس کے علاوہ پناہ نہیں دے سکتا۔

وَلَنْ آجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝۲ ”اُس کے علاوہ مجھے اور کوئی پناہ نہیں ملے گی۔“

إِلَّا بِنُافَاثِ اللَّهِ وَرِسَالَتِهِ ”میری ذمہ داری تو صرف خدا کی طرف اس کی رسالت پہنچانا ہے۔“

مجھے علی علیہ السلام کی ولایت کا حکم دیا گیا ہے، وہ حکم میں نے تم تک پہنچانا ہے۔

ولایت امام علی علیہ السلام

وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قُلْنَا لَهُ نَجِّنَا مِنَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۝۱

”اور جو فرد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔“

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علی بن ابراہیم نے تفسیر فی میں نقل کیا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی سے مراد امام علی علیہ السلام کی ولایت سے انکار ہے۔ جس نے اس ولایت سے انکار کیا، اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

لَقَدْ لَعَنَّاهُ فَاسَافَهُمْ فَسَوَّيْنَاهُ لَهْلَاءَ الْعُقَدِ ۝۱۰

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یا علی انت قسمیم الجنة والنار۔

لوگوں نے جب رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان کی مخالفت کی تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: حَتَّىٰ إِذَا سَاءَ مَا يُرِيْدُونَ۔ ”جب وہ لوگ موت اور قیامت کو دیکھیں گے: فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضَلَّ تَاوِيْمًا ۝۱۱ وَأَقْبَلَ عَذَابًا ۝۱۲ تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور ہیں اور کس کی تعداد بہت ہی کم ہے۔“

عالم الغیب خدا ہے

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝۱

”عالم الغیب وہی ہے اور وہ کسی کو بھی اپنے غیب کے رازوں پر آگاہ نہیں کرتا۔“

الْأَمِينِ ۝۲ اِنَّمَا تُنْصَىٰ مِنْ تَرْسُولٍ

”مگر ان رسولوں کو جنھیں اُس نے مرتضیٰ قرار دیا ہے۔“

جب اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: بخدا! حضرت

محمد ﷺ ان رسولوں میں سے ہیں، جن کو اللہ نے مرتضیٰ بنایا ہے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ”عالم الغیب“ کے بارے میں فرمایا: اللہ ہی ہے جو علم غیب کا عالم ہے جو کچھ اس کی

خلق کے بارے میں ہے لذل سے لے کر آخر تک علم غیب اسی کے پاس ہے۔ اے مہرمان! جو علم اس کے پاس موقوف ہے وہ اس کی خلیفہ ہے۔ جب وہ چاہتا ہے، اس کا حکم دیتا ہے تو وہ ہو کر رہتا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس دو علم ہیں: ایک علم وہ ہے جو صرف اس

کے اپنے پاس ہے۔ اس پر کسی کو کوئی اطلاع نہیں اور دوسرا علم وہ ہے، جو اس ذات نے اپنے فرشتوں اور رسولوں کو عطا کیا ہے۔

ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ان الله عز وجل علمين علم لا يعلمه الا هو علم علمه ملائكته ورسله عليهم السلام

فما علمه ملائكته ورسله نحن نعلمه

”اللہ تعالیٰ کے پاس دو علم ہیں: ایک وہ علم ہے، جسے وہ خود جانتا ہے اور دوسرا وہ علم ہے، جس کو

اس کے ملائکہ اور رسول جانتے ہیں اور جو علم ملائکہ اور اُس کے رسولوں کے پاس ہے وہ ہمارے

پاس ہے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب امام چاہتا ہے کہ اُس کے پاس وہ علم آجائے جو اس کی ضرورت

ہے تو وہ علم اُس کے پاس فوراً آ جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اذا امراد الامام ان يعلم شيئاً اعلمه الله بذلك، ”جب امام کسی چیز کو

جانتا چاہتا ہے تو خدا اُسے اس کی تعلیم دے دیتا ہے۔“

ایک اور حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: جناب جبرئیل امین بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دو انار پیش کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک انار کو تناول فرمایا، اور

دوسرے جتنے کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک نصف انھوں نے خود کھوش فرمایا اور دوسرا نصف حضرت امام علی علیہ السلام کو عطا فرمایا

اور امام علی علیہ السلام نے وہ نصف تناول فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا: اے برادر من! کیا آپ جانتے ہیں، یہ انار کس لیے تھے اور کون سے

تھے؟

جناب علی علیہ السلام نے عرض کیا: آپ فرمائیں ان اناروں کا کیا راز ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا انار تھا وہ علم ہے۔ آپ میرے علم نبوت میں شریک ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علی علیہ السلام کے حضور عرض کیا: آپ پر اللہ کی رحمت کا نزول ہو، آپ کس صورت میں

علم نبوت میں شریک تھے؟

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اس کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اپنے رسول کو عطا فرمایا، اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہی علم

علی کو تعلیم کریں۔

کتاب الاحجاج طبری میں حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام سے حدیث نقل ہے: آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کے اولیاء ہیں، ان کے افعال، اللہ کے افعال کی نیابت کرتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق ان کی حکومت و اقتدار کو علم غیب کے ذریعے سمجھاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿١﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ
ایک آدمی نے آپؑ سے سوال کیا: اللہ کی جہتیں کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اللہ کی جہت ہیں اور ان کے اصحاب میں سے جو ان کے نائب ہیں اور وہ وہ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: فَأَيُّهَا تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (سورہ بقرہ، آیہ ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ رکھا ہے۔ اپنے بندوں پر ان کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اس نے جس طرح اپنی اطاعت کو فرض کیا اس طرح اپنے ان اولیاء کی اطاعت کو بھی فرض کیا ہے۔

کتاب الخراج والخراج میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے ابن حذاب کی طرف نظر فرمائی اور اُسے فرمایا: میں تجھے ایک بات بتانا چاہتا ہوں، مقرب تو اپنے ایک رشتے دار کے قتل میں جھلا ہونے والا ہے اور تو خود میری اس بات کی تصدیق کرنے والا ہے؟

اُس نے کہا: علم غیب اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا: عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿١﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

اللہ کے رسول اللہ کے نزدیک مرتضیٰ ہیں اور ہم اسی رسولؐ کے وارث ہیں، جس رسول کو اللہ تعالیٰ نے جو چاہا اپنا علم غیب عطا فرمایا۔ ہم قیامت تک کے علم ماکان وما یکون کے عالم ہیں۔

کتاب عبود الاخبار میں حارث بن دلعات جو امام رضا علیہ السلام کے غلام تھے، سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اپنے امامؑ سے سنا، آپؑ فرما رہے تھے: کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا، جب تک اس میں تین خصال پیدا نہ ہو جائیں۔ وہ تین خصلتیں یہ ہیں:

① سنت پروردگار ② سنت رسول ﷺ ③ سنت ولی اللہ۔

جو سنت پروردگار ہے، وہ ایک سر بستہ راز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى

غَيْبَةً أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ
دوسری خصلت جو اس کے نبی کی سنت ہے، اُس کے ذریعے لوگوں سے عداوت کرنا ہے کیونکہ اللہ نے اپنے نبی سے
لوگوں سے عداوت کے سلسلے میں فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ (سورۃ اعراف، آیہ ۱۹۹)
”عفو و درگزر کو اپناؤ، نیکی کا حکم دو اور جاہل لوگوں سے اعراض کرو۔“

اور اُس کے ولیوں کی جو سنت ہے وہ مصائب پر صبر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ
وَالضَّرَّاءِ (سورۃ بقرہ، آیہ ۱۷۶)

علی بن ابراہیم نے تفسیر فی میں اللہ تعالیٰ کے اس درج ذیل فرمان کے بارے میں لکھا ہے:

عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ
رسول اللہ ﷺ پر علم مرتضیٰ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ سے ہیں، اس لیے وہ بھی مرتضیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَيَخْلُفُهُ رَاصِدًا ۖ

”وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے“ کہ اُن کے قلب میں علم ہے اور اُن کے پیچھے رصد و نجم بانی ہے اور

وہ انھیں علم سکھاتے ہیں اور اُن میں علم بھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعے انھیں تعلیم دیتا ہے۔

”الرصد“ سے مراد وہ تعلیم ہے جو نبی کریم ﷺ انھیں دیتے تھے۔ رسول کریم ﷺ انھیں تعلیم دیتے تاکہ

وہ اپنے پروردگار کی رسالت کو پہنچائیں۔ جو علم رسول اللہ ﷺ کو پہنچانے کے پاس تھا، امام علی رضی اللہ عنہ نے وہ سب اُن سے حاصل کیا۔

ما کان وما یکون کا تمام علم آپؐ نے حاصل کر لیا۔ جناب آدمؑ کی خلقت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام

حالات و انقلابات آپؐ کے علم میں تھے کہ کتنے قہقروں نے پیدا ہونا ہے، کتنے زمین کو زلزلے آئیں گے، سورج چاند کو کب اور

کتنی مرتبہ گرہن لگتا ہے، کتنی آستوں کو ہلاک ہونا ہے، کس قدر ظالموں نے حکومتیں کرنی ہیں، ان کا نام کیا ہوگا، ان کا نسب کیا

ہوگا؟ کس کس نے اپنی طبعی موت مرنا ہے اور کس کس نے قتل ہونا ہے اور کتنے آدمی نے آنا ہے، جن کے حقوق کو غصب کیا

جائے گا لیکن حقوق کے غصب ہونے کے باوجود وہ امام رہیں گے اور کتنے ایسے امام بھی آئیں گے، اُن کی ہر طرف سے

نصرت ہوگی لیکن نصرت ان کی حفاظت نہ کر سکے گی۔